

الْبِدْعَةُ وَأَمَلُ الْبِدْعَةِ فِي نَظَرِ الصَّحَابَةِ وَرِثَةِ الْإِسْلَامِ
الْبِدْعَةُ

بدعت اور اہل بدعت

اسلام کی نظر میں

تالیف

مولانا محمد اقبال رگونی قاضی مظاہر العلوم سہارنپور

مدیر جامعہ اسلامیہ اہل سنت

مقدمہ

ڈاکٹر علامہ خالد محمود ڈائریکٹر اسلامک کونسل برطانیہ



دارالمعارف

الفصل مارکیٹ، اردو بازار، لاہور

الْبِدْعَةُ وَاهْلُ الْبِدْعَةِ فِي نَظَرِ الصَّحَابَةِ وَسَادَاتِ الْأُمَّةِ
الْمَشْهُوبَةِ

بدعت اور اہل بدعت

اسلام کی نظر میں

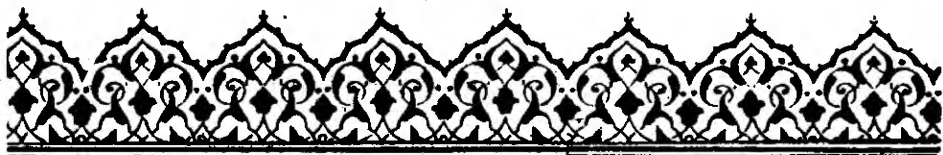
تألیف

مولانا حافظ محمد اقبال زنگونی جنرل مظاہر العلوم سہارنپور

مدیر ماہنامہ "الہلال" مانچسٹر

مقدمہ

ڈاکٹر علامہ خالد محمود ڈائریکٹر اسلامک کیٹیمی انچسٹر



دارالمعارف

الفصل مارکیٹ، اردو بازار، لاہور

کتاب ہذا کی طباعت اور ترجمے کے جملہ حقوق کا پی رائٹ ایکٹ پاکستان کے تحت علامہ خالد محمود کے ہم
محفوظ ہیں۔ کوئی صاحب ان کی اجازت کے بغیر اسے طبع نہ کرے نہ اس کے کسی حصہ کو اس کتاب
کا حوالہ دیے بغیر کہیں نقل کرے۔

نام کتاب	بدعت اہل بدعت
مصنف	مولانا حافظ محمد قبال رنگینی
مقدمہ	علامہ خالد محمود صاحب
کتابت	حفیظ الحسن صدیقی
صفحات	۳۲۰
ناشر	دارالمعارف لاہور
تقداد	گیارہ سو
قیمت اعلیٰ مجلد	۸۰ روپے
ممالک یورپ	۸ روپے

ملنے کے پتے

دفتر دارالمعارف پبلیکیشنز سماج روڈ سنت جیمز لاہور
جامعہ ملیہ اسلامیہ لاہور ترجمہ پارک نزد امامیہ کالونی لاہور
پتہ انگلینڈ میں : اسلامک اکیڈمی آف بائبل

فہرست مقدمہ

<p>۲۳ نماز تہجد جماعت پڑھنے کا اہتمام مکروہ ہے</p> <p>۲۴ اہل ربیہ کے اہمال بھی آخرت کے صلے سے غلط ہیں</p> <p>۲۴ قرآن پاک کی نود سے ضائع ہونے والے اہمال</p> <p>۲۵ اگلی آیت کے ساتھ ظاہری تعارض اور اس کا حل</p> <p>۲۶ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کی تفسیر</p> <p>۲۷ حضرت علی المرتضیٰؓ نے خوارج مراد لیے</p> <p>۲۷ خوارج پہلے حضرت علیؓ کے گردہ میں تھے</p> <p>۲۸ حافظ ابن کثیرؒ کے ہاں آیت کا عدم</p> <p>۲۹ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ کے ہاں الفاظ کی وسعت</p> <p>۳۰ اعمال کی مختلف قسمیں</p> <p>۳۰ اعمال آخرت کی دو قسمیں</p> <p>۳۱ پاک کلمے ہی اوپر اٹھتے ہیں</p> <p>۳۱ حلال و حرام کے فیصلے توقیفی ہیں</p> <p>۳۲ بدعت کے سمجھنے کے پانچ مبادی</p> <p>۳۳ مالیں منہ کی تشریح</p> <p>۳۳ اجتہاد و قیاس دائرہ شریعت کے اندر ہیں</p> <p>۳۳ بدعات دائرہ شریعت سے باہر ہیں</p> <p>۳۴ جریز بدعت نہ ہو وہ بدعت کیسے بنتی ہے</p> <p>۳۴ کسی عمل کو اپنے مخالفان سے نکالنا</p>	<p>مقدمہ</p> <p>۱۳ ترکہ رسول کے گرد مخالفت کا پہلو</p> <p>۱۳ ملتہ سنت میں داخل ہونے کے چار دروازے</p> <p>۱۴ دور اول میں بدعات کے خلاف اٹھنے والے صحابہؓ</p> <p>۱۴ دوسرا خیز اس مجاہد پر پاک و مہند کے اکابر</p> <p>۱۴ غلط بات پر اثر ناسخ آدم کی شان نہیں</p> <p>۱۵ آدمی وہی ہے جو حضرت آدمؑ کی عظمت پر ہر</p> <p>۱۶ بدعت کی زینت اور رونق</p> <p>۱۶ ہندوؤں کے دسہرے کی رونق</p> <p>۱۷ مسجدوں میں خاموشی اور خشیت کا سماں</p> <p>۱۸ بدعت کی لپک اور بھلک</p> <p>۱۸ اہل بدعت کی آخرت کی امیدیں</p> <p>۱۹ اہل بدعت کے مختلف طبقات</p> <p>۱۹ اہل کتاب کی تحریف دین کی کرکشنیں</p> <p>۲۰ بدعت فی العقائد کے مجرم</p> <p>۲۱ بدعت فی الاممال کے مجرم</p> <p>۲۱ مسجدوں میں ذکر باجمہر کے ملتے</p> <p>۲۱ مسجدوں میں نفل نمازوں کے اجتماع</p> <p>۲۲ اجمال کا ثبوت تفصیل کے دعویٰ کو منقذ نہیں</p>
--	--

۱. کسی عمل کو کسی وقت سے خاص کرنا ۳۵
۲. نیک اعمال یا کارنامہ طہر پر سجایا جانا ۳۵
۳. دین کے تقاضوں کو نئی شکل دینا ۳۵
۴. اپنے پیروں کے طریقوں کو مذہب بنالینا ۳۵
- آیت محمدہ اور سنت قائمہ کے ساتھ { ۳۶
- فریضہ عادلہ برابر کا مانندہ ہے۔
- لفظ بدعت کے تین پیرائے ۳۶
۱. نعمت البدعہ ۳۶
۲. بدعت حسنہ ۳۶
۳. بدعت شرعیہ ۳۶
- بزرگان دین کا بدعت حسنہ سے اجتناب ۳۸
۱. حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت ۳۸
۲. حضرت امام ربانیؒ کی مجدد الف ثانیؒ ۳۹
- بدعت شرعیہ کی حقیقت ۳۹
- قرآن شریف پر زیریں زیریں ڈالنا { ۴۰
- استغاثی احمدیوں سے ہے۔
- ملاں میں انصاف کی ترتیب ذرائع میں { ۴۰
- سے ہے مسائل میں سے نہیں۔
- تبدیلی امور میں نقل موجود ہونا ضروری ہے ۴۰
- دنیوی امور میں اصل اباحت ہے اور { ۴۰
- تبدیلی امور میں اصل دلیل یا نظیر ہے۔
- مولانا احمد رضا خاں کا نیا دین و مذہب ۴۱
- مجلس میلاد قیام تنظیمی اور فاتحہ کے مسائل { ۴۱
- صرف نظریہ اباحت سے طے ہوئے ہیں۔
- میلاد کا ثبوت نہ ہونے کا اقرار ۴۱
- نظریہ اباحت کی علمی بحث**
- اباحت پر منظر نہیں مذہب کہ وہ کوئی { ۴۲
- نیکی ہے جس پر ثواب ملے گا۔
- علامہ ابن ہمامؒ کی شہادت ۴۲
- اشیاء و منافع اور ان کے متعلقہ { ۴۲
- افعال و تصرفات میں اصل اباحت ہے۔
- جو کام نیکی سمجھ کر کئے جائیں ان میں { ۴۲
- ثبوت اور نقل درکار ہے۔
- عالم کی تمام اشیاء تمہارے لئے بنی ہیں { ۴۲
- لیکن ان کا تعلق منافع اور تصرفات سے ہے۔
- مسائل میں آسمانی روشنی درکار ہے ۴۲
- مسائل کی دو قسمیں ۴۲
- منصوصہ اور غیر منصوصہ ۴۲
- غیر منصوص مسائل کا حکم ۴۵
- انتظار یا اباحت اصلی یا { ۴۵
- اجتہاد۔

- ۵۷ { بدعت مباح سمجھ کر کی جاتی
ہیں یا کابریز
- ۵۷ { فیصلہ کن حکم موجود نہ ہو
تو کیا ہر چیز مباح ہے
- ۵۷ محدث کبیر طاعلی قاری کا فیصلہ
- ۵۷ معتزلہ کا عقیدہ کہ ہر عہدہ مصیب ہے
- ۵۸ سنت کی آفاقیت
- ۵۹ بدعت سے اقتباب کے اعتقادی فائدہ
- ۵۹ عقیدہ ختم نبوت کے تختہ کی منہات
- ۶۰ عقیدہ امامت سے تختہ کی منہات
- ۶۱ بدعتوں کا سختی کہلانے پر زور
اپنی اصل میں اقرار علی الرسول ہے
- ۶۳ بدعتی کو سختی کہنے کا گناہ
- ۶۳ بدعتی اور کافر میں سے کس کی محبت
اہل سنت کے لیے خطرناک ہے۔
- ۶۴ بدعت جہالت کے سلسلے میں ملتی ہے
- ۶۴ بدعت سے بچانے کے لیے
علا ریح کی کرکشنیں
- ۶۵ بدعت کے وبال سے بچنے کی ایک راہ
- ۶۶ بدعت سے نفرت پیدا کرنے کی راہ
- ۶۸ اسلامک ایڈمی باپشہر کی خدمات
- ۴۵ { غیر منصوص مسائل میں اہل علم کا
استنباد بھی تمکک باقتل ہے
- ۴۵ { غیر منصوص مسائل میں اباحت عام نہیں
جیسا کہ بریلوں نے سمجھ رکھا ہے
- ۴۶ حضرت عبداللہ بن عمر کی شہادت
- ۴۷ { اذان میں لا الہ الا اللہ کے بعد
محمد رسول اللہ پڑھایا نہیں جاتا
- ۴۶ منع کا دعویٰ اور اس کا ثبوت
- ۴۸ اشارہ مسکوت عنہا کو خدا کے پیروں کو
- ۴۹ حضرت معاذ کو توقف کرنے کا حکم
- ۴۹ مطلق اباحت معتزلہ کا مذہب ہے
- ۵۰ علامہ رشائی کے ہاں مذہب منصور
- ۵۰ مباح کی تعریف در مختار سے
- ۵۱ بریلوں کے ہاں گیارہویں صرف مباح ہے
- ۵۱ عبادات اور عادات و معاملات
- ۵۲ انسانی تصرفات کی دو قسمیں
- ۵۲ عبادات میں ترقیف چاہیے
- ۵۲ علامہ ریوسف قرضاوی کا بیان
- ۵۵ عادات و معاملات میں اباحت کا قول
- ۵۵ اصل اباحت ہے یا حرمت
اس کے عملی اثرات۔

فہرست

۱۳۴	بدعت کی مخالفت نہ کرنے کا انجام	۷۱	موضع خلاف
۱۰۵	بدعات میں دوسروں کا بھی بوجھ اپنے ذمہ	۷۲	مقدمہ از علامہ خالد محمد
۱۰۷	اہل بدعت عرض کوثر سے محروم کئے جائیں گے	۷۴	حضرت ام المومنین کی روایت
۱۰۹	بدعات کی خواست کہاں تک؟	۷۵	حدیث من احدث کی تشریح
۱۱۲	بدعت سے جہنم کے کتے بنتا ہے	۷۶	فی امرنا ہذا کا مطلب
۱۱۳	بدعت ایک فتنہ ہے	۷۸	اسلام کی دو دینی چیزیں
۱۱۵	بدعتی کے سترے خاتمہ کا اندیشہ	۷۹	اتباع سنت سے بدعات کا خاتمہ
۱۱۸	کفر پر خاتمے کا اندیشہ	۸۰	بدعات کی پیش گوئی
		۸۱	سنت تعامل امت کی صورت میں
		۸۲	بدعت کے لغوی معنی
		۸۴	بدعت کے اصطلاحی معنی
۱۲۱	کیا اقامت تراویح بدعت ہے؟	۸۵	چند شبہات کا اصولی جواب
۱۲۵	جس چیز کو صحابہ اچھا سمجھیں وہ بدعت نہیں	۹۱	اگر بدعت لگ رہی ہے
۱۲۸	عالمہ الناس کے عمل سے سدا لانا؟	۹۳	کیا کوئی بدعت حسنہ بھی ہو سکتی ہے؟
۱۳۰	مردیہ کے عمل سے بدعت کے جواز کی حقیقت؟		
۱۳۳	صحابہ بدعت کا موضوع نہیں ہیں		
			بدعت کے سپاہ سائے
		۹۷	بدعتی کا کوئی نیک عمل مقبول نہیں
۱۳۵	حضرت عبداللہ بن مغفلہ کا ارشاد	۹۸	بدعتی کو پناہ دینے والے کا انجام
۲۶	ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ارشاد	۱۰۰	بدعت کی تعلیم نہ جب بدعت اسلام

بدعات صحابہ کرامؓ کی نظر میں

اہل بدعت ائمہ مجتہدین کی نظر میں

- ۱۵۵ حضرت امام مالکؒ کا ارشاد
۱۵۵ حضرت امام ابو یوسفؒ کا ارشاد
۱۵۶ حضرت امام سفیان ثوریؒ کا ارشاد
۱۵۷ حضرت امام شافعیؒ کا ارشاد
۱۵۷ حضرت امام احمدؒ کا ارشاد
۱۵۷ حضرت امام لیث بن سعدؒ کا ارشاد

اہل بدعت حضرات مجتہدین کی نظر میں

- ۱۵۸ حضرت ملا علی قاریؒ مجدد مائتہ دہم
۱۵۹ حضرت مجدد الف ثانیؒ مجدد مائتہ یازدہم
۱۶۳ حضرت شاہ ولی اللہؒ مجدد مائتہ دوازدہم
۱۶۴ حضرت میرزا محمد شفیعؒ مجدد مائتہ سیزدہم
۱۶۵ حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ مجدد مائتہ چہارم

اہل بدعت اکابر علماء کی نظر میں

- ۱۶۷ حضرت ہشام بن عروہؒ کا ارشاد
۱۶۷ حضرت سفیان بن عیینہؒ کا ارشاد
۱۶۷ حضرت ایوب سختیانیؒ کا ارشاد
۱۶۸ حضرت امام غزالیؒ کا ارشاد

- ۱۶۷ زینا حضرت عمر فاروقؒ کا ارشاد
۱۶۸ زینا حضرت علی المرتضیٰؒ کا ارشاد
۱۶۸ حضرت عبداللہ بن مسعودؒ کا ارشاد
۱۶۵ حضرت عبداللہ بن عمرؒ کا ارشاد
۱۶۳ حضرت عبداللہ بن عباسؒ کا ارشاد
۱۶۸ حضرت مزینہ بن میانؒ کا ارشاد
۱۶۸ حضرت عبداللہ بن مغفلؒ کا ارشاد
۱۶۸ حضرت ابو الدرداءؒ کا ارشاد
۱۶۹ حضرت عثمان بن العاصؒ کا ارشاد
۱۶۹ حضرت عمار بن رویمہؒ کا ارشاد

اہل بدعت اکابر تابعین کی نظر میں

- ۱۵۰ حضرت سعید بن السدیقؒ کا ارشاد
۱۵۰ حضرت حسان بن عطیہؒ کا ارشاد
۱۵۰ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا ارشاد
۱۵۲ حضرت بشریح قاضیؒ کا ارشاد
۱۵۲ حضرت حن بصریؒ کا ارشاد
۱۵۳ حضرت سالم بن عبیدہؒ کا ارشاد
۱۵۳ حضرت امام ابو حنیفہؒ کا ارشاد
۱۵۳ حضرت امام اداعیؒ کا ارشاد
۱۵۴ حضرت امام شعبیؒ کا ارشاد

۱۸۰	حضرت امام ابن الحجاجؒ کا ارشاد	۱۶۰	حضرت امام ابن کثیرؒ کا ارشاد
۱۸۱	حضرت شیخ ہزار بن حسینؒ کا ارشاد	۱۶۰	حضرت ادریس خولانیؒ کا ارشاد
۱۸۱	حضرت شیخ نظام الدین اولیاءؒ کا ارشاد	۱۶۱	حضرت یحییٰ بن کثیرؒ کا ارشاد
۱۸۱	حضرت اسلم باردوسیؒ کا ارشاد	۱۶۱	حضرت علامہ شاطبیؒ کا ارشاد
۱۸۱	حضرت ابوعلی جوازنیؒ کا ارشاد	۱۶۳	حضرت شیخ موفی الدینؒ کا ارشاد
۱۸۲	حضرت ابوبکر ترمذیؒ کا ارشاد	۱۶۳	حضرت علامہ برکیؒ کا ارشاد
۱۸۲	حضرت مولانا شاہ اسماعیل شہیدؒ کی دعا	۱۶۳	حضرت علامہ ابن رجبؒ کا ارشاد

وقت کی نبض پر ہاتھ رکھیں

۱۸۳	عبادات بدعات کی زد میں	۱۶۴	حضرت علامہ جلال الدین سیوطیؒ کا ارشاد
۱۸۳	عبادات سے مراد و مقصد	۱۶۴	شیخ عبدالحی محدث دہلویؒ کا ارشاد
۱۸۳	عبادت سے روح عبادت چھیننے کی شیطانی کوششیں		
۱۸۴	اذان سے اذان کی روح نکالنا	۱۶۶	حضرت سہیل بن عبد اللہ ترمذیؒ کا ارشاد
۱۸۴	نماز سے نماز کی روح نکالنا	۱۶۶	حضرت شیخ ابراہیم بن ادھمؒ کا ارشاد
۱۸۵	نماز جنازہ سے سنت کی روح نکالنا	۱۶۶	حضرت شیخ بشر الحافیؒ کا ارشاد
۱۸۵	بدعات کا پنجگانہ نصاب	۱۶۷	حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کا ارشاد
۱۸۶	اولیاء اللہ کے امت پر احسانات	۱۶۸	حضرت ابراہیم خالصؒ کا ارشاد
۱۸۶	اعمال خیر پر بدعات کے خلاف	۱۶۸	حضرت شیخ ابن عربیؒ کا ارشاد
۱۸۷	بارہ وفات پر ترشیاں منانا	۱۶۹	حضرت فضیل بن عیاضؒ کا ارشاد
۱۸۸	بدعات کا علمی جائزہ	۱۸۰	حضرت ذوالنون مصریؒ کا ارشاد

اہل بدعت اولیاء کی نظر میں

۱۶۹	حضرت سہیل بن عبد اللہ ترمذیؒ کا ارشاد
۱۶۹	حضرت شیخ ابراہیم بن ادھمؒ کا ارشاد
۱۶۹	حضرت شیخ بشر الحافیؒ کا ارشاد
۱۶۷	حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کا ارشاد
۱۶۸	حضرت ابراہیم خالصؒ کا ارشاد
۱۶۸	حضرت شیخ ابن عربیؒ کا ارشاد
۱۶۸	حضرت شیخ ابراہیم خالصؒ کا ارشاد
۱۶۹	حضرت فضیل بن عیاضؒ کا ارشاد
۱۸۰	حضرت ذوالنون مصریؒ کا ارشاد

بے علم مسلمانوں کی عملی بدعات

کلمہ پڑھنے میں بدعت کی راہیں

۱۹۲

① فرض نمازوں کے بعد ذکر بالجہر

۱۹۲

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایت

۱۹۲

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت

۱۹۲

انکار جہر کا اجماعی موقف

۱۹۴

مشائخ علی بدکار بریلویوں سے اختلاف

۱۹۵

ذکر بالجہر سے منع کرنا واجب ہے

۱۹۶

مدرسہ نقشبندیہ کے صدر مدرس کا فترے

۱۹۷

سجادہ نشین علی پور کی تقریظ

۱۹۹

حنیفہ کے اصول پر ذکر بالجہر کی

۲۰۰

روایت قابل استدلال نہیں۔

۲۰۰

② جنازہ کے ساتھ بلند آواز سے کلمہ پڑھنا

۲۰۱

بریلویوں کی بغیر تقلید از روش

۲۰۱

حدیث گھڑنے والے سے روایت لینا

۲۰۱

تین مقامات پر جہر منع ہے

۲۰۲

جنازہ کے موقع پر ذکر بالجہر منع

۲۰۲

نماز میں بدعت کی راہیں

① اذان میں صلوٰۃ و سلام کا اضافہ

۲۰۳

بریلوی مولوی کا طریقہ واردات

۲۰۴

ابلیس کی گمراہی زیادہ نہیں ملکی ہے

۲۰۵

شیعوں کے اضافہ اذان کا بہانہ

۲۰۵

اذان کے ساتھ درود لانے کا

۲۰۷

بریلوی استدلال از روایت ابی داؤد

۲۰۷

جربات یقیناً جہر کی جہانے اس

۲۰۸

پر جہر کا دوام بدعت ہے

۲۰۸

درود اذان کے بعد پڑھا جائے

۲۰۸

ذکر اور درود شریف میں فرق

۲۰۸

درود شریف آہستہ پڑھا جائے

۲۰۹

درود کی آواز تلبیہ سے بھی دینی ہو

۲۰۹

② اذان میں انگڑے چرنا

۲۱۲

حضرت ابو بکر صدیقؓ کے نام پر

۲۱۲

موضوع روایت سے استدلال

۲۱۳

ضعیف حدیث پر عمل کرنے کی شرط

۲۱۴

انگڑے چرنے کی سبب روایات غیر معتبر

۲۱۴

مولانا احمد رضا امجدی احمدا میں

۲۱۵

اختلاف

۲۱۵

③ قد قامت الصلوٰۃ سے پہلے

۲۱۷

کھڑے ہونے کو ناجائز ماننا

۲۱۷

شروع بخیر میں کھڑے ہونے کا حکم

۲۱۸

۲۱۹	نیزہ نا حضرت عمرؓ کا عمل	۲۱۹	چوتھی محیر کے بعد دعا صرف اس حدیث
۲۱۹	نیزہ نا حضرت عثمانؓ کا عمل	۲۱۹	میں ہے کہ ابھی سلام نہ پڑھا ہو۔
۲۲۰	کھڑے ہونے میں قد قامت الصلوٰۃ سے تاخیر نہ کی جائے۔	۲۱۹	نماز جنازہ قائبانہ صرف بایں حدیث
۲۲۰	حضرت سعید بن السدیقؒ کا قتل	۲۱۹	کہ فرض کفایہ ادا بھی نہ پڑھا ہو۔
۲۲۱	حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا قتل	۲۱۹	حضرت عبداللہ بن سلامؒ کا صحابہ سے
۲۲۱	حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا قتل	۲۱۹	سبقت بالدار نہ کرنے کی استدعا۔
۲۲۲	ترکِ مقبوسے کراہت لازم نہیں		
۲۲۲	⑤ نماز میں نیت بدلنے کا بڑی عمل		
۲۲۲	نماز میں حنبل کی طرف صرف بہت کرنا	۲۲۲	① عیدِ قبر کی بدعت
۲۲۳	حضرت کا خیال آجائے میں حرج نہیں	۲۲۳	زیارۃِ قبر اور عیدِ قبر میں فرق
۲۲۳	خیال باندھنا اور صرف بہت ممنوع ہے	۲۲۳	عیدِ قبر کی شرح از مجتہد الشرح
۲۲۳	⑤ نماز جنازہ مکعبہ میں اجتماعی دعا	۲۲۳	قبروں پر میٹے لگنے لگے ہیں
۲۲۳	حضرت مجددِ ملت ثانیؒ کی نماز جنازہ	۲۲۳	قبروں کے میٹے حرس کہلاتے ہیں
۲۲۳	میت کے لیے اُغلام سے دعا کر دے	۲۲۳	زیارۃِ قبر کے لیے دن مختار کرنے کی بحث
۲۲۳	اسکی تعمیل نماز کے اندر کی جائے۔	۲۲۳	قبروں پر حاضری کی تین صورتیں
۲۲۳	فائے تعقیب اور فائے تفریح کی تفصیل	۲۲۳	قبرِ شہداء پر سالانہ حاضری
۲۲۳	قرآنِ کریم پڑھنے سے پہلے اعوذ باللہ	۲۲۳	کی روایات بیشتر بے سند ہیں۔
۲۲۳	چیز مانگتے ہوئے پردے میں رہو	۲۲۳	تعیینِ استقامی اور انفرادی میں فرق
۲۲۳	یہ نہیں کہ بعد میں پردے میں جاؤ۔	۲۲۳	تخصیصِ اوقات اور تخصیصِ مقامات
۲۲۳	فاصلہ صوالہ الدعاء کی شرح از محدثین	۲۲۳	سفر اور تعین میں مکہ کا فرق
۲۲۳	فتہا۔ کا دعا بعد جنازہ سے منع کرنا	۲۲۳	② قبروں پر سبز شہنشاہ اور پھول

دعا اور اذان کو ایک کرنے کی کوشش ۲۵۹

قبروں پر کئے جانے والے اعمال میں { اصل سنت ہے مشک بالاباحت نہیں۔ ۲۵۸

قبر پر اذان کہنے میں اہل بدعت کا اختلاف ۱۶۱

مولانا احمد رضا خاں کا ایک اور اجتہاد ۲۶۳

اذان کے لغوی اور اصطلاحی معنی ۲۶۲

⑩ قبر پر اذان کی بدعت کب سے چلی؟ ۲۶۳

بریلوی مولویوں کے لیے نیا کام پیدا کرنا ۲۶۶

گیارہویں سہریف

عام رائج مسائل میں عوامی ذہن کا { استبار کرنا چاہیئے۔ ۲۸۶

گیارہویں کا اعتقادی پس منظر ۲۶۸

گیارہویں کا تاریخی پس منظر ۲۶۹

گیارہویں کو تاریخی استناد مہیا کرنے کی بریلوی کوشش { ۲۶۹

بریلوی علماء کے عوامی مسائل ۲۶۰

گیارہویں گیارہ کے مجموعے کا نام نہیں ۲۶۱

مولانا فضل رحیل کو ملنے والے گیارہ روپے ۲۶۲

جرمنوں کی بریلویوں سے مخالفت ۲۶۳

جرمنی میں پاگلوں کی عید کا منظر ۲۶۳

مذہب میں تخفیف پھیندوں کی تسبیح سے { ۲۶۰

③ قبر اور لیاہ کے محل عرق نگاہ سے ۲۶۱

④ قبر کے اندر چار شرعی برائیاں ۲۶۳

⑤ قبروں پر زندریں اور مفتیں ۲۶۵

حاجتیں پوری کرانے کی فہمیں ۲۶۵

مرحوم کی رضا طلبی اور تقرب کی نیت سے اس کی منت ماننا حرام ہے۔ { ۲۶۶

اس نذر کے باطل اور حرام ہونے کے وجہ ۲۶۶

اس کے حرام ہونے پر فقہ حنفی کی شہادتیں ۲۶۶

فتاویٰ عالمگیری کا فیصلہ ۲۶۶

حضرت مجدد الف ثانیؒ کا فتوے ۲۶۹

⑤ قبروں پر نذر کئے گئے بکھرے اور مر گئے ۲۶۹

⑥ مزاروں پر لٹکیوں کا چڑھاوا ۲۵۱

⑦ قبروں کے گرد طواف کرنا ۲۵۱

طواف کعبہ سے مختص ہے { اور جگہ کے طواف پر کفر کا خطرہ ۲۵۲

لاہور میں داتا صاحب کے مزار کے گرد { طواف کرنے کا بریلوی عمل ۲۵۲

⑧ قبروں اور دیواروں کو تبرکاً چھونا ۲۵۳

⑨ قبروں پر اذان دینا ۲۵۷

- ۲۶۲ مولانا احمد رضا خاں کے گیارہ روپے
 ۲۶۳ مولانا احمد رضا خاں ثواب صاحب کے پٹنگ پر
 ۲۶۴ مولانا کچھ جھوڑی خان صاحب کے پٹنگ پر
 ۲۶۵ پاکستان میں پاگلوں کے میلے سارا سال
 ۲۶۶ مسئلہ گیارہویں میں عوام و خواص کے
 دوسک، نذر و نیاز اور اعیال ثواب

عید میلاد النبی کی سالانہ تقریب

- ۲۶۷ محمود احمد رضوی کا گیارہویں کا عیدہ
 ۲۶۸ سرکار بغداد کی عوامی ندریں
 ۲۶۹ بتوں پر چڑھائی گئی ندریں حلال
 ۲۷۰ دیوی بھرائی کی نذر و نیاز کھانا
 ۲۷۱ ہولی اور دیوالی کی ندریں اگلے دن کھانا
 ۲۷۲ بریلی مولویوں کی اپنے نیلے ندریں
 ۲۷۳ جائز کرنے کی کوشش
- ۲۷۴ اجتماعی خوشی سے عید بنتی ہے
 ۲۷۵ کیا صحابہ نے اجتماعی خوشی کی؟
 ۲۷۶ اجتماعی خوشی کا رواج کب سے؟
 ۲۷۷ ولادت اور بعثت ایک ہی دن
 ۲۷۸ حضور کے لیے تنظیم قیام
 ۲۷۹ کرنا خود حضور کو ناپسند تھا
 ۲۸۰ سامنے کے قیام سے تصور کا قیام
 ۲۸۱ ایمان کے لیے زیادہ ضرر ہے

اہل میت کے ہاں دعوتیں اڑانا

- ۲۸۲ قیام تخطی کر واجب سمجھنا
 ۲۸۳ محفل میلاد غیر مقتد نے شروع کی
 ۲۸۴ علماء مقتدین کا رد عمل
 ۲۸۵ نفس ذکر ولادت مندوب ہے
 ۲۸۶ اجتماعی میلاد منانا برصغیر
 ۲۸۷ پاک و ہند میں کب آیا؟
 ۲۸۸ صحابہ کی بدعات سے نفرت
- ۲۸۹ ایام مصیبت اور دعوتوں کی مصیبت
 ۲۹۰ ایسی دعوتیں بدعت قبیحہ ہیں
 ۲۹۱ اسلام کی چودہ صدیوں کی شہادت
 ۲۹۲ علامہ شامی کا مفصلہ کن بیان
 ۲۹۳ بریلی مولویوں کے اہل میت کے ہاں
 سے کھانے کے فضول فتنے

مقدمہ

الحمد لله وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ اما بعد :-

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر آخرت پر روانہ ہونے سے پہلے صحابہؓ کو دو چیزوں سے تشک کرنے کی ہدایت فرمائی اور ضمانت دی کہ جب تک وہ ان دو چیزوں سے انحراف نہ کریں گے وہ کبھی گمراہ نہ ہوں گے — وہ دو چیزیں کیا کیا تھیں :

① کتاب اللہ اور ② سنت رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)

قرآن کے گرد امت نے پوری محنت سے حفظ و قرأت اور تفسیر کا پہرہ دیا اور اسے شریعت کا پہلا ماخذ ٹھہرایا اور اس کی ہر لفظی اور معنوی تحریف سے حفاظت کی اور آج تک یہ محنت جاری ہے۔ سنت کے گرد بھی امت نے پوری دقت سے پہرہ دیا اور بدعات کو اس حلقہٴ نور میں داخل ہونے سے پوری قوت سے ان کے آگے روک کر تمام کے بند باندھے اور آج تک یہ محنت جاری ہے۔ بدعات سنت کے حلقہٴ نور میں داخل ہونے کے چور دروازے ہیں۔

دورِ اول میں بدعات کے خلاف اٹھنے والوں میں سیدنا حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت علی المرتضیٰؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ شرفِ نبوت ہیں۔ انہوں نے دین میں داخل کی جانے والی ہر نئی بات کو علی الاعلان بدعت کہا اور کوئی مصلحت انہیں اس اظہارِ حق سے نہ روک سکی۔ فجزاھم اللہ احسن الجزاء۔

اس امت کا دوسرا ہزار شروع ہوا تو حضرت امام ربانیؒ مجد الف ثانیؒ اس پہرہ و فخر پر آئے اور اس طرح شریعت کی حفاظت فرمائی کہ بدعتِ حسہ تک کہ اس غلیظہٴ قدسیہ میں داخل نہ ہونے دیا — اور پھر ان کی راہ پر حضرت شاہ ولی اللہؒ، حضرت شاہ عبدالعزیزؒ، حضرت قاضی غلام اللہ ربانیؒ، پتیؒ اور حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ پورے عزم و مہمت سے چلے اور کتاب و سنت

کے گد مخالفت کی ایک پوری خندق کھود دی۔

اس دور آفریں اس محاذ پر فقیہ النفس حضرت مولانا رشید احمد محدث گنگوہیؒ حضرت مولانا خلیل احمد محدث سہارنپوریؒ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ اور حضرت مولانا تھانی حسن چاند پوریؒ نے اقامتِ سنت اور ردِ بدعات کی محنت کی ہے۔ یہاں تک کہ آج برصغیر پاک و ہند میں جہاں بھی آپ کو بدعت کی زباں مسدود ملیں گی اس کے چھپے آپ کو انہی حضرات کے کسی نہ کسی شاگرد یا متوسل کا ہاتھ نظر آئے گا۔ اب ان حضرات کی کامشوں سے ردِ بدعات کی بنیاد قائم ہو چکی ہے اس کے ضوابط متعین ہو چکے ہیں اور ان پر کتابیں لکھی جا چکی ہیں۔ آج آپ کو کوئی ایسی بدعت سننے میں نہ آئے گی جس کا رد نہ ہو چکا ہو اور اس پر لکھنا نہ جا چکا ہو۔ جہاں کہیں بھی کوئی بدعت ابھرا اللہ تعالیٰ نے وہیں سے کسی نہ کسی وفادارِ سنت کو اس کے مقابل لاکھڑا کیا اور اب اہل بیت کے پاس سوائے ضد کے اور کوئی وجہ نہیں رہی جس کے باعث آج بھی بعض حلقوں میں بدعات کی اندھیریاں قائم ہیں۔ تاہم ابھی اس محاذ پر اور تبلیغی کام کرنے کی ضرورت ہے۔

غلط بات پر اڑنا بنو آدم کی شان نہیں

انسان فطری طور پر آدمی ہے — یعنی آدم کے مزاج والا — کہ خدا کی محبت اور طلبِ قرب میں محکم کو نہ دیکھے۔ اپنی خواہش پر چل نکلے اور جوشِ عمل میں آگے بڑھنے لگے — اور پھر جب اس پر اسے ٹوک دیا جائے تو قریب اور انابت کے ساتھ جھکے اور اپنے اصل محکم پر آجائے — آدم مزاج وہی ہے اور آدمی اسے ہی کہتے ہیں ۔

میری افتادگی بھی میرے حق میں اس کی رحمتِ حق

کہ کرتے کرتے بھی میں نے لیا دامن ہے تمام اس کا

حضرت آدم علیہ السلام درخت کے قریب اسی طلبِ قرب میں گئے اور وہ سمجھتے تھے کہ میں اس سے دائمی قرب الہی پاؤں گا۔ بدعتی بھی سمجھتا ہے کہ میرے یہ اعمال بدعت طاعتِ خداوندی

ہیں اور قرب الہی کا ذریعہ۔۔۔ اور وہ اس حکم کو نہیں دیکھتا کہ اس کامل دین میں اب کسی کمی بیشی کی گنجائش نہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرما گئے من احدث فی امرنا هذا مالین عنہ فہودۃ او کافال
صلی اللہ علیہ وسلم۔

بریلوی کہتے ہیں حضرت آدم کا عمل اس لیے خطا ٹھہرا کہ اس پر منع وارد تھی۔ انہیں اس سے روکا گیا تھا۔ سو بدعت وہی ہے جس پر منع وارد ہو۔ ہم کہتے ہیں کہ متہارے نئے نئے اعمال طاعت جن کو تم عبادت اور نیکی سمجھ کر کرتے ہو کیا ان تمام پر من احدث فی امرنا هذا کی منع وارد نہیں؟ وہ منع جتنی تھی اور یہ منع کئی ہے وہ منع وقتی تھی اور یہ شریعت دائمی ہے جو نبی جمع و تفریق سے بالا ہے اور سنت کی رکھوالا ہے یہاں اسے ایک مضابطہ کے تحت رکھا گیا ہے کہ دین کامل مکمل ہو چکا اب اس میں تا قیامت کوئی کمی یا زیادتی نہ ہو سکے گی۔ دین میں کوئی نیا کام اسے دین سمجھتے ہوئے داخل نہیں کیا جاسکتا۔ اور ایسا کرنا دین میں بدعت کا دروازہ کھولتا ہے۔

پھر بریلوی اس بات کو کیوں بھول جاتے ہیں کہ جب آدم علیہ السلام کو اس پر تنبیہ کیا گیا تو وہ اپنی بات پر اڑے نہیں۔ قرآن تو یہ میں جھبک گئے سو اب آدمی کی فطرت یہی ہے کہ اپنی غلطی پر اڑے نہیں۔ خدا کو توبہ کے پانی سے دھو ڈالے۔ ابلیس نے حضرت آدم علیہ السلام کو مٹی سے بننے کو دیکھا لیکن آدم کی توبہ و انابت کا یہ کمال ابھی اس پر نہ کھلا تھا۔ ورنہ وہ بھی سجدہ کر دیتا۔ حضرت شیخ الاسلام لکھتے ہیں:-

جب اس غلطی کے بعد انہوں نے توبہ و انابت اختیار کی تو ابلیس لعین کو ان کے اعلیٰ کمال اور امتیازی بنجابت و شرافت کا مشاہدہ ہو گیا ہو گا۔

یاد رکھیے اہل بدعت کا اپنی بدعات پر اڑنا انہیں ہرگز آدمی فطرت نہیں رہنے دیتا۔ اپنی غلط بات پر اڑنے کا سنگ بٹینا شیطان نے رکھا تھا اور اب تک شیطان مزاج لوگ اپنی ضد کی ککیر کر بیٹھے چلے جا رہے ہیں۔

بدعت کی زینت اور رونق

وہ اعمال جن میں شریعت کی اصل نہیں اور لوگوں نے وہ خود بنا رکھے ہوں شیطان انہیں ایسی زینت اور رونق دیتا ہے کہ نادان لوگ اس کی چمک دکھ میں کھو جاتے ہیں اور حرص و لالچ کے رسیا اس کی کشش اور لپک میں گم ہوتے ہیں۔ ابلیس نے تو ان شرب الغرہ کے حضور ہی کہہ دیا تھا۔
 قال رب بما اغویتني لازيتن لمعرفي الارض ولا غويتهم اجمعين الا
 عبادك منهم المخلصين۔ (پکلا، انجیل ص ۳ آیت ۳۹)

ترجمہ اے رب تو نے مجھے جو دوسری راہ پر ڈال دیا اب میں ان انسانوں کے لیے زمین کو آزاد کر دوں گا اور ان سب کو گمراہ کر دوں گا مگر اترے مخلص بندوں کے۔
 ہندوؤں کے ہاں دسہرے کے رنگازنگ جسے مختلف ڈیزائنوں کے دیوتاؤں کے بت۔
 ہولی کے رنگازنگ کے چھینٹے — عیسائیوں کے پھولوں سے لدے کرسمس فادرز اور دیولوں
 پر لگی تصویریں اور جھنڈیاں کرسمس تقریبات کے پھلکتے جام — آتش پرستوں کے شعلہ دار
 فانوس اور لپک شعلہ بردار جلوس — شیعوں کے رنگین تقریبات اور جھنڈیوں سے لدے ڈول اور جھانج
 کے جلوس — اہل بدعت کے عرسوں کی چادریں، دسویں اور چہلم کے غلو طبعیات، جلوسوں کے
 جلوسے اور قوالوں کے نغمے — یہ وہ رونقیں اور زینتیں ہیں جو اسلاف کی طرز پر چلنے والی
 مسجدوں میں آپ کو کہیں نہ دکھائی دیں گی اور انسان ان میں کھو کر اسلام کی فطری سادگی اور اس
 اخلاص و اعتقاد کو بیکھر بھول جاتا ہے جو الہی تعلیم کی بنیاد تھی۔ پھر ان رونقوں کے ساتھ جب دنیا کی
 وجاہت اور رعب و داب بلکہ کچھ لالچ بھی شامل ہوں اور ملکوں کے صدر اور حکمران بھی عوامی تائید
 حاصل کرنے کے لیے اس طرف بڑھنے لگیں تو آسمانی ہدایت اور الہی تنظیم بیکر دم توڑ کر رہ جاتی
 ہے اور حق یہ ہے کہ شیطان نے جو کچھ کہا تھا اس نے کر دکھایا اور اولاد آدم کو بڑے بڑے
 بھلاوے دیئے۔

واذ ذین لهم الشیطان اعمالهم وقال لا غالب لکم الیوم من الناس و
آتی جبار لکم۔ (پنہ: الانفال ع ۶)

ترجمہ۔ اور جس وقت خوشنما کر دیا شیطان نے ان کی نظروں میں ان کے عملوں کو
اور بولا کوئی بھی غالب نہ ہوگا تم پر آج لوگوں میں سے اور میں تمہارا حمایتی ہوں۔

دیکھئے یہاں شیطان کس طرح ان اعمال کو زینت بنا کر دکھا رہا ہے۔ اس سے اس قریب
کی گہرائی کا پتہ چلتا ہے جو شیطان ان کے لیے کھودتا ہے۔ بہت سے عوام اور جہلاء ان مجالس
بدعت اور محافل عرس میں محض اس لیے جاتے ہیں کہ وہاں انہیں اچھے خاصے ذائقے میسر آجاتے
ہیں۔ وہاں کھانے پینے کی رونقیں لگتی ہیں۔ اور دیکھنے دکھانے کے لیے ہر رنگ کے جلوے
اور ہنرے اور طے ملانے کے کھلے مواقع اور روضے میسر آجاتے ہیں۔ دنیوی دلچسپیوں اور رونقوں
کی اچھی خاصی بہار ہوتی ہے اور نام پھر بھی دین کا جل رہا ہوتا ہے کہ جو روکے یا ٹوٹے فوراً بدعت
کا نام پائے یا سارے حالات کو دیکھ کر آنکھ چڑلے اور خاموشی سے گزر جائے۔

مسجدوں میں خاموشی اور خشیت کا سماں

اس کے بالمقابل مسجدوں اور عبادت خانوں میں کیا رکھا ہوتا ہے۔ خاموشی اور
خشیت کے سوا وہاں کچھ نظر نہیں آتا۔ مومنین «اولئک ماکان لهم ان یدخلوها الا
خائفین» کے جلوے وہاں داخل ہوتے ہیں اور وہاں کوئی سامان چمک نظر نہیں آ رہا ہوتا۔
سوا دھر کوں آئے۔ اکثریت اُدھر ہی بھاگتی ہے اور بڑی تیزی سے الہی حمد و ذکر پھاندتی
چلی جاتی ہے۔ یقین نہ آئے تو بڑی بڑی درگاہوں کے عرسوں میں جا کر خود دیکھ لیں۔ ہم کہیں گے تو
شکایت ہوگی۔

فلان کنت لا تدری فتلک مصیبة

وان کنت تدری فالمصیبة اعظم

بریلوی حب ان مجالس سے لڑتے ہیں تو رستے میں ان کی زبان پر یہ چرچے ہوتے ہیں سبحان اللہ
 بڑی روفق بحق بڑی بہار محی کھانے پینے کو بہت کچھ تھا بڑے مزے تھے۔ نئے پڑانے سب آشنا
 خوب ملے اور بار بار ملے بس و مالتی ہوں۔

بدعت کی لپک اور کشش

اہل بدعت ایسے جتنے اعمال کرتے ہیں اس اُمید میں کہ وہ کہتے ہیں کہ آخرت میں انہیں ان
 کی جزائے ملے گی اور ان کے اعتقاد میں ان کی یہ طاعت اور نیابت حق ہوتی ہے جنگلوں کے سادھو اور
 پہاڑوں کے ماسک اس اُمید میں دنیا چھوڑتے ہیں کہ وہ خدا کو راضی کر پائیں۔ لیکن وہ نہیں جانتے
 ہوتے کہ وہ دنیا اور آخرت دونوں کے گھانٹے میں جا رہے ہیں۔ خدا ان خود ساختہ اعمال کا
 سے کبھی راضی نہیں ہوتا۔

الَّذِينَ ضَلَّ سَبِيلُهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يُحْسِنُونَ اَنْهُمْ يُحْسِنُونَ

صنعا۔ (پہا، الکہف ع ۱۲)

ترجمہ جن کی کوشش دنیا میں ہی رہ گئی اور وہ سمجھتے رہے کہ خوب بنا رہے ہیں
 (آخرت کے لیے) اپنے کام۔

مفسر بیضاوی ان لوگوں کی مثال میں میثاقی لاپرواہی کو پیش کرتا ہے۔

کالرہبانیت فانہم خسروا دنیاہم و آخرتہم و ہم یحسبون اَنْهُمْ

یحسبون صنعا لعلہم یجہدوا و اعتقادہم اَنْہم علی الحق۔

ترجمہ جیسے رہبانیت کے لوگ جو اپنی دنیا میں بھی اور اپنی آخرت میں بھی گھانٹے ہیں

ہی ہے اور وہ سمجھتے رہے کہ خوب نیکیاں بنا رہے ہیں اس میں وہ خوش ہیں اور

یہی ان کا عقیدہ ہے کہ وہ حق پر ہیں اور ان کے ان عملوں سے خدا خوش ہو رہا ہے۔

تفسیر روح البیان میں ہے وفي الآية اشارة الى اهل الاهواء والبدع. اور آگے جا کر لکھتے ہیں :-

ولن هؤلاء القوم يبتعدون في العقائد ويرادون بالاعمال فلا يعود
وبال البدعة والرياء الا اليهم

ترجمہ۔ یہ لوگ اپنے عقائد مجانتے بنا چکے ہیں (پہلے پیغمبروں کے طریقے پر نہیں ہے) اور اعمال میں بھی وہ ریا کار ہیں۔ سو ان کی بدعت اور ریا کا وبال خود انہی پر پڑے گا۔ دین حق کا وہ کچھ نہ بگاڑ سکیں گے۔

اہل بدعت کے مختلف طبقات

ان اہل بدعت میں وہ بھی ہیں جنہوں نے وہ دین جو سب انبیاء سے ایک چلا آ رہا تھا اسے بدلا۔ توحید و رسالت اور آخرت دین کے بنیادی اصول ہیں۔ انہوں نے توحید کی بجائے تثلیث رست کی بجائے خدا کا بیٹا اور نجات آخرت کے لیے شریعت کی بجائے صلیب سیح کی راہ تجویز کی۔ گویا اُنہوں نے دین بدل ڈالا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد جب حضرت خاتم النبیین آئے تو آپ نے قوموں کو پھر اسی دین پر لوٹایا جو پہلے سب انبیاء کی مشترک اساس تھا اور آپ کو کہنا پڑا کہ میں کسی نئی قسم کا رسول نہیں ہوں اسی طرح کا ایک پیغمبر ہوں جیسے پہلے پیغمبر آتے رہے ہیں۔ میری رسالت کسی عہدی نوع کی نہیں ہے۔ قرآن کریم میں ہے :-

قل ما كنت بدمعان الرسل. (پتہ: الاحقاف ع ۱)

ترجمہ۔ آپ کہہ دیں میں کوئی نیا رسول نہیں آیا۔

سرمیسائی ایسے اہل بدعت بنے جن کی بدعت انہیں کفر تک لے گئی۔ ہندو ایسے اہل بدعت تھے جن کی بدعت انہیں کھٹے شرک تک لے آئی۔ وہ اپنے مندروں میں بتوں کو لے آئے کہ یہ خدا

کی عبادت میں ہمارے وسیلہ ہیں۔ یہ بُت جن بزرگوں کے نام پر بنے ہیں وہ ہمیں خدا کے قریب کر دیں گے۔ ایک بڑے خدا پر اعتقاد رکھتے ہوئے اعتقاد سے انہوں نے مندروں میں بُت لایکے اور اس الحاد نے انہیں عقیدہ توحید سے کٹھن کر دیا۔ گو وہ لاکھ کہتے رہیں کہ ہم ایک خدا کو مانتے ہیں۔ ہندوؤں اور عیسائیوں کی عقیدہ توحید میں بدعات انہیں کفر تک لے گئی ہیں۔

بدعت فی العقائد کے مجرم

پھر ان اہل بدعت میں وہ بھی ہیں جو اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں مگر بدعت فی العقائد میں وہ بھی کفر کی سرحدوں کو چھوڑ رہے ہیں۔ ان میں وہ بھی ہیں جو انسان کو خدا اپنے افعال کا خالق سمجھتے ہیں اور وہ بھی ہیں جو گناہ کبیرہ کے مرتکب کو کافر کہتے ہیں۔ وہ بھی ہیں جو موجودہ قرآن کو محرف اور مبدل سمجھتے ہیں اور اسے مخلوق جانتے ہیں اور ان میں وہ بھی ہیں جو انبیاء و اولیاء میں خدا کا اترنا مانتے ہیں اور بر ملا اپنا یہ عقیدہ بیان کرتے ہیں۔

جو مستوی عرشِ خدا ہو کر اتر پڑا وہ مدینہ میں مصطفیٰ ہو کر

یہ سب طبقے بدعت فی العقائد کے مجرم ہیں اور انہیں معتزلہ و خوارج اور شیعہ اور علویہ کے ناموں سے یاد کیا جاتا ہے۔ لیکن جو اہیت ہم نے پہلے ذکر کی ہے اس میں ان کے اعمال ضائع ہو جانے کا بیان ہے۔ اب بدعت فی الاعمال کے مرتکبین بھی اسی کھاتے میں آتے ہیں۔

الذین ضلّ سبیلهم فی الحیوة الدنیا و هم یحسبون انهم یحسنون

صنعاً۔ (پکا، الکہف)

یہ سب مجرم اسی آیت کے ذیل میں آتے ہیں جن کی کوششیں یہ ہیں دھری کی دھری رہ گئیں۔ اب اگر کوئی شخص یا طبقہ اہل سنت بھی کہلائے اور اس کے عقائد معتزلہ و خوارج اور شیعہ و علویہ کے سے بھی نہ ہوں پھر بھی اگر وہ ایسے اعمال طاعت کرتا ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام نے نہیں کئے تو وہ بھی اس ذیل میں آجاتا ہے کہ وہ لوگ دُنیا میں ایسے

اعمال کرتے رہے کہ انہیں اُمید تھی کہ آفت میں وہ ان کا صلہ پائیں گے مگر وہ ان کے اعمال نہیں رو گئے اور آگے نہ جاسکے۔

یہ لوگ بدعت فی الاعمال کے مجرم ہیں۔ یہ اس لیے کہ ان کے اعمال سنت اور صحابہؓ پہلے میں نہ ڈھلے تھے۔ یہ ان کی اپنی گھڑی ہوتی بدعات تھیں۔ سیدنا حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے ایسے لوگوں کو مرتج نفلوں میں بدعتی فرمایا۔ آپؐ نے ایک مسجد میں لوگوں کو بلند آواز سے ذکر کرتے سنا۔ ان لوگوں نے اجتماع بس اسی ذکر کے لیے کر رکھا تھا۔ آپؐ نے انہیں مسجد سے نکال دیا علامہ شامیؒ لکھتے ہیں

صحیح عن ابن مسعودؓ انه اخرج جماعة من المسجد يملكون ويصلون
على النبي صلى الله عليه وسلم وقال لهم ما اراكم الا مبتدعين۔
ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے صحیح طور پر ثابت ہو چکا ہے کہ آپؐ نے کچھ لوگوں
کو جو مسجد میں بلند آواز سے لا الہ الا اللہ اور درود شریف پڑھ رہے تھے مسجد سے
نکال دیا اور فرمایا تم تو بدعتی ہو۔

آگے بدعت کی ایک اور قسم ہے کہ اعمال کے ڈھانچے تو دی ہی ہوں جو پہلوں سے ہمیں ملے
ہیں لیکن ان کا رکھ رکھاؤ اور ظاہری اہتمام پہلے سے کچھ بدل جائے اور اس پر صحابہؓ کا عمل ثابت نہ
ہو۔ مثلاً تہجد کی نماز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ کے دور میں عام طور پر گھر پر ٹیٹھی جاتی تھی اب
اگر اسے اعلان و اہتمام کے ساتھ مسجد میں پڑھا جانے لگا اور یہ کبھی کبھار کی بات بھی نہ ہو تو کیا یہ
ایک نیا عمل نہ سمجھا جائے گا؟ کے معلوم نہیں کہ چاشت کی نماز (صلوۃ الضحیٰ) حضور صلی اللہ علیہ وسلم
سے ثابت ہے لیکن لوگوں نے جب اسے مسجد میں اہتمام سے پڑھنا شروع کیا تو سیدنا حضرت عبداللہ
بن عمرؓ نے اس کے بدعت ہونے کا فتوہ دیا۔ امام المنیرؒ حنفی حنفیہ ایک دفعہ حضرت عروہ
بن الزبیرؓ کے ساتھ مسجد میں گئے تو وہاں کیا دیکھا کہ ایک بڑا اجتماع ہے اور لوگ چاشت کی نماز پڑھ

رہے ہیں۔ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ مسجد میں حضرت ام المومنینؓ کے حجرہ کی طرف بیٹھے تھے ہم نے ان سے اس اہتمام سے مسجد میں نماز پاشت پڑھنے کے بارے میں پوچھا۔

والتاس یصلون الضحیٰ فی المسجد فسالناہ عن صلواتہما فقال بدعة۔^۱

ترجمہ۔ لوگ مسجد میں نماز پاشت پڑھ رہے تھے ہم نے آپ سے ان کی اس نماز کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا یہ بدعت ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے اس نماز کو عموماً صلوٰۃ کے تحت شمار نہ فرمایا کیونکہ یہ نماز جس خاص اہتمام اور شان سے پڑھی جا رہی تھی اس کا ثبوت تفصیلاً درکار تھا یہ نہیں کہ بات تو اس اہتمام کی ہو رہی ہو اور اس پر مطلق نماز پڑھنے کے دلائل پیش کر دیئے جائیں حضرت علامہ شاہ ولیؒ (۱۰۹۰ھ) نے اس اصول کی اس طرح وضاحت فرمائی ہے۔

ان الاصل اذا ثبت فی الجملة لا یلزم اثباتہ فی التفصیل فاذا ثبت مطلق الصلوٰۃ لا یمح منه اثبات الظہر والعصر والوتر او غیر ما حق ینص علیہ علی الخصوص۔^۲

ترجمہ۔ اصل جب اجمالی طور پر ثابت ہو جائے تو اس سے اس کی تفصیل ثابت نہیں ہوتی۔ سو جب مطلق نماز کا ثبوت ملے تو اس سے نماز ظہر یا عصر ثابت کرنا یا نماز وتر وغیرہ ثابت کرنا نہ ہو سکے گا۔ یہاں تک کہ اس خاص مسئلے پر کوئی خاص دلیل وارد ہو۔

اجمال کا ثبوت تفصیل کے دعوے کو مفید نہیں

آپ نے عام طور پر مذکور کیا ہو گا کہ جب بریلوی علماء سے دعا بعد نماز جنازہ کا حوالہ پوچھا جلتے تو وہ مسئلہ کا تفصیل سے جواب دینے کی بجائے مطلق دعا کی آیتیں اور حدیثیں پڑھنی

شروع کر دیتے ہیں اور اس خاص وقت (نماز جنازہ کے بعد) کی دعا پر حوالہ پیش نہ کر سکنے کی اپنی کمزوری کو ان عہدات کے تحت پھیلنے کی سعی کرتے ہیں اور یہ بات ان سے بھی نہیں ہوتی کہ سوال مطلق دعا کا نہیں ہو رہا، ان سے اس خاص وقت میں اس خاص بہنیت سے جماعت کے ساتھ دعا کرنے کا حوالہ پوچھا جا رہا ہے جو ان کے پاس کئی نہیں ہے۔

کے پتہ نہیں کہ تہجد کی نماز شریعت میں ایک اپنا مقام رکھتی ہے گمراہ بھی مسجد میں جماعت کے ساتھ قائم کرنا اور اس کے لیے اہتمام کرنا جائز نہیں۔ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:-

نماز تہجد را بجماعت سے گزارند۔ الاطراف و جوانب دلال وقت مردم از بلتے نماز تہجد جمع سے گردند و بجمیعہ تمام اداسے نمازند و این عمل مکروہ است، بکراہت تحریمیہ بل

ترجمہ۔ نماز تہجد کو یہ لوگ جماعت سے ادا کرتے ہیں اطراف و جوانب سے لوگ اس وقت تہجد کی نماز کے لیے آتے ہیں اور پورے اطمینان سے نماز پڑھتے ہیں یہ عمل مکروہ تحریمی ہے۔

اس سے آگے بدعت کا ایک اور انداز ہے کہ اعمال کے ڈھلچنچے اور غلطیوں کی شکلیں تو وہی ہوں جو ہمیں پہلوں سے ملے ہیں لیکن ان کے ساتھ وہ اغلاص و اعتقاد ہو جو پہلوں کا تھا یہ اس میں محض ایک دکھاوے اور رول کے لیے شامل ہو رہے ہوں۔ اب ان کے یہ اعمال بھی جو اپنی اصل میں ثابت تھے اسی فرق نیت سے بدعت بن جائیں گے۔

ان کے ڈھانچے گودھی رکھے مگر اندر وہ روج نہیں رہی جو انہیں سنت کا نام دینے سے روکتی تھی۔ اب یہ ریاکار کسی دوسرے میں اہل سنت کہلانے کے مستحق نہیں یہ اہل بدعت کی کمزور ترین نوع ہے۔

ریا کار کے نیک اعمال سرگزا گئے نہ جاسکیں گے۔ اہل بدعت اور اہل ریا میں ایک انجم کو جاپہنچے اور حق یہ ہے کہ بدعت میں خود ریا کاری چھپی ہوئی ہے۔ آپ تفسیر روح البیان کی یہ عبارت پڑھ آئے ہیں:-

ان هؤلاء القوم یبتدعون فی العقائد ویؤثرون بالاعمال فلا یعود وبال
المبدعۃ والریا الا الیہود

ترجمہ یہ وہ لوگ ہیں جو عقائد میں نئی نئی راہوں پر آئیکے اور یہ ان کے دکھاوے کے اعمال ہیں سو بدعت اور ریا کا وبال خود انہی پر ٹوٹتا ہے

قرآن پاک کی رو سے ضائع ہونے والے اعمال

ہم اب وہ پوری آیت پچھلی آیات کے ساتھ آپ کے سامنے پیش کرتے ہیں جس کے تحت صاحب روح البیان نے مذکورہ بالا بات کہی ہے۔

قل مل ننتبکم بالآخرین اعمالہ الذین ضلّ سبیلہم فی الحیوۃ
الدنیاء وہ یحسبون انہم یحسنون صنعاً اولئک الذین کنوا
بآیات ربہم ولفقائہ فحبطت اعمالہم فلا تقیم لہم یوم القیمۃ
وزنہ (پ:، الکہف)

ترجمہ آپ کہیں کیا میں تمہیں ان کی بات بتاؤں جن کا کیا ہوا اکارت ہی گیا یہ وہ لوگ ہیں جن کی کوششیں بس یہیں دھڑکی رہ گئیں اور وہ سمجھتے (ہے کہ وہ نیکیوں کے کام کر رہے ہیں یہ وہی لوگ ہیں جو اپنے رب کی نشانیں اور اس سے ملنے کے منکر ہوئے سو ان کے اعمال برباد گئے ہم انہیں قیامت کے دن (تراویں) کوئی وزن نہ دیں گے

رفع تعارض

وہم بحسبون انہم یحسنون صنعاً سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ یہ اعمال اس نیت سے بجا لاتے ہیں کہ آخرت میں انہیں ان کا صلے کا مغزین بھی یہاں ایسا ہی لکھا ہے۔
یعنی یعملون عملاً ینفعہم فی الآخرة۔

ترجمہ: آیت میں مراد یہ ہے کہ وہ یہ عمل (اس خیال سے) کرتے رہے کہ یہ انہیں آخرت میں نفع دیں گے۔

اس سے پتہ چلتا ہے کہ وہ آخرت پر یقین رکھنے والے لوگ تھے اور وہ مانتے تھے کہ ایک دن انہیں خدا کے حضور میں پیش ہونا ہے۔ امام فخر الدین رازی (۷۲۶) بھی لکھتے ہیں:-
والاصل ان یتال ہوالذی یأتی بالاعمال یظنہا طاعات وہی فی انفسہا معاصی وان کانت طاعات لکنہا لا تقبل منہم لاجل کفرہم فاوئلک انما اتوا بتلک الاعمال لرجاء الثواب۔

ترجمہ: بات یہ ہے کہ وہ لوگ یہ اعمال اس گمان میں کرتے تھے کہ یہ نیکیاں ہیں اور وہ کام اپنی ذات میں گناہ تھے اور اگر وہ نیکیاں بھی ہوں لیکن وہ ان کے کفر کے باعث لائق قبول نہ تھیں۔ سو یہ وہ لوگ ہیں جو ثواب کی امید پر یہ اعمال کرتے رہے شیخ مغزین علامہ عیاضی اور طبرسی لکھتے ہیں کہ ابن کرام نے حضرت علیؑ سے اس آیت کے بارے میں پوچھا تو آپؑ نے اس کے جملہ کفر و ابایات و تبہ کے بارے میں فرمایا:-

اولک اهل الکتاب کفروا بنہم وابتدعوا فی دینہم فحطت اعمالہم و
ما اهل النہر منہم ببخید۔

ترجمہ: اس سے مراد اہل کتاب ہیں جنہوں نے اپنے رب کی کتاب کا انکار کیا اور

اپنے دین میں بدعات پیدا کر لیں۔ ان کے نیک اعمال ضائع گئے اور خوارج بھی ان لوگوں سے کچھ زیادہ دور نہیں رہے۔

حضرت ابن عباسؓ سے بھی یہی منقول ہے کہ اس سے مراد اہل کتاب ہیں اور ظاہر ہے کہ وہ بعثت اور آخرت کے منکروں تھے۔

اس کے ساتھ دوسری آیت الذین کفروا بآیات ربہم ولعائنہم بتانی ہے کہ وہ خدائی آیات کے منکر تھے اور معاد کے قائل نہ تھے۔ سو یہ کھلے کافروں کا بیان ہے۔ ان لوگوں کا بیان نہیں جو دین حق کو مان کر پھر اس میں بدعت کی راہیں نکالتے ہیں۔ اس ظاہری تقاض کو رفع کرنے کے لیے مفسرین نے دوسری آیت میں تاویل کی ہے کہ یہاں یہ کفروا بآیات ربہم سے مراد معاد اور آخرت کا کھلا انکار نہیں۔ آیات الہیہ کے ان دلائل کو پس پشت کرنا ہے جو اُبدی سچائی کا پتہ دیتے ہیں۔ جب طاعت اعمال اللہ بھی اسی کا قرینہ ہے۔ کیونکہ منکرین بعثت کے اعمال نے تو وجود ہی نہ پکڑا تھا۔ یہاں ان اہل بدعت کا بیان ہے جن کے اعمال میں سنت کے موافق نہ ہونے کے باعث وزن نہ آسکا۔ منکرین معاد کا تو کوئی عمل (آخرت کے لیے) وجود میں ہی نہیں آتا۔ وہ کوئی کام اس اُمید سے نہیں کرتے کہ یہ عمل آگے ان کے کام آئے گا۔ سو یہاں کفروا بآیات ربہم سے (آخرت کے) کھلے منکر مراد نہیں ہیں۔

حضرت مصعب بن سعدؓ (۱۰۲ھ) نے اپنے والد حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم سے دریافت کیا کہ اس آیت میں خوارج کا حکم بیان کیا گیا ہے۔ آپ نے فرمایا: یہاں یہود و نصاریٰ مراد ہیں۔ یہ دونوں بعثت اور آخرت کے منکر نہ تھے۔

یہود و نصاریٰ اور خوارج میں سے کوئی بھی خدا اور آخرت و معاد کا منکر نہیں۔ یہ سوال و جواب بتاتا ہے کہ یہاں کفروا بآیات ربہم ولعائنہم کو اس کے ظاہر پر نہیں رکھا گیا۔ بلکہ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو آیات الہی کے ان دلائل کو دل میں جگہ نہ دیتے تھے جن سے حق کا چہرہ بکھرتا ہے اور بس یہی ان کا کفر تھا۔

امام بخاریؒ کتاب التفسیر میں نقل کرتے ہیں :-

عن مصعب قال سألت ابي قال هل ننبئكم بالافسرين اعمالهم
المحروسة قال لا هم اليهود والنصارى^۱

ترجمہ: حضرت مصعبؓ سے مروی ہے کہ میں نے اپنے باپ سے اس آیت کے متعلق
پوچھا کیا اس میں خارجیوں کا حکم بیان کیا گیا ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں یہاں یہود
و نصاریٰ مراد ہیں۔

حضرت علی المرتضیٰؑ اور منیر حسین صاحب (۱۳۷۲ھ) سے روایت ہے کہ اس آیت میں
خوارج کا حکم بیان کیا گیا ہے۔

خوارج کو اپنے عملوں پر ناز تھا اور ان کے عملوں کا یہ ظاہری رکھ رکھاؤ خود آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کی ایک بیٹی کو بھی منقول ہے۔ حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ کے بیٹے ابوسلمہؓ اور عطاء بن یسارؓ
حضرت ابوسعید الخدردی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آئے اور خوارج کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے
فرمایا میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے :-

يخرج في هذه الامة قوم تحقرون صلواتكم مع صلواتهم يقرأون القرآن
لا يعاوذ حناجرهم يحققون من الدين كمروق السهم من الرمية^۲

ترجمہ: اس امت میں ایک گروہ ہوگا کہ قرآن کی نمازوں کو دیکھ کر اپنی نمازوں کو کمزور
سمجھ گئے۔ وہ قرآن پڑھیں گے مگر وہ ان کی جھڑوہ رگ سے آگے نہ بڑھے گا۔ وہ دین سے
اس طرح نکل جائیں گے جیسے تیر شکار کو چھید کر آگے نکل جاتا ہے۔

خوارج

یہ لوگ پہلے حضرت علی المرتضیٰؑ کے گروہ میں شامل تھے پھر تنگ مضیق کے آخر میں انہوں نے

تحکیم کے موضوع پر حضرت علیؑ سے اختلاف کیا۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ اس وقت شیعان علیؑ (آپ کے سامعی) آپ کو مامور من الشراہم نہ سمجھتے تھے۔ ورنہ قدم قدم پر وہ آپ سے اختلاف نہ کرتے جب یہ لوگ حضرت علیؑ سے علیحدہ ہوئے تو یہ خارجی کہلائے۔ یہ حضرت علیؑ اور حضرت معاویہؓ کے خلاف تھے اور وہ فہل کو کافر کہتے تھے۔ ان کا عقیدہ تھا کہ گناہ کبیرہ کے ارتکاب سے انسان کافر ہو جاتا ہے۔ اعمال کا ظاہری اہتمام ان کے ہاں بہت تھا۔ خارجیوں کا یہ تعارف نہیں کہ وہ صرف حضرت علیؑ رضی اللہ عنہ کو بُرا کہتے ہیں بلکہ حضرت معاویہؓ کو بھی وہ برابر کافر سمجھتے تھے اور وہ صرف اپنے اعمال پر نازاں تھے۔ سو صرف حضرت علیؑ کو بُرا کہنے والے خارجی نہیں نامی ہوتے ہیں۔

قرآن کریم میں اعمال کی ظاہری شان و شوکت کو اسی مقام پر رد کیا گیا ہے۔ سو حضرت علیؑ رضی اللہ عنہ کے نزدیک اس آیت کا مصداق یہی لوگ ہیں جو اپنے اعمال کے ظاہری رنم رکھنا تو میں کھو گئے اور سمجھتے رہے کہ وہ ان اعمال کی جزا آخرت میں پالیں گے۔ یہ لوگ حقیقت میں آیات الہی کے ان دلائل کے منکر تھے جو قرآن کریم مومنین کے دلوں میں بٹھانا چاہتا ہے۔

ما قلنا بن کثیر الدمشقی (۴م، ۵م) کہتے ہیں:-

وقال علی بن ابی طالب والضعفاء وغیر واحدہم المحروریۃ ومعنی هذا
عن علی ان هذه الآية الکومیۃ تشمل المحروریۃ کما تشمل الیہود والنصار
لانہما نزلت فی هؤلاء علی المخصوص وانما هی عامۃ فی کل من عبد الله
علی غیر طریقۃ مرضیۃ بحسب انہ مصیب فیہا وان عملہ مقبول
وهو مخطی و عملہ محدود۔

ترجمہ: حضرت علیؑ مخالف اور دوسرے کئی منسبین نے اس سے خارج ہی مراد لیے ہیں اور حضرت علیؑ سے اس آیت شریفہ کا یہی مفہوم منتقل ہے کہ یہ بات جس طرح یہود و نصاریٰ کے کو شامل ہے خارجیوں کو بھی شامل ہے۔ آپ کی یہ مراد نہیں کہ

یہ آیت خاص خوارج کے متعلق آتری ہے یہ آیت ہر اس شخص کو عام ہے جو اللہ کی عبادت اس کے بتائے طریقے پر نہ کرے (اپنے طریقے مگرے) اور سمجھے کہ وہ درست کر رہا ہے اور اس کا یہ عمل مقبول ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ خدا کا ہے اور اس کا یہ (بدعت کا) عمل مردود ہے۔

حافظ ابن حجر مقلاتیؒ (۸۵۲ھ) لکھتے ہیں:-

محدث عبدالرزاق روایت کرتے ہیں ابن الکواثر نے حضرت علیؑ سے پوچھا بالآخرین اعمال سے کون لوگ مراد ہیں۔ آپ نے فرمایا: وذلک منہم اہل حرد وراہ (تجھے کیا ہوا یہ خوارج ہیں جن کے اعمال ضائع ہوئے) اس کے بعد ہے:-

ولعل هذا هو السبب في سوال المصعب اياه عن ذلك وليس الذم قاله

على ببعيد لان اللفظ يتناول له وان كان السبب مخصوصا بـ

اس کے بعد ابن الجوزی سے بھی یہ عبارت نقل کی ہے:-

انهم تعبدوا على غير اصل فابتدعوا ففسدوا الاعمال والاعمال

ترجمہ: ان لوگوں نے اصل بنیاد کے خلاف ہنگامی کی بدعات مگر لیں اور اپنی عمروں اور اپنے اعمال کو گھانا دیا۔

ان تفصیلات سے یہ بات کھل کر سامنے آتی ہے کہ یہاں ان لوگوں کے اعمال مردود بتائے

گئے ہیں جو انہیں اسی امید سے سجالاتے ہیں کہ یہ آخرت میں ان کے کام آئیں گے مگر وہ ان کے کام پیمانہ منت کے مطابق نہیں ہوتے، بدعات ہوتے ہیں۔ ان کے متعلق خبر دی گئی ہے کہ آخرت کے ترازو میں ان اعمال میں کوئی وزن نہ آئے گا۔

اس دنیا میں چیزوں میں وزن کشش زمین سے آتا ہے جتنی کوئی چیز زمین سے دور ہوتی ہے

اس کا وزن کم ہوتا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ ایک مقام پر جا کہ چیزیں اپنا وزن چھوڑ دیتی ہیں، آخرت میں

اعمال میں وزن اُن کے موافق سنت ہونے کی بناء پر ہوگا اور جو اعمال حضورؐ اور صحابہؓ کی موافقت میں ہیں نہ ہوں گے ان میں کوئی وزن نہ آ پائے گا۔

اعمال کی مختلف قسمیں

① اعمال دُنیا

یہ وہ کام ہیں جو انسان دُنیا کے لیے کرتا ہے جیسے تجارت، ذراعت، ملازمت، صنعت اور مزدوری وغیرہ ان کے ملا اور جزا کی اسے یہیں امید ہوتی ہے نہ کہ آخرت میں۔ نہ آخرت کے لیے اس نے یہ کام کئے نہ آخرت میں ان کے صلے کی اسے کوئی امید بندھی تھی یہاں کے یہ اعمال بس یہیں کے لیے کیے گئے اور وہ یہیں رہ جاتے ہیں آگے نہیں جلتے۔

② اعمال آخرت

یہ وہ کام ہیں جن کے صلے کی انسان کو آخرت میں امید لگی ہوتی ہے۔ وہ اسی امید میں نیکیوں پر نیکیاں کرتا چلا جاتا ہے کہ ایک دن آئے گا جب وہ ان نیکیوں کی جزا پالے گا۔ آخرت کے لیے کیے گئے یہ اعمال پھر دو قسم کے ہیں۔

①— بدعات

یہ وہ اعمال ہیں جو حضورؐ اور صحابہؓ کرامؓ کے پیما نہ عمل میں کبھی نہ آئے تھے بلکہ لوگوں نے خود بنالیے۔ اور امید پھر بھی ہے کہ یہ آخرت میں ان کے کام آئیں گے۔

②— اعمال طاعات

یہ وہ اعمال ہیں جو حضورؐ کی سنت اور صحابہؓ کرامؓ کے طریقے کے مطابق کئے گئے۔ اعمال گویا تین قسم کے ہوتے۔

① ایک وہ جن کی محنت یہاں اور صلہ بھی یہاں ملے گا یہ اعمال دنیا ہیں۔

② دوسرے وہ جن کی محنت یہاں (دنیا میں)، اور جزاء و صلہ وہاں (آخرت میں) ملے گا، یہ اعمال طاعت ہیں جو پیمانہ سنت کے مطابق کیے گئے۔

③ تیسرے وہ اعمال ہیں جن کی محنت یہاں گمان کی جزاء نہ یہاں نہ وہاں — یہاں اس لیے نہیں کہ وہ کئے ہی آخرت کے لیے گئے تھے اور وہاں (آخرت میں) اس لیے نہیں کہ وہ اعمال پیمانہ سنت پر پورے نہ اترے نہ وہ صحابہ کے مانچے میں ڈھلے تھے بدعت کی تعلیم نے انہیں اٹھنے ہی نہ دیا تھا۔ الشرب العزت کے حضور تو پاک کلمے ہی اور پڑھتے ہیں نہ کہ مند سے اختیار کی گئیں بدعات اور ان کے شور و غصے۔

الیہ یصعد الکلم الطیب والعمل الصالح میں فعدہ۔ (پہلا، فاطر ع ۲)

ترجمہ۔ اسی کی طرف چڑھتا ہے پاک کلام اور کام نیک اس کو اٹھا لیتا ہے۔

یعنی صرف نیک باتیں الشرب العزت کی طرف نہ جاتی ہیں اور دوسرے اعمال صالحہ جو سنت کے مطابق ہوں، انہیں اٹھنے میں سہارا دیتے ہیں۔ سو بدعت کے اعمال بس صرف یہیں کے یہیں وہ جائیں گے آگے نہ جا سکیں گے اور اہل بدعت بس یہیں ہاتھ ملتے رہیں گے۔ انہی کا حال یہاں بیان کیا گیا ہے۔

الذین ضلّ سعيهم في الحياة الدنيا وهم يحسبون أنهم يحسنون

حسنا۔ (پہلا، الکہف ع ۱۲)

ترجمہ۔ وہ لوگ جن کی کوششیں یہیں دھری کی دھری رہ گئیں اور وہ سمجھتے رہے کہ وہ نیکیاں بنا رہے ہیں۔

جو عمل پیمانہ سنت پر نہ ڈھلا ہو اور اسے کاربیر اور نیکی سمجھ کر کیا جائے اس کا ثمر آخرت

میں اندھیرے کے سوا اور کچھ نہ ہو گا۔ یہ نور سنت ہے جس کی چمک اس جہان کی سرحدوں سے آگے بھی روشنی دے گی۔

اسلام دین کامل ہے اور پیامہ سنت پر نئی پیدا ہونے والی دینی ضرورت کو پیدا کرنے کے لیے اصولاً لبر نیہ ہے۔ ہمیں کہیں اور مردود دیکھنے کی ضرورت نہیں — حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم قیامت تک کے لیے اللہ کے رسول ہیں۔ آپ کے بعد نہ کسی نئے نبی کی آمد ہے نہ اختلا — سو اس دین میں کسی اختلاف کی گنجائش نہیں۔ نہ اس میں کسی کلمی کا کوئی احتمال ہے جس نے بھی اس دین میں کوئی نئی بات داخل کی جو اس میں سے نہ تھی تو اس کا یہ عمل مردود ہے۔ آپ خود فرما گئے۔

من احدث فی امرنا هذا مالئ منہ فہورۃ۔

جو شخص دین کی کوئی بات کرتا ہے جو دین کی نہیں مالئ منہ اس پر پوری طرح منطبق ہے تو کیا اُس نے اللہ تعالیٰ پر افتراء نہیں کیا؟ دین کی بات تو اللہ تعالیٰ سے ہی نسبت رکھتی ہے تو اپنی طرف سے کوئی دین کی بات بتانا اللہ اور اس کے رسول برحق پر افتراء کرنا ہے۔

ولا تقولوا لما تصف السنتک الذکب هذا احلال و هذا احرام لغتوا

علی اللہ الذکب۔ (پچا، الغلج)

ترجمہ۔ اور نہ کہو اپنی زبانوں کے جھوٹ بنانے سے کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام۔ یہ تو اللہ تعالیٰ پر افتراء باندھنا ہوا۔

ما نظر ابن کثیرؒ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

ویدخل فی هذا کل من ابتدع بدعۃ لیس لہ فیہا مستند شرعی۔

ترجمہ۔ اور اس حکم میں ہر وہ شخص داخل ہے جس نے کوئی بدعت گھڑی ہے جس کے لیے کوئی مستند شرعی (دلیل ہو یا تفسیر) موجود نہیں۔

بدعت کے سمجھنے کے پانچ مبادی

بدعت کی تعریف سے پہلے یہ پانچ اُحمد ذہن میں رہیں تاکہ صحیح بات تک پہنچنے میں ہم

خطائی انکار اور غلط بحث سے بچ سکیں۔

① بدعت کی یہ بحث تمام طب شرعی میں ہے۔ یہ نفاذ اگر کہیں محتاط نفی میں استعمال ہوا ہو یا محتاط عرفی میں، تو اس سے ہمیں بچ کر نگھانا ہو گا۔

② بدعت کا مفہوم کس کے بالمقابل ہے؟ الاشیاء تعرف باحد ادھا یہ سنت کے بالمقابل ہے اور سنت سے مراد حضرت خاتم النبیین اور خلفائے راشدین کی سنت ہے۔

③ بدعت کا موضوع تعبدی امور ہیں یعنی وہ کام جو نیکی سمجھ کر کئے جاتے ہیں دنیوی ایجابات اس کا موضوع نہیں۔ جو انسان اپنی سہولت کے لیے بنانا اور استعمال کرتا ہے۔

④ بدعت کی حد صحابہؓ کے بعد سے شروع ہوتی ہے۔ ان کے اپنے عمل بہائے لیے آفتاب رسالت کی ہی روشنی ہیں۔ ہر وہ کام جسے صحابہؓ نے نیکی نہیں سمجھا وہ نیکی نہیں ہو سکتا۔

⑤ بدعت کا تعلق مسائل سے ہے فرائع سے نہیں۔ مسائل کے لیے نئے فرائع حاصل ہو سکتے ہیں۔ قرآن کریم صحیح پڑھنا دین کا مسئلہ ہے۔ مجلی لوگ قرآن کریم صحیح پڑھ سکیں ان کے لیے قرآن کے الفاظ پر زیریں زبریں لگانا مسائل میں سے نہیں فرائع میں سے ہے۔ مدارس کا موجودہ نظام کلاسوں کی ترتیب یہ سب دینی تعلیم کے فرائع میں سے ہیں خود مسائل نہیں۔

ان پانچ مباحث سے نکل کر جو چیز بدعت ٹھہرے گی وہ بدعت شرعیہ ہے جس سے کچھ فائدہ نہیں ہے۔ یہ واقعی دین میں ایک اضافہ ہے اور مسلمانوں کے ذمہ ہے ہر ایسے عمل کو مردود ٹھہرائیں اور یہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے۔

من احدث فی امرنا هذا مالس منه فمردود۔ اوکا قال صلی اللہ علیہ وسلم

مالس منه — جو اس میں سے نہیں — دین میں سے نہیں — کے الفاظ ترجمہ طلب

ہیں۔ یعنی اگر وہ کام اس شکل میں شریعت میں موجود نہ ہو۔ لیکن اس کی اصل دین میں موجود ہو اور یہ کام اس سے مستنبط ہو یہ اس صورت میں بدعت شمار نہ ہو گا۔ بدعت شرعیہ وہ ہے جس کے لیے کتاب و سنت میں نہ کوئی دلیل ہو نہ کوئی نظیر ہو جس عمل کا مانع (ظہیر بالمعنی الاثم) شریعت میں موجود ہو

وہ بدعت نہیں اور مجتہد کے لیے اس سے استنباط جائز ہے۔ علامہ شامیؒ (۹۰ ص) لکھتے ہیں:-

ليس من شأن العلماء اطلاق لفظ البدعة على الفروع المستنبطة التي
لولا تكن في ما سلف وان دقت مسائلها.

ترجمہ: علماء کو نہ چاہیے کہ وہ فقہی فروع کو جو کتاب و سنت سے مستفاد ہوں اور پہلے
سے موجود نہ ہوں گو کتنی دقیق کیوں نہ ہوں بدعت کہیں۔

بدعت وہی ہے جس پر مالیس منہ کے الفاظ ٹھیک بیٹھ سکیں اور وہ چیز اصلاً اور استنباطاً
کسی طرح دین میں سے نہ ہو۔ اجتہاد اور استنباط کتاب و سنت کی گہرائیوں سے صرف نظر نہیں مثبت
نہیں۔ مجتہد کی وقت نافر سے شریعت کے فروع صرف کھنتے ہیں ایجاد نہیں ہوتے۔ حضرت امام
ربانی مجدد الف ثانیؒ لکھتے ہیں:-

اما القياس والاجتهاد فليس من البدعة في شيء فانه مظهر بمعنى النصوص
لا مثبت امر فاضد.

ترجمہ: قیاس اور استنباط کسی طرح بدعت نہیں کیونکہ وہ نصوص میں چھپے معنی کا مظہر ہے
کسی نئی چیز کو ثابت نہیں کر رہا۔

مجتہد کے استنباط کے بارے میں آپ صراحت سے لکھتے ہیں کہ یہ مالیس منہ کے
قبیل سے نہیں ہے۔

جو چیز بدعت نہ ہو وہ بدعت کیسے بنتی ہے

① شریعت نے کسی عمل کو کسی اور عمل سے خاص کیا ہو جیسے اذان کو نماز سے یا نو مولود کے کان
سے۔ اب اگر کوئی شخص اسے ان مظان شرعیہ سے نکال کر اسے عام عبادت کے درجے میں

لے نفس ذکر ولادت مندوب ہے اس میں کلامت قیود کے سبب سے آتی ہے۔ فتاویٰ رشیدیہ ص ۱۴
لے الاعتصام جلد ۱ ص ۲۵ لے مکتوبات دفتر مکتوبہ لے دیکھئے مکتوبات دفتر دوم ص ۲۱

لانا ہے یا اس میں کوئی اضافہ کرتا ہے تو اب یہ عمل سنت نہ رہے گا بدعت ہو جائے گا۔

② اسلام کی کسی نیکی کو ایسے وقت سے خاص کر دیتا جس کے لیے شریعت میں کوئی اصل وارڈ نہیں اور یہ اس عمل کو اس وقت سے خاص کرنے والا مجتہد بھی نہیں کہ اس نے کسی دوسری علت کو دالیا ہو۔ بلکہ مطلق متعلق ہے تو اس کا یہ عمل استنباط نہیں ایجاد سمجھا جائے گا۔ کیونکہ استنباط کرنا مجتہد کا کام تھا۔

③ نیک اعمال یا کارنامہ بطور پرہیز یا لانا

ان اعمال کا مجموعہ حکم تو یہ ہے کہ یہ حرام ہیں مگر ان شریف پڑھنا محدود و شریف پڑھنا نوافل پڑھنا۔ اور ذکر و اذکار اگر محض دکھاوے کے لیے ہوں تو یہ عمل حرام ہیں، لیکن ان دکھاوے کی مجلسوں اور پڑھنی محفلوں کو اگر ساتھ دین بھی سمجھا جائے لگے تو یہ اعمال ساتھ بدعات بھی بن جائیں گے علما نے اس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر میلاد اور آپ کے نسل و نسب کے بیان کو مستحب لکھا ہے، لیکن اسے بھی اگر آپ کے یوم پیدائش سے خاص کیا جائے اور اسے بیان و عمل کی بجائے چراغاں کر کے منایا جائے تو اب یہ مستحب نہ رہے گا۔ (دیکھئے فتاویٰ رشیدیہ جلد ۲۲، براہین قاطعہ ص)

④ نئے حالات میں دین کے تقاضوں کو نئی شکل دینا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت شریعت کا ایک بنیادی تقاضا ہے۔ کوئی شخص اس وقت تک کامل الایمان نہیں ہو سکتا جب تک آپ کی محبت اس کے دل میں مسب سے زیادہ نہ ہو، لیکن اس اظہار محبت کے لیے اگر وہ ایسی باتیں بناتا ہے جو صحابہؓ کے دور میں نہ تھیں (جیسے محفل میں مٹھائی رکھ کر کہنا کہ اب حضورؐ یہاں آگئے ہیں اور پھر اچانک آپ کی تعلیم کے لیے اٹھ کھڑے ہونا اور پھر پوری مجلس میں شور ہو جانا کہ حضورؐ تشریف لے آئے ہیں، تو اس کی اظہار محبت کی یہ ادائیگی اس نئی شکل میں ہرگز دین نہ بن سکیں گی بدعات سمجھی جائیں گی۔

⑤ اپنے پیروں کے مشرب کو مذہب بنالینا

پیروں کو اپنے مریدوں کے روحانی امراض کو دور کرنے کے لیے اُن کے حسب حال کوئی

عمل یا وظیفہ لازم ٹھہراتے ہیں یہ لازم کرنا بطور صلاح ہوتا ہے اس کی کوئی شرعی حیثیت نہیں ہوتی۔ ان کے اس مشرب کو مذہب سمجھ لینا اور انہیں اس ترقیب اور تعین سے دین سمجھنا یہ اپنے پیروں کے عمل کو تشرعی حیثیت دینا ہے جب لوگ اپنے پیروں کے عمل کو امام ابوحنیفہؒ کے فیصلوں کے درجے میں لینے لگیں تو یہ بدعت کی مدشروع ہو جائے گی۔

حضورؐ کے وقت کی قائم شدہ سنتوں میں اگر کسی اختلاف کی گنجائش ہے تو وہ صرف عمل راشدین ہے اور وہ بھی از خود نہیں۔ حضرت خاتم النبیینؐ کے کہنے سے امت کے لیے محبت اور حسد بنا ہے اور حضورؐ کا کہنا خود اسلام ہے اور ظاہر ہے کہ یہ کوئی اضافہ نہیں۔ ایک خریفہ عادلہ ہے جو عمل میں سنت قائمہ کا قیام ہے گو اس کی اصل اہیت ٹکڑ اور سنت قائمہ میں موجود کیوں نہ ہو عمل میں وہ ان کے برابر کا مانند ہے۔

ان تفصیلات سے آپ کے سامنے بدعت شرعی کی حقیقت کچھ واضح ہو گئی ہوگی لیکن نام کتاب دہرگا اگر ہم اس موضوع کو ان تین مختلف عنوانوں سے بھی سمجھنے کی کوشش کریں۔

① — نعمت البدعہ ② — بدعت حسنہ ③ — بدعت شرعیہ

اس تقابل سے بدعت شرعی کی حقیقت اور مکمل کر آپ کے سامنے آجائے گی۔ وهو المستعان
وعلیہ التکلیل۔

① نعمت البدعۃ کا مفہوم

”مکی ہستی سنتوں کو دوبارہ لانا یا زندہ کرنا۔ یہ حقیقت میں کوئی اضافہ نہیں بات وہی ہے جو پہلے کبھی موجود تھی اسے پھر سے لانا کوئی نئی چیز نہیں۔ یہ صرف صحت نئی بات ہے۔

مثال : حضورؐ نے تراویح کی عبادت مسجد میں جماعت کے ساتھ پڑھی اور پھر کسی مصیبت کے لیے چھوڑ دی صحابہ کرامؓ نے طے طور پر مسجد میں چھٹی چھٹی جماعتوں میں تراویح پڑھتے رہے۔ حضرت عمرؓ نے اس کی کوئی ہستی سنت کو (سب کا ایک جماعت سے تراویح پڑھنا) پھر سے قائم کر دیا یہ کسی طرح بدعت

میں۔ البتہ وقت کے لحاظ سے یہ ایک نئی بات ہے۔ اس جہت سے اسے نعمۃ الہیہ کہہ سکتے ہیں تاہم شرعی یقینیت سے اسے سنت کہا جائے گا بدعت نہیں۔

نعمت الہیہ قدر کی ہوئی سنت کو دوبارہ قائم کرنے کا نام ہے۔ پھر اس میں بھی حضرت عمرؓ کی امتیازاً ملاحظہ ہو کہ اس پر بھی صحابہؓ سے مشورہ کیا اور جب تک سب نے اس سے اتفاق نہیں کیا تب نے اس کی ہوئی سنت کو پھر سے قائم نہیں کیا۔ جب سب نے اتفاق کر لیا تو اب اسے اجماع صحابہؓ کا موجب بھی حاصل ہو گیا جو اپنی بک خود جماعت ہے۔

ہاں جو چیز سرے سے موجود ہی نہ ہو نہ کسی نے پہلوں میں سے اسے کیا ہو اسے وجود میں لانا واقعی ایک اضافہ ہے اور اس کامل دین میں اب کسی اضافے کی ہرگز گنجائش نہیں ہے۔

② بدعتِ حسنہ کا مفہوم

بدعتِ حسنہ بدعتِ سنیہ کا مقابل نقطہ ہے۔ اگر کسی جگہ کوئی بدعتِ سنیہ قائم ہو تو اسے ہٹا کر اس کی جگہ کسی اخف بدعت کو لے آنا بدعتِ حسنہ ہے۔ یہ اپنی ذات میں تو بدعت ہے جس کی اسلام میں کوئی گنجائش نہیں لیکن اپنی مصطلک کے لحاظ سے یہ حسنہ ہے۔ کیونکہ اس نے ایک بُری بُرائی کو ختم کیا ہے یا کرنا ہے۔

مثال: مصر میں فاطمی خلفائے اذان میں اپنے لیے سلام کا اضافہ کر دیا تھا۔ متوفیوں و مردِ فہم کہتا۔ السلام علی الملک الظاہر لوگ اس سے اُنوس ہو چکے تھے سلطان صلاح الدین ایوبیؒ نے جب ان پر فتح پائی تو اس نے اسے بدل کر السلام علی رسول اللہ کر دیا۔ تاکہ اس جملے کے خلاف کوئی پُرانے جملے کو پھر سے لانے کا خواب بھی نہ دیکھ سکے۔ سلطان نے نہ چاہا کہ اس بدعت کو یکسر ختم کہے وہ وہاں کوئی شہرِ بریں برپا کر لے۔ حضرت پر سلام اپنی ذات میں کوئی بُری بات نہ تھی۔ اسے اذان میں لے آنا صرف ایک وقتی مصطلک کے لیے تھا۔ ایک بدعتِ سنیہ کے خاتمہ کے لیے تھا اور جب وہ دوبارہ متبرہ جاتا رہا تو پھر اذان کو ہر سلام بدعت سے خالی کر لیا گیا اور اب وہی اذان رہ گئی جو حضرت بلالؓ دیتے تھے

بدعتِ حسنہ میں حسن اپنی ذات سے نہیں، محض اس کے تقابل کی وجہ سے کہ پہلے نہ بدعت کیا اور حسن کیا۔

بزرگانِ دین کا بدعتِ حسنہ سے اجتناب

① بزرگانِ دین بدعتِ حسنہ سے بھی اسی طرح بچتے ہیں جس طرح بدعتِ شرعی سے یہ تو صفِ جہاں کی رعایت کے لیے کچھ دیر چلنے دی جاتی ہے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے سامنے کچھ لوگ بڑے اہتمام سے مسجد میں نمازِ چاشت پڑھ رہے تھے آپ نے فرمایا یہ بدعت ہے مولانا احمد رضا خاں کے پیشرو مولانا عبدالمصیح رامپوری لکھتے ہیں:-

آپ کی اس سے مراد بدعتِ حسنہ معنی ہے

اب دیکھتے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کیا خود اس بدعتِ حسنہ میں شامل ہوئے؟ حضرت مجاہدؒ (۱۰۶ھ) فرماتے ہیں آپ ایک طرف حضرت امام المؤمنینؑ کے حجرہ کے پاس بیٹھے رہے اور نمازِ چاشت پڑھنے والے اپنی نماز پڑھ رہے تھے آپ کا خود اس کا بغیر میں شامل نہ ہونا بتاتا ہے کہ اونچے درجے کے بزرگ بدعتِ حسنہ سے بھی ہمیشہ کنارہ کش رہے ہیں۔ حضرت امام ربانیؒ عبدالف ثانیؒ فرماتے ہیں جب تک تم بدعتِ حسنہ سے بھی اسی طرح نہ بچے جیسے بدعتِ سنیہ سے بچا جاتا ہے۔ انسان کو رومانیت کی خوشبو تک نصیب نہ ہوگی پھر یہی ایک روایت نہیں جس میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کسی عمل کو بڑا بدعت کہا ہو۔ آپ نے ایک دفعہ اذان کے بعد کسی کو گروں کو نماز کے لیے بلاتے سنا۔ آپ نے اس تشریب کو کھلے طور پر بدعت فرمایا۔ آپ نے حضرت مجاہدؒ سے کہا مجھے یہاں سے لے چل۔ یہاں تو بدعت چل رہی ہے۔ آپ نے یوں فرمایا:-

اخرج بنا فان ههه بدعة.

ترجمہ۔ ہمیں یہاں سے لے چل کیونکہ یہ عمل بدعت ہے۔

اب کیا یہاں بھی بدعت سے بدعتِ حسنہ مراد ہوگی۔ ایسا بھی ہو تو کیا آپ اس بدعتِ حسنہ کے

مقبل کرنے والے تھے یا اس سے نفرت کر کے وہاں سے نکل جانے والے ٹھہرے۔ اس روایت سے پتہ چلتا ہے کہ جب آپ کسی چیز کو بدعت کہیں تو آپ کے نزدیک وہ بدعت قابلِ اقتناب ہوتی ہے مولانا عبد السمیع اسے بدعتِ حسنہ ٹھہراتے رہیں تو یہ ان کے من کی بات ہے۔ اہل علم تو اسے ہرگز قبول نہ کریں گے۔ ہاں کوئی بات اگر تعیناً ہو تو یاد ہونے تک وہ حسنہ ہے بعد ازاں نہیں۔

(۲) حضرت امام ربانی مجددِ اہل ثانیؒ بھی بدعتِ حسنہ سے اقتناب کی تلقین فرماتے ہیں آپ کہتے ہیں فقیر کسی بدعت میں من نہیں دیکھتا۔ نہ اس میں کسی قسم کی ثوابیت محسوس کرتا ہے نہ صرف سنت میں ہے اور بدعت میں اندھیرا ہی اندھیرا ہے۔ اگر کوئی کام سنت سمجھ کر کیا جائے اور وہ سنت کے پیمانے میں نہ ڈھلا ہو اور کام کرنے والا اسے ثواب کا کام سمجھ کر کر رہا ہے تو وہ یقیناً بدعت ہے۔

(۳) بدعتِ شرعیہ

یہ وہ کام ہے جسے شریعت نے بدعت ٹھہرایا ہے۔ بدعت کے بارے میں احادیث کی وارد تمام وعیدیں سب اسی بدعت پر وارد ہوئی ہیں۔ اس کی تعریف یہ ہے:-
وہ کام جو کتاب و سنت میں نہ ہو اور نہ اسے کبھی صحابہؓ نے کیا ہو اسے دین کا کام سمجھ کر
کنا اور کارِ ثواب سمجھنا یہ بدعتِ شرعیہ ہے۔

①۔ دینی کام اور نئی دینی ایجادات سب اس سے نکل گئے۔ انہیں کوئی دین سمجھ کر نہیں کرتا۔

②۔ مسجدوں میں گھڑی اور پچھلے لگانا ایک ضرورت ہے دین نہیں۔ یہ ذرائع ہیں مسائل نہیں۔

③۔ مدارس میں انصاب کی تعلیم کلاسوں کی ترتیب، دورہ حدیث اور امتحانات یہ سب امور ذرائع میں سے ہیں خود دین نہیں۔

④۔ وقت کے قومی ملی اور دینی تقاضوں کے لیے مجالس و اجتماعات بھی ذرائع میں سے ہیں خود

دین نہیں۔ دین آج سے چودہ سو سال پہلے سے مکمل ہو چکا ہے اس میں کبھی کوئی اضافہ نہ ہو سکے گا۔

اگر کسی کام پر منع وارد ہوئی ہو تو وہ منوعات میں سے ہے بدعات میں سے نہیں۔ بدعات وہ ہیں جن پر جنابت کی حدت میں کہیں منع وارد نہ ہوئی ہو اور کرنے والا انہیں دین سمجھ کر عمل میں لاتا ہو۔ اس میں کوئی دینی مصلحت بھی نہ لپٹی ہو۔ جیسے قرآن شریف پر ویریں زبوں ڈالنا کہ اصل یہ کوئی تعبدی امر نہیں ہے نہیں مگر اس دینی مصلحت سے کہ عجمی لوگ قرآن پاک کو صلیح پڑھ سکیں۔ ہمارے ممالک میں قرآن شریف پڑھنا دینی لگاویں ہیں۔ سہیہ ایک وقتی مصلحت کوئی بدعت شرعی نہیں ہے۔ دین سمجھ کر عمل میں لایا جا رہا ہو یہ بدعت شرعیہ نہیں ہے۔ مدارس میں نصاب کی ترتیب بھی درائع میں سے ہے مسائل اور مقاصد میں سے نہیں ہے۔ اس پر بھی بدعت کا لفظ نہیں آ سکتا۔

تعبدی امور میں نقل موجود ہونا ضروری ہے

تعبدی امور میں نقل مل جائے تو وہ بدعت نہ رہے گی۔ جو امور پہلوں سے ثابت نہ ہوں تو اگر ہر ہر عمل کرنے والا انہیں دین سمجھ کر عمل میں لا رہا ہے تو وہ بدعت ہوں گے۔ وہ کام جنہیں دین سمجھ کر عمل میں لایا جائے اور انسان ان پر عبادت کے پیرایہ میں مل کرے انہیں تعبدی امر کہا جاتا ہے۔ عبادت کا پہلا قصد خدا کی ذات سے ہے۔ نماز روزہ اس کی تصدیق ہیں عبادت کا آغاز اسی سے ہوتا ہے۔

اسلام میں اللہ تعالیٰ کے تمام نام جمیع اسماء الہیہ جن کا زبان پر لانا عبادت ہے توفیق ہی یعنی اوپر سے منتقل ہیں۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول برحق سے ثابت ہیں۔ کوئی شخص اپنی طرف سے اللہ کا کوئی نام نہیں رکھ سکتا۔ جب تمام اسماء الہیہ توفیق ہی تو اسلام کا تمام نظام عبادت توفیق ہی ہو گا۔ ایک ایک تعبدی امر ضروری ہے کہ توفیق ہی ہو جس کام کو بھی دین سمجھ کر کریں اس کا اوپر سے منتقل ہونا ضروری ٹھہرے گا۔ سو اسلام میں سب عبادات (جنہیں دین سمجھ کر کیا جائے) توفیق ہی اور اپنی طرف سے نیکی سمجھ کر گھرے گئے اعمال بدعت ہیں۔

دنیوی امر میں اصل اباحت ہے تعبدی امر میں اصل ان کا حصر اور صحابہ سے متقل ہونا ہے۔ دنیوی امر میں ہماری مرضی اور اختیار چل سکتے ہیں لیکن تعبدی امر میں توفیق شرط ہے۔ دنیوی

اور میں تقریر صحت پر ہوتی ہے۔ تعبدی احمد میں نظر ثراب پر ہوتی ہے۔ دینوی احمد جائز اور ناجائز میں دائر ہیں۔ تعبدی احمد طاعات اور بدعات دونوں طرح کے ہو سکتے ہیں طاعات کے عمل میں لانے والے اہل سنت کہلاتے گئے اور بدعات پر عمل کرنے والے اہل بدعت شمار ہوں گے۔

مولانا احمد رضا خاں کا دین و مذہب

مولانا احمد رضا خاں نے ستر مرگ پر اپنے بیوں کو وصیت کی تھی کہ شریعت کا اتباع حتی الامکان کریں مگر میرے دین و مذہب کو ہر فرض سے بڑا فرض جانیں۔ مولانا احمد رضا خاں کا وہ خاص دین و مذہب کیا تھا جس کی وہ آخر دم تک اس اہتمام سے وصیت کرتے رہے؟ وہ یہ کہ جن کاموں پر شریعت میں منع وارد نہیں (نہ ان کا حکم ہے اور نہ ان سے منع کیا گیا ہے) وہ سب کام نیکی سمجھ کر کرنے جائز ہیں مولانا احمد رضا خاں لکھتے ہیں:-

۱۔ عیسٰی میلاد ۲۰۔ قیام ۲۰۔ فاتحہ ۴۰۔ وغیرہ سب مسائل اسی اصل سے طے ہو جاتے ہیں۔

خان صاحب نے یہاں کھلے طور پر استزاج کر لیا ہے کہ ان مسائل میں ان کے پاس صحابہ کرامؓ اور ائمہ مجتہدینؒ کچھ متقول نہیں ہیں اور حدیث و فقہ میں ان کی کوئی رسالت نہیں ملتی۔ اب ان مسائل کے لیے ہم بریلوں کے پاس صرف یہی ایک راہ ہے کہ ان سے کہیں منع نہیں کیا گیا۔ اب انہیں دین سمجھ کر ان پر عمل کرنا جائز ہے۔ اس اصل سے استزاج کرتے ہوئے مفتی احمد یار خاں گجراتی لکھتے ہیں:-

بلکہ میلاد شریف وغیرہ کا ثبوت نہ ہونا (اس کے) جائز ہونے کی علامت ہے۔

پھر آگے جا کر یہ صرف جائز کی مدد تک نہیں کارِ ثراب بھی بن گیا۔ حالانکہ کسی عمل پر سخت یا کاغذی ہونے کا حکم صرف شریعت لگا سکتی ہے ہم اپنی طرف سے کسی کام کو شریعت کا کام نہیں بنا سکتے۔ مگر دیکھئے مفتی صاحب اس میں لکھتے ہیں اس کیسے مزاح الفاظ ہیں اس کا کارِ ثراب ہونا ثابت کرتے ہیں۔

(میلاد شریف) اس لیے (جائز) کہ شریعت نے اس کو منع نہ کیا اور ہر ملک کے عام

مسلمان اس کو ثواب سمجھ کر کرتے ہیں بلکہ

بریلویوں نے بدعات کا یہ دعوایہ اتنا وسیع کر دیا ہے کہ بدعات کے بڑے بڑے پھکڑے اس سے باسانی گزرتے ہیں۔ انہوں نے اپنے اس مذہب کو یہ عنوان دے رکھا ہے کہ اصل ہر چیز میں اباحت ہے گو وہ تعبدی امور ہی کیوں نہ ہوں۔ جو منع کرے اسے کہو کہ منع کی دلیل لاؤ۔ اگر وہ دلیل نہ لاسکے تو بس اس ایک اصل سے جملہ بدعات جائز ہو جائیں گی جن امور پر شرع میں کوئی منع وارد نہیں ہم انہیں دین سمجھ کر ان پر عمل کر سکتے ہیں۔ آئیے ہم پہلے اس اصل کی کچھ وضاحت کر دیں تاکہ اس بریلوی مورچے کی کوئی حقیقت آپ کے سامنے کھل سکے۔

الاصل فی الاشیاء ہی الاباحتہ

پیشتر اس کے کہ ہم اس اصل پر بحث کریں ضروری ہے کہ پہلے اباحت کا معنی اچھی طرح سمجھ لیا جائے۔ علامہ ابن ہمام الاسکندری اپنی اصول فقہ کی کتاب تحریر میں لکھتے ہیں:-
 الاباحتہ بمعنی عدم العقاب علی الاتیان بما لایوجبہ لہ معہم ولا مبیح^۱
 ترجمہ۔ اباحت بایں معنی ہے کہ جس چیز کے لیے (شرع میں) نہ منع وارد ہو نہ حوازم اس پر عمل کرنے سے کوئی پکڑ یا مواخذہ نہ ہوگا۔

دو باتیں کے سہارے نہ بچ سکے گا

اہل بدعت اس اصل سے کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکتے یہ اس لیے کہ وہ ان بدعات کو نیکو اور کاذب ثواب سمجھ کر عمل میں لاتے ہیں۔ اس امید پر نہیں کہ ایسا کرنے سے انہیں کوئی پکڑ نہ ہوگی اور ان پر کوئی مواخذہ نہ ہوگا۔ کیا بدعات پر کئے جانے والے اتنے انحرافات اور عرصول کے میسے محض اس خیال سے کئے جاتے ہیں کہ ایسا کرنا کوئی گناہ نہیں ہے اور آخرت میں ان پر کوئی باز پرس نہ ہوگی؟ کوئی

مراخذہ نہ ہو گا، ہرگز نہیں۔ اہل بدعت ان کاموں کو نیکیاں سمجھ کر اور کارِ ثواب سمجھ کر عمل میں لاتے ہیں اس امید سے کہ آخرت میں انہیں ان کا اجر ملے گا۔ سو یہ مسئلہ اباحت کا موضوع نہیں رہتا۔ استحباب اور سنیت کا موضوع بن جاتا ہے اور ظاہر ہے کہ کسی چیز کا مستحب یا سنت ہونا شرع سے پہچانا جاتا ہے نہ کہ اس اصل سے کہ اس پر کوئی منع تو وارد نہیں ہوئی۔ یاد رکھیے اس اصل کا کوئی تعلق طاعات اور عبادات سے نہیں ہے۔

اصل ہر چیز میں اباحت ہے اس کی مُراد اور منشاء

اللہ تعالیٰ نے یہاں جو چیزیں پیدا کیں اور ان میں جو دینی منافع رکھے ان سب میں اصل میں اور اباحت ہے اور ان میں حرام وہی چیز ہے جسے شارع علیہ السلام نے حرام فرمایا ہو۔ ورنہ خدا کی تمام زمین اور اس سے ملکی تمام نعمتیں جو آدم کھ لے، اصل حلال ہیں، اس موقف کے تقاضا میں اپنے اس موقف پر قرآن کریم کی ان آیات سے استدلال کرتے ہیں۔

① **هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُمْ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا. (پ، البقرہ ع ۳)**

ترجمہ۔ وہ ہے جس نے پیدا کیا تمہارے لیے جو کچھ ہے زمین میں۔

② **وَسَخَّرَ لَكُمْ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا نَعْمًا. (پ، الحجاثہ ع ۱)**

ترجمہ۔ اور اللہ نے تمہارے کام لگا دیا جو کچھ بھی ہے آسمانوں میں اور جو ہے زمین میں سب اسی کی طرف سے ہے۔

③ **الْعَزَّوَاللَّهُ سَخَّرَ لَكُمْ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَاسْبِغْ عَلَيْكُمْ نِعْمَهُ**

ظَاهِرَةً وَبَاطِنَةً. (پ، القمان ع ۲)

ترجمہ۔ اور اللہ نے تمہارے کام لگا دیا جو کچھ بھی ہے آسمانوں میں اور زمین میں اور پوری کر دیں تم پر نعمتیں کھلی اور چھپی۔

ان آیات کا حاصل یہ ہے کہ یہاں کی تمام چیزیں اور نعمتیں بنی نوع انسان کے لیے بنائی گئی

ہیں اور مسلمانوں کے لیے ماسوائے ان چیزوں اور منافع کے جن کو شریعت نے حرام کیا باقی سب نعمتیں
اصلاً حلال اور مباح ہیں۔ یہ ہے منہج اس اصول کا کہ اصل ہر چیز میں اباحت ہے اگر اسے تقسیم
کر لیا جائے۔

لیکن اس سب محرم اباحت کا تعلق اشیاء و منافع اور ان کے متعلق افعال و تصرفات سے
ہے۔ عبادات اور طاعات کا اس سے کوئی تعلق نہیں۔ جو کام عبادت اور نیکی سمجھ کر کئے جائیں
ان کے لیے شریعت سے نقل و کار ہے۔ الاحصل فی الاشیاء فی الاباحت کے قاعدہ کو کسی نے مجاہد
اور مسائل پر منطبق نہیں کیا۔ عبادات اور مسائل میں حلال و حرام کی تفصیل شریعت سے ملے گی اس دعوہ کے
میں نہ رہیں کہ اس پر منع تو وارد نہ ہوئی جو اصول میں ملے ہو چکا ہے۔ — ان الشریعة لا تصرف الا
بالقتل والاستنباط۔ (دیکھئے عقداً مجید للشاہ ولی اللہ دہلوی)

ہر وہ چیز جس سے شریعت خاموش ہو اگر اسے طاعت اور نیکی بنالینا جائے تو تاوان کیم
میں یہ اصولی ہدایت نہ ہوتی۔

یا ایہا الذین امنوا لا تسألوا عن اشیاء ان تبدلکم قسمکم۔

(پ، المائدہ ع ۱۴)

ترجمہ۔ اے ایمان والو! ان چیزوں کے متعلق سوال نہ کرو کہ اگر تم پر کھل دی جائیں
تو تم کو ہنسی لگیں۔

اگر ان کا بیان نہ ہوتا ہی ان کے جواز کی دلیل پرتاوان سکوت عنہا مسائل سے اس انداز
میں ڈرایا جاتا معلوم ہوا سکوت عنہا اشیاء میں سے بھی بہت سی ناجائز ہونے کی محتمل تھیں یہ نہیں کہ
جن پر منع وارد نہیں ہوئی وہ سب حلال کے کھاتے میں ڈال لو۔ ایسا ہوتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم یہ بھی نہ فرماتے :-

فما علمتمہ منہ فقولوا وما جہلتمہ فکفوا الی اللہ۔

ترجمہ موجودہ مسئلہ کے حکم سے جان لو وہ بات کہ کہو اور جو تمہیں معلوم نہ ہو اسے اس کے جانتے والے کے سپرد کرو۔

مجتہد اگر استنباط سے بھی تمہیں کچھ بتلائے تو وہ خدا کی بات ہوگی مجتہد کا حکام کا منظر ہوتا ہے موجد نہیں ہوتا۔ لیکن اگر تمہارے یہ کہہ کر اپنا دنگے کہ شریعت نے اس سے روکا تو نہیں۔ الاصول فی الاشیاء بھی الاباحۃ تو پھر ایسے مسائل جاننے والوں کے سپرد کرنے کی کدب کب آئے گی بغیر ضرورتوں مسائل تو آخر مجتہد کے سپرد کرنے پڑیں گے معلوم ہوا ان میں اصل حجاج نہیں ہے۔ مختصر علی الشریعہ وسلم نے یہ بھی فرمایا۔

الامرثلثة امریتن رشتہ فاتبعہ وامریتن غتیہ فاجتنبہ وامر اختلف فیہ فكلہ الی اللہ عزوجل

ترجمہ مسائل تین طرح کے ہیں۔ ۱۔ جن کا درست ہونا ظاہر ہے انہیں عمل میں لاؤ۔ ۲۔ جن کا غایت ہونا ظاہر ہے سوال سے بچو۔ ۳۔ جو امور مختلف فیہ ہوں (ان کا درست یا غلط ہونا ظاہر نہ ہو) انہیں اللہ کے سپرد کرو۔

معلوم ہوا ان کا منع نہ ہونا ان کے درست ہونے کی کسی طرح دلیل نہیں بن سکتی تھی۔ ان کا حکم مجتہدین ہی بتا سکتے ہیں اور انہیں مجتہد کی طرف ٹوٹنا حقیقت میں شریعت کی طرف ہی ٹوٹنا ہے۔ قرآن کریم میں ہے۔

واذا جاءهم امر من الامن او الخوف اذاعوا بیه ولوردیہ الی الرسول والی اولی الامر منہم لعلہم الذین یستنبطونہ منہم۔ (پ ۱۱، النساء ۱۱)

ترجمہ۔ اور جب ان کے پاس کوئی خبر امن یا خوف کی آئے تو اسے (وہ تحقیق) پھیلا دیتے ہیں اور اگر وہ اسے رسول پاک تک ٹوٹا دیتے یا اپنے بڑے لوگوں کی طرف تو ان میں جو مجتہد درجے کے تھے اصل بات کو پالیتے۔

یہ بھی کئی بات ہے کہ جو چیز معلوم نہ ہو اسے از خود منع کر لو اور پھر اسے کارِ خیر کا درجہ بھی دے دو۔ بایں دعویٰ کے شریعت نے اس سے منع تو نہیں کیا — کیا کسی مذہب میں مسائل اس طرح بھی حل ہوئے ہیں؟ بریلویوں نے دین کو کیا بازیچہ اطفال بنا رکھا ہے کہ ان سے جب کبھی ان کے کسی دینی عمل کی سند پوچھو تو یہ انسا پوچھنے لگیں بتاؤ اس سے کہیں منع کیا گیا ہے؟

بروزت عقل ز حیرت کہ ایں چہ بر ابعیست

فہم حدیث سے یہ لوگ ویسے ہی عاری ہوتے ہیں سوال و جواب کی جہت کو پہچاننا ان کے بس کا روگ نہیں اور تشکیم کی نیت معلوم کرنا چاہیں۔ یہ وہ لوگ نہیں عجیب قوم سے پلا پڑا ہے۔ ایک دفعہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے سامنے کسی شخص کو چھینک آئی۔ اس نے الحمد للہ والسلام علی رسول اللہ کہا۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا میرا عقیدہ بھی یہی ہے کہ سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام ہو (افراد اسلام بغیر درود کے منع نہیں) لیکن اس موقع پر حضورؐ نے ہمیں ایسا کہنا نہیں سکھایا۔ ہمیں بس یہی بتایا ہے کہ ہم اس موقع پر الحمد للہ علی کل حال ہی کہا کریں بلکہ

آپ کے اس منع کرنے کی علت یہ تھی کہ ایسے مسائل میں جو کچھ ماثور ہو اس پر عمل کرنا چاہیئے اپنی طرف سے اس میں کچھ گھسانا یا پڑھانا نہ چاہیئے۔ یہ نہیں کہ حضورؐ نے اس موقع پر اپنا ذکر کرنے سے منع کیا ہوا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روک پر غور فرمائیں۔ وہ کہہ رہے ہیں کہ اس موقع پر والسلام علی رسول اللہ کہنا حضورؐ کی تعلیم نہیں ہے۔ مگر بریلوی کہتے ہیں میکا کہ مولوی عبدالسمیع صاحب نے الذیاب الملحہ میں لکھا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے اس لیے منع کیا تھا کہ اس پر منع وارد ہو چکی ہے۔

لـ مشکوٰۃ مـنـع من الترمذی و اسنادہ صحیح لـ درخماز کتاب الذیابح میں ایک روایت یہ دی گئی ہے موطنان لا ذکر فیہما عند العطاس و عند الذبح۔ دو موقعوں پر میرا ذکر نہ ہو۔ ایک چھینک کے وقت اور دوسرے ذبح کے وقت — اسے خواہ مخواہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت قرار دینا اہل کہنا کہ

افسوس صد افسوس اس فہم حدیث پر شیخ علی ہجی خاموش ہو گئے۔ در نہ دوسرا ہر شخص چپے گا کہ
پھر حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے ایسا کیوں نہ کہا۔ حضرت کے جواب کا جو مطلب محدثین سمجھے ہیں وہ تو یہ ہے
حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ لکھتے ہیں:-

ليس المسنون في هذه الحال هذا القول وإنما الذم على ما ضحمان فقول
الحمد لله على كل حال فقط من غير زيادة السلام فيه على انمينغني
في الذك والد علم الاقتصار على الماثور من غير ان يزاو وينقص فان
الزيادة في مثله نقصان في الحقيقة كما لا يزاو في الاذان بعد التمهليل
محمد رسول الله وامثال ذلك كثيرة. ۱۰

ترجمہ۔ ایسا کہنا اس حالت میں مسنون نہیں ہے۔ ہم نے اس موقع پر جو کچھ جاننا ہے وہ
بس یہی ہے کہ ہم الحمد لله علی کل حال کہیں اور اس میں حضورؐ پر سلام کہنے کی
زیادتی نہ ہو اور دعاؤں اور اذکار میں تو اسی پر اکتفا کرنا چاہیے جو منقول ہو اور اس میں
کسی قسم کی زیادتی یا کمی نہ کی جائے۔ ایسے مواقع پر زیادتی کتنا حقیقتہً نقصان ہی ہے
جیسے اذان کے آخری جملے لا الہ الا اللہ کے بعد محمد رسول اللہ نہیں کہا جاتا
اور اس بات کی مثالیں ذکر و دعائیں اس نقل و اثر سے بہت ہیں۔

جن چیزوں کا شرعیت نے حکم بیان نہیں کیا۔ ان میں معافی تو ہو سکتی ہے لیکن اسے کارِ ثواب
سمجھنے پر شرعیت میں کوئی دلیل نہیں ہے نہ اسے کسی طرح کا بر خیر سمجھا جاسکتا ہے۔ بہ شخصیت صلی اللہ علیہ

آپ نے اس روایت کی وجہ سے اسے رد کا تھا خود حضرت عبداللہ بن عمرؓ پر کتنا بڑا ظلم ہے۔ آپ نے
تو اپنے منع کی علت اور بیان فرمائی ہے یہ نہیں۔ اور یہ لوگ ہیں کہ صحابی رسولؐ پر بھی اقرار باندھے ہیں
اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے خواب و خیال میں بھی یہ حدیث نہ ہوگی۔ نہ انہوں نے
کہیں اس کا توالہ دیا ہے۔ مولانا احمد رضا خاں لکھتے ہیں یہ حدیث ثابت نہیں۔ (ملفوظات حصہ ۲ ص ۲۵۸)
۱۰ ماثر مشکوة عن الملغات ص ۴۶

وسلم نے فرمایا :-

الحلال ما احل الله في كتابه والحرام ما حرم الله في كتابه وما سكت عنه فهو مما عفا الله عنه

ترجمہ حلال وہی ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں حلال فرمایا اور حرام وہی ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں حرام ٹھہرایا اور جن چیزوں سے شریعت نے سکوت کیا ہے ان کی تہیں معافی ہے یعنی جرم و عتبت بھی واقع ہوا اس پر معافی کی امید رکھو اور یہ بھی فرمایا :-

ان الله فرض فرائض فلا تضيعوها وحد حدوده فلا تقتهوها وحرم اشياء فلا تتكوها وسكت عن اشياء رحمة لكم من غير فسيان فلا تتبعها غمها

ترجمہ بے شک اللہ تعالیٰ نے فرائض مقرر کر دیئے ہیں انہیں منائع نہ کرنا اور حدیں متجاوز نہ کر دی ہیں ان سے تجاوز نہ کرنا اور کچھ چیزیں حرام کر دی ہیں ان کی حد نہ چھانڈنا اور ازراہ کرم و مہمدا کچھ چیزوں سے سکوت فرمایا۔ سو تم ان کی بحث میں نہ پڑو۔ حضرت نعمان بن شیبہ (۹۴ھ) کہتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :-

الحلال بين والحرام بين وبينهما مشتبهات لا يعلمها كثير من الناس فمن اتقى الشبهات استباعد لدينه وعرضه ومن وقع في الشبهات وقع في الحرام

ترجمہ حلال ورامح ہے اور حرام بھی واضح ہے اور ان دونوں کے درمیان کچھ مشتبہات ہیں جنہیں بہت سے لوگ نہیں جانتے جو شخص ان مشتبہات سے کنارہ کشی کرے اس نے اپنا دین اور اپنی عزت بچالی اور جو دین و عزت لگاتا ہے کہ اس سے منع تو نہیں کیا

۱۔ جامع ترمذی جلد ۴ ۲۔ سنن دارقطنی جلد ۴ ۳۔ مجمع بخاری جلد ۱۱

ان میں جا پڑا۔ سمجھ رہے تھام میں ہی جا پڑا۔

اب دیکھتے حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو یہ فرماتے کہ جس چیز کا حلال ہونا واضح نہ ہو اور نہ حرام ہونا واضح ہو وہ مشتبہات میں داخل ہے۔ مگر بریلوی حضرات اسے اپنے ہاں یوں بگاڑتے ہیں۔
الحلال بین والحرام بین و بینہما مباحات وغیرات۔ (استقراء اللہ)

یعنی جو چیز واضح طور پر حلال ہو نہ حرام ہو وہ سب مباحات اور کاربیر ہیں۔ الاصل فی الاشیاء فی الاباحۃ۔ اب یہ جانتے کی منزلت نہیں کہ ان کا حکم کیا ہے جس چیز سے بھی سکتا ہے اس پر چڑھ دے۔

علماء کہتے ہیں اس صورت میں مجتہدین کی طرف رجوع کر دو وہ اس میں شریعت کی کوئی نظیر پا کر اسے اس کے تابع کر سکیں گے۔ اب اگر اس تیسری صورت حال کا حکم اجتہاداً اور استقراءً معلوم ہو گیا تو اس پر عمل کر دو۔ اگر ایسا نہ کر سکیں تو یہاں رکنا ہی بہتر ہو گا اور توقف کے بغیر اپنا دین بچانے کی کوئی صورت نہ ہوگی۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبلؓ (۱۸ھ) کو نصیحت فرمائی تھی کہ اگر ان پر کسی چیز میں اشکال گزرے تو جب تک اس کا حل نہ ملے اس میں توقف کرنا۔ یہ نہ فرمایا کہ امر مسکوت عنہا سب مباح ہو گئے۔ صرف یہ دیکھ کر کہیں اس سے روکا تو نہیں گیا۔

ان اشکال علیک امر فقف حتیٰ یبتدئہ

ترجمہ اگر تم پر کچھ اشکال گزرے تو توقف کرنا یہاں تک کہ تم اس کی تحقیق پاؤ۔

احادیث کے مطابق اہل سنت کا اس موضوع پر موقف توقف کا ہے نہ کہ ہر چیز کو جائز کرتے جاتے۔ یہ معتزلہ کی رائے تھی جسے بریلوی نے اپنا لیا ہے۔ درختا میں ہے۔

الاصل فی الاشیاء التوقف والاباحۃ رای المعتزلہ

ترجمہ اشیاء میں اصل توقف ہے اور اباحت معتزلہ کی رائے ہے۔

علامہ شامیؒ پہلے اس اختلاف میں کچھ نرم سے تھے، لیکن البحر الرائق کے ماسخیر پر آپ نے مذہب منصور اور قول قری اسی کو تسلیم کیا ہے۔

اب ہمارے بریلوی دوست فرماتے ہیں کہ جن امور کو وہ اس راہ سے دین میں لاتے ہیں کہ ان پر شریعت میں کہیں منع وارد نہیں ہوئی تو کیا وہ ان اعمال کو اس نیت سے سمجھ لاتے ہیں کہ یہ کارِ ثواب ہے یا اس امید پر وہ یہ بدعتوں کی نیکیاں چھپاتے ہیں کہ ان پر کوئی مواخذہ نہ ہو گا۔ اللہ تعالیٰ گیارہ تاریخ کی پابندی کرنے پر بدعتوں کو معاف کر دیں گے۔

اب تم ہی کہہ کر کسی کی مدد دل کی مدد ہے

فہما کے نزدیک اباحتِ خطر (منع) کی منہ ہے اور مباح کی تعریف یہ ہے۔

والمباح ما اجيز للمكلفين فعله وتتركه بلا استحقاق ثواب ولا عقاب
نعم يحاسب عليه حساباً يسيراً

ترجمہ اور مباح وہ چیز ہے کہ جو مکلف مخلوق کے لیے اس کا کرنا اور نہ کرنا دونوں طرح سے جائز ٹھہرایا گیا ہو اور اس پر کسی ثواب کی امید نہ رکھی جائے نہ اس پر کسی پکڑ کا اندیشہ ہو۔ ہاں اس پر کچھ آسان سا حساب ہو گا۔

اس قاعدے سے جن امور کو مباح ٹھہرایا جائے ان کا زیادہ سے زیادہ درجہ یہ ہے کہ اس پر اللہ تعالیٰ پکڑیں گے نہیں معاف کر دیں گے، لیکن ہمارے اہل بدعت و دوست جن بدعات کو اس راہ سے اسلام میں داخل کرتے ہیں، انہیں وہ مباح کے درجے میں نہیں رکھتے، نیکی اور ثواب سمجھتے ہیں اور انہیں کا برکت سمجھ کر عمل میں لایا جاتا ہے جس کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ وہ مستحب ہو مگر ظاہر ہے کہ ان کا ثواب کم ہے۔ گیارہویں شریعت کو ہی لیجئے، ایصالِ ثواب کے لیے گیارہ تاریخ کا التزام اور اسے دوسرے ایام سے افضل جانتا شریعت محمدی میں اس کی کوئی دلیل نہ ملتی نہ ظہری اور آج بھی ان حضرات سے جب کبھی اس کی اصل معلوم کی جاتی ہے تو یہ الاصل فی الامشیاء الاباحۃ کا سہارا لے کر کہہ دیتے ہیں کہ تم

منع کی دلیل بتاؤ۔ جب اس سے منع نہیں کیا گیا تو یہ عمل مباح ہے مگر ہم اسے نیکی سمجھ کر کرتے ہیں۔
اب دیکھئے یہ مباح کس دے انداز میں مستحب بنا دیا جاتا ہے۔ حزب الاحناف لاہور کے مولانا
محمود احمد صاحب رضوی لکھتے ہیں:-

گیارہویں حضور پاک کو ایصالِ ثواب کا نام ہے۔ ایصالِ ثواب کہہ ہم فرض سمجھتے ہیں نہ
واجب بلکہ جواز کے درجے میں رکھتے ہیں جو شخص حضور غوثِ اعظم کی روح مبارک کو
ایصالِ ثواب نہیں کرتا دگیارہویں نہیں دیتا، اس پر ہم کوئی حکم نہیں لگاتے کیونکہ مباح
فعل کو واجب یا فرض کو دینا مکر ہی ہے۔

کوئی صاحب ان سے پوچھنے والا نہیں کہ کیا گیارہویں کا یہی درجہ ہے کہ آخرت میں اس پر کوئی بجز
وہ ہوگی مباح قرآن سے ہی کہتے ہیں اور اگر آپ اسے ایک نیکی سمجھ کر کرتے ہیں تو یہ مباح نہیں بلکہ مستحب
مظہر ہے گا اور مستحب تو ایک حکم شرعی ہے جس پر کوئی دلیل شرعی ہونی چاہیے آپ اباحت کا لباس پہننے
کو بجز استحباب میں کیسے آنکھیں ہیں کیا آپ گیارہویں کا ختم کہتے یہ امید باندھے ہوئے ہیں کہ خدا اس پر کچے
لگانے میں آیا آپ اسے کار فیہ سمجھ کر عمل میں لاتے ہیں اور آخرت میں اس کی جزا کی امید رکھتے ہیں۔ الاصل فی
الاستیحاء فی الابحاث کا قاعدہ کیا آپ حضرات نے اسی لیے زیر بحث لکھا ہے۔ دعوئے مباح کا اور نیت مستحب
کی حزب الاحناف والوں کی عجیب علمی شان ہے۔

عبادات اور عادات و معاملات

عادات اور معاملات انسانوں کے اپنے ماحول اور خبرات سے بنتے ہیں عبادات تو قیسی
ہیں جن کا حکم اللہ رب العزت اور اس کے پیغمبرِ برحق سے ملتا ہے۔ فرائض و واجبات اور سنن و مستحبات
کے سب درجے شریعت مقرر کرتی ہے۔ ان میں یہ نہیں سوچا جاتا ہے کہ شریعت نے کہیں اس سے منع کیا ہے
بلکہ ہر بات میں نقل کی تلاش ہوتی ہے۔ ان عادات و معاملات انسان خود ترتیب دیتے ہیں۔ ان

میں دیکھنا ہوتا ہے کہ شریعت نے کسی بات سے منع تو نہیں کیا، اصل ہر چیز میں اطلاق اور اباحت ہے یہ مباح اصلی کی بات کی ہے مباح شرعی کی نہیں۔

عادات، معاملات میں بھی اصل اطلاق و اباحت ہے یا اصل منع و حظر ہے۔ اس میں متغزلہ ابدہ ابن سنت میں کچھ اختلاف ہے، لیکن اس میں کسی کا اختلاف نہیں کہ عبادات میں صرف نقل و رکاو ہے یہ انسان کی اپنی رائے کے سپرد نہیں اور شرعی رائے جسے استنباط بھی کہتے ہیں وہ نقل کی ہی ایک تفصیل ہے اس کا غیر نہیں۔

انسانی تصرفات کی دو قسمیں

ماذا ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں :-

ان تصرفات العباد من الاقوال والافعال نوعان عبادات یصلح بہا
دینہم و عبادات یمتاجون الیہا فی دنیاہم فاستقراء اصول الشریعة
نعلم ان العبادات التي اوجبها الله او اوجبها لا یثبت الامر بہا الا بالشرع
..... ولم یذکر ان احمد و غیرہ من فقہاء اہل الحدیث یقولون ان الاصل
فی العبادات التوقیف فلا یشرع منہا الا ما شرعہ الله والادخلنا فی معنی
قوله تعالیٰ ام لم یشرع کما مشہو المہم من الدین ما لم یأذن بہ الله ۛ

ترجمہ: قول و فعل میں انسان کے تصرفات دو قسم کے ہیں عبادات جن سے ان کی آخرت
کی اصلاح ہوتی ہیں اور عادات جن کی انہیں دنیا میں ضرورت پڑتی ہے، اصل بالشرع
کا استقراء کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ عبادات واجب و حرج کی ہوں یا مستحب
درجے کی ان کا کوئی امر بدول شریعت ثابت نہیں ہو سکتا..... اور اسی لیے امام
احمد اور دوسرے فقہاء محدثین کہتے ہیں عبادات سب توقیفی ہیں، شرع وہی ہے

ۛ فماد لے ابن تیمیہ جلد ص

جسے اللہ رب العزت نے شریعت بنایا وگرنہ (اگر ہم اپنی طرف سے مسئلے بنائیں کہ شریعت نے منع تو نہیں کیا، ہم قرآن کی اس آیت کا مصداق بن جائیں گے۔

لہم لعمدہ شرکاء مشرکوا لعمدہ من الدین مالہم یا ذن بہ اللہ۔ (پٹ، الشریعہ ۲)

ترجمہ کیا کہ انہوں نے (اللہ کے) شریک ٹھہرا لیے ہیں جنہوں نے ان کے لیے دین کی اور راہ ڈال دی ہے جو اللہ نے نہیں بتائی۔

معلوم ہوا اپنی طرف سے دین کی کوئی راہ تجویز کرنا (اور صرف یہ دیکھنا کہ کہیں اس سے منع تو نہیں کیا گیا) دراصل اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہرانا ہے۔ طاعات اور نیکی کے کام سب توقیفی ہیں۔ کارِ غیرِ وہی ہے جس کے غیر ہونے کا پتہ ہمیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولِ برحق سے ملے ہم اپنی خواہشات اور اپنی مراد یہ سے کوئی مسئلہ نہیں بنا سکتے۔ گو وہ درجہ سبب کا ہی کیوں نہ ہو۔ جس طرح اللہ تعالیٰ کے سب نام توقیفی ہیں، اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو کوئی راہِ عبادت مقرر کرنے یا اختیار کرنے کا حق حاصل نہیں ہے۔

شیخ یوسف قرضاوی اصل اشیاء و منافع میں ملت اور اباحت کے قائل ہیں۔ ان کا موقف توقف کا نہیں۔ اپنے اس موقف پر انہوں نے قرآن و حدیث سے دلائل پیش کئے ہیں۔ وہ کہتے ہیں اہل اشیاء میں اباحت، اشیاء تک محدود نہیں۔ یہ ان افعال و تصرفات کو بھی شامل ہے جو بطور عادت عمل میں آتے ہیں۔ آپ اس اباحت کی بحث میں لگتے ہیں :-

بل یشمل الاضال و المتصرفات التي ليست من امور العبادۃ و محال التي
نسميها العادات او المعاملات فالاحصل فيها عدم التعريم وعدم التقيد
الامحرمه الشارع والزهره وقوله تعالى وقد فضل لكم ما لم تعلم
علم في الاشياء والافعال

ترجمہ: بلکہ یہ اباحت افعال و تصرفات جو تعبدی امور میں سے نہیں اور یہ وہ ہیں جنہیں

ہم عادات اور معاملات کہتے ہیں کہ بھی شامل ہے سوان کا اصل حرام نہ ہونا ہے حرم وہی ہے جسے مشائخ نے حرم قرار دیا ہو اور لازم ٹھہرایا ہو اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد وقد فصل لکم ما حرم علیکم افعال اور اشیاء و فوہوں کو عام ہے۔
آپ پھر آگے جاکر لکھتے ہیں:-

وهذا بخلاف العبادة فانها من امر الدين المحض الذي لا يؤخذ الا بهن طريق الوحي وفيها جاء الحديث الصحيح ومن احدث في امرنا ما ليس منه فهو رد۔

ترجمہ۔ اور عبادات (جنہیں نیک سمجھ کر کیا جاتا ہے) میں ایسا نہیں کہ اصل اباحت ہو، کیونکہ یہ غالباً دینی موضوع ہے جو وحی سے ہی حاصل ہو سکتا ہے اور اس موضوع پر صحیح حدیث میں وارد ہے کہ جس نے ہمارے اس دین میں کوئی بات نئی نکالی، جو اصلاً اس میں سے نہ ہو تو اس کا یہ عمل مردود ہوگا۔
اور عادات و معاملات کے بارے میں لکھتے ہیں:-

اما العادات والمعاملات فليس الشارع منشيء لها بل الناس هم الذين اشاءوا ما وتعاملوا بها والشارع جاء مصصفا لما ومعدلا ومهذبا ومعتبرا في بعض الاحيان ما خلا عن الفساد والعسر ومنها۔

ترجمہ۔ عادات اور معاملات، سوان کا موجب شارع نہیں لگوں نے خود ان کی ایجاد کی ہے اور اپنے طریقے قائم کئے ہیں اور شارع نے انہیں طریقوں کی اصلاح و تہذیب کی ہے اور کئی دفعہ انہی امور کو فساد اور ضرر سے خالی تھے قائم رکھا ہے۔

عادات اور معاملات میں اباحت کا قول

اسلام میں عادات و معاملات میں حلال کا دائرہ بہت وسیع ہے اور محرمات کا دائرہ شریعت میں بہت تنگ ہے۔ جن امور میں حل و حرمت وارد نہیں ان میں اصل اباحت ہے یا توقف۔ اس میں فقہاء اخاف کا موقف توقف کا ہے۔ اباحت عامہ مقولہ کا عقیدہ ہے جیسا کہ ہم در مختار سے نقل کر آئے ہیں۔ الاصل فی الاشیاء التوقف۔ اصل اشیاء میں توقف ہے۔

ان الصیغ من مذهب اهل السنة ان الاصل في الاشياء التوقف الاباحة
رای المعتزلة لان العصمة من جملة الاحكام الشريعة۔

ترجمہ۔ اہل سنت میں صیغ بات یہی ہے کہ اشیاء میں اصل توقف کا قول ہے اور
اصل اباحت کو مشہور نایہ مقولہ کی رائے میں شریعت کے کاموں میں عصمت شرط ہے۔

اب ظاہر ہے کہ عصمت عام بندوں کے افعال و تصرفات میں نہیں۔ یہ تو صرف انبیاء کی شان
ہے۔ سو فقہاء اخاف نے اسے ہی مذہب منصوص قرار دیا ہے۔ افعال میں بھی بہت سے حضرات اصل تحریم
کو قرار دیتے ہیں حضرت امام احمد مجبی اسی کے قائل تھے ملا حنین شیخ احمد (۱۱۳۰ھ) لکھتے ہیں:-

ان الاصل فی الاشیاء الاباحة كما هو مذهب طائفة بخلاف الجمهور فان
عندهم الاصل هو المحرمه.... وعند الشافعي الاصل هو المحرمه فی کل حال۔
ترجمہ۔ اصل اشیاء میں اباحت ہے اور یہ ایک گروہ کا خیال ہے لیکن مہرورد (امہنت) کے
محل اصل حرمت ہے اور امام شافعی ہر حال میں اصل خطر کو ہی سمجھتے ہیں (نہ کہ اباحت کو)

اباحت اصل ہے یا حرمت اصل۔ اس کا عملی اثر کیا ہوگا

ایک شخص نے دوسرے کو دھکی دیا کہ اگر تو شراب نہ پئے یا مردار نہ کھائے تو میں تجھے قتل کرتا

ہوں۔ اس نے شرب نہ پنی اور قتل ہو گیا مبادا گناہ نہ ہو۔ اب اگر شراب یا مہر دار میں اصل اباحت تھی اور شرع نے ان کو حرام کیا تھا تو وہ شخص جو مارا گیا گناہ بگڑ ہو گا کیونکہ اس خاص صفت حال میں موت جاتی رہی اور اباحت اپنی اصل پر لوٹ آئی۔ اور اگر ان چیزوں میں اصل حرمت ہو اور اباحت صرف وقتی طور پر ملازم ہوئی تو وہ انہیں نہ کھانے پینے سے قتل ہونے پر گناہ گار نہ ہو گا۔ امام محمدؒ کے نزدیک وہ گناہ گار ہو گا۔ علوہ شامیؒ لکھتے ہیں :-

والیہ اشار محمد فمن حده بالقتل علی اکل المیتۃ او شرب الخمر
فلم یفعل حتی قتل بقوله خفت ان یكون اثماً لان اكل المیتۃ وشرب الخمر
لم یحرم الا بالنهی عنهما فاجعل الاباحۃ اصلاً والحس مہ بعرض النہی۔
ترجمہ۔ امام محمدؒ نے اسی بات کی طرف اشارہ کیا ہے جس شخص کو مہوار نہ کھانے یا شراب
نہ پینے پر قتل کی دھمکی دی گئی اس نے ایسا نہ کیا اور قتل ہو گیا تو وہ گناہ گار ٹھہرے گا کیونکہ
یہ دونوں چیزیں صرف شریعت کے منع کرنے سے منوع ہوئی تھیں۔ سو آپ نے
اباحت کو اصل ٹھہرایا ہے۔

یہ مثال ہم نے صرف فرق واضح کرنے کے لیے دی ہے کہ اختلاف کی دونوں صورتوں کا عملی اثر
کیا ہو گا۔ مدنفہ حنفی کا مسلک مختار اور قول منحدر ہم پہلے قتل کر آئے ہیں۔

اب اس مثال کے اس نہایت اہم پہلو پر بھی نظر رکھیں :-

اگر وہ شخص اس خاص صورت عمل میں شراب پنی لے یا مہوار کھالے تو کیا وہ اسے نیکی اور اجر
و ثواب کا کام سمجھتے ہوئے ایسا کرے یا محض اس خیال سے ایسا کرے کہ اللہ تعالیٰ اس پر اس خاص
صورت حال کے باعث، مواخذہ نہ فرمائیں گے — فتقک ولا تکن من الغافلین — بدعات
مباح سمجھ کر کی جاتی ہیں یا کابیر شریعہ

ہمارے بریلوی دوست جبر الاصل فی الاشیاء مہی الاباحۃ کی راہ سے اپنی تمام بدعات کو

سب جواز دینا چاہتے ہیں۔ اب خود ہی بتائیں کہ کیا وہ اپنے ان بد نیکی کے کاموں، مگر مجبوری مردار قہری اور
 شرب خندی کے حصہ میں سمجھتے ہیں یا وہ انہیں کاربیر اور اجر و ثواب کے کام سمجھ کر عمل میں لاتے ہیں۔
 یہ فیصلہ ہم اپنی پتھر ڈرتے ہیں۔ جہاں تک ہم دیکھتے اور سنتے ہیں وہ ان کاموں کو نیکی اور کاربیر سمجھ
 کر عمل میں لاتے ہیں۔

فیصلہ کن حکم موجود نہ ہو تو اب جو چاہے کرو؟ استغفر اللہ

جن مسائل میں امر یا منع وارد نہیں تو اگر انسان ان میں آزا ہے کہ اب جو چاہے کرے سب مباح
 ہے تو اس سے لازم آتا ہے کہ مجتہد اپنی ہر رائے میں مصیب ہو کیونکہ وہ اجتہاد وہیں کرے گا جہاں غرض
 (ہر کی یا منع کی) موجود نہ ہو۔ اب اس نے جو رائے قائم کی ہے وہ دائرہ اباحت میں آکر کی ہے۔ ہر اس
 کے غلطی ہونے کی کوئی وجہ باقی نہیں رہتی اور یہ تقدیر حدیث کے بالکل خلاف ہے۔ حدیث میں صریح طور
 پر مجتہد کو کبھی مصیب اور کبھی غلطی ٹھہرایا گیا ہے۔ یہ مذہب مقفل کا ہے کہ مجتہد ہر صورت میں مصیب ہے
 کیونکہ اصل ہر چیز میں اباحت ہے۔

دسویں صدی کے مجدد حضرت لاعلمی قاریؒ لکھتے ہیں:-

ان المجتہد فی العقلیات والشرعیات الاصلیة والفرعیة قد غلطی وقد
 یصیب وذهب بعض الاشاعرة والمعتزلة الی ان کل مجتہد فی
 المسائل الشرعیة الفرعیة التي لا قاطع فیہا مصیبؑ

ترجمہ مجتہد عقلیات میں اور شرعی مسائل میں وہ اصولی ہوں یا فرعی کبھی غلط کرتا ہے
 اور کبھی وہ درست بات پالتا ہے اور بعض اشاعرة اور معتزلة اس پر ہیں کہ ہر مجتہد
 مسائل شرعیہ فرعیہ میں مصیب ہے اور اپنی جگہ درست ہے۔

یعنی وہ جو بات کہہ رہا ہے دائرہ اباحت میں آکر کہہ رہا ہے یہاں جب ہر چیز مباح ہے

تو خدا کیسی منتقل دے گی ان مسائل میں موجود نہ تھی۔ اب جرمین کسے وہ منع کی دلیل لائے، ورنہ سب صحیح ہے۔ معاذ اللہ

لگے آپ نے احکام اور ضرورت کی چار انواع بیان کی ہیں اور آخر میں یہ فیصلہ دیا ہے :-

والمختاران الحكم معین وعليہ دلیل طلق ان وجہ المجتہد صاحب ان فقہہ اخطاء۔

صحیح قول مختاریہ ہے کہ شریعت میں کوئی موضوع آوارہ نہیں چھوڑا گیا۔ اس میں ہر مسئلے کا حکم موجود ہے۔ وہ مسئلہ منصوص ہو یا کسی نص کی گہرائی میں لپٹا ہو جسے مجتہد پالے اس پر کوئی نہ کوئی دلیل غنی ضرور موجود ہوتی ہے۔ اسے مجتہد پالے تو وہ مصیب ہے کہ صحیح بات کہ وہ پہنچ گیا نہ پاسکے تو وہ مجتہد غنی ہے جسے صرف ایک اجر ملے گا۔ یہ نہیں کہ جہاں نص موجود نہ ہو نہ امر کی نہ منع کی، تو وہاں انسان اپنے آپ کو بالکل آزاد سمجھے اور الاصل فی الامشیاء علی الاباحۃ کا نعرہ لگاتا ہو ایسے موضوع کو مباح اور درست سمجھ لے۔ یہ تو معتزلہ کی رائے تھی۔ افسوس کہ بریلوی بھی اس دلدل میں جا گئے جہاں معتزلہ آج سے بارہ سو سال پہلے گرے تھے۔

سنت کی آفاقیت

جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت آفاقی اور ابدی ہے اور زمانا اور مکانا اس کی انتہا نہیں۔ اسی طرح بدعت زمانا اور ابدی ہے نہ مکانا آفاقی ہے۔ بدعتوں کے دینے کچھ دیر جلتے ہیں اور پھر کچھ جاتے ہیں۔ یہ سنت کی تابانی ہے جس کی روشنی ابد الابد تک پھیلتی ہے۔

سنت بین الاقوامی ہے اور بدعت علاقائی — ہر علاقے کی اپنی اپنی رسوم اور بدعات ہیں اللہ رب العزت اسے آفاقی نہیں بننے دیتے۔ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ادائیں ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے آفاقیت بخشی ہے اور آپ کا ذکر مبارک بلند فرمایا ہے۔

ورفعنا لک ذکرک میں سنت کا ترفع و اعلاء ہے۔ بدعت نہ آپ کا عمل ہے نہ آپ کے صحابہ

کا۔ اس میں ترفع و اعلاء کہاں سے آئے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

بدعت سے اجتناب کرنے کے اعتقادی فوائد

تشریح کا قوی ترین ماعدہ نبت ہے اور ادنیٰ ترین درجہ بدعت ہے۔ بدعت سے بھی وہ چیز دین بنائی جاتی ہے جو دین نہیں ہوتی۔ نبت سے دین کا قیام اور کتاب و سنت سے اس کا استحکام ہوتا ہے۔ کتاب و سنت سے جو استنباط ہوتا ہے وہ بھی انہی کے حکم میں ہے۔ فرق ہے وصف یہ کہ کتاب و سنت میں خلا کا احتمال نہیں ہوتا اور اجتہاد و استنباط میں یہ ہوتا ہے۔ تاہم مجتہد مطلق کو بھی ایک امیر کا مستحق سمجھنا چاہیے۔

تشریح کا کمزور ترین درجہ بدعت ہے اور اس کے ذریعہ کسی چیز کو شرعاً دین بنانا ممنوع ہے اور یہ عمل شرعاً مردود ہو گا۔ اس سے حضورؐ نے بہت اظہارِ ناراضگی کیا ہے۔ اس کا عادی اور داعی لعنت کا مستحق ہو جاتا ہے اور اس کی خواست سے اس کا کوئی نیک عمل قبول ہونے نہیں پاتا۔ بدعت سے پرہیز کرتے اور اجتناب کرنے کے بہت سے فوائد ہیں۔ ان میں سے پانچ یہاں ذکر کرتے ہیں۔

① عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کی ضمانت

حضورؐ قائم البیتین کے بعد جب ذرا بدعت کی بھی گنجائش نہیں تو نئی نبت کی کس طرح گنجائش ہوگی جو شخص حضرت قائم البیتین کی نبت کا اس طرح وفادار ہو گا کہ دین میں کسی نئی چیز کو برداشت نہ کرے وہ ہمیشگی نبت کو کیسے برداشت کرے گا۔ کبھی نہیں۔

حضرت قائم البیتین کے بعد اگر کسی اور نبی کے آنے کی گنجائش ہوتی تو جس طرح شریعت میں سنت اور بدعت کی سمیٹیں چلتی ہیں اور علمائے محدثین نے ان کی بڑی تحقیق فرمائی ہے ساتھ کہیں یہ بحث بھی چلی چلتی کہ اسلام میں بدعت تو نہیں مگر نئی نبت ہے اور یہ مباحث اس ترتیب سے چلے ہو گئے۔

سنت — بدعت — نئی نبت

سورج شخص بدعت کو بھی ساتھ مچکنے نہ دے گا وہ کبھی نئی نبوت کے جال میں نہ پھنسے گا۔ یاد رکھئے بدعت سے کلی اجتہاد معتدہ ختم نبوت کے تحفظ کی پوری ضمانت ہے۔

② شیعہ اثرات سے بچنے کی کلی حفاظت

شیعہ مذہب کے دو حصے ہیں :-

۱۔ عقائد اور ۲۔ اعمال

عقائد صرف علماء کو معلوم ہوتے ہیں عوام ان کے اعمال سے ان کو پہچانتے ہیں۔ اعمال میں شیعہ مذہب کی بنا پر خلاف سنت پر ہے۔ ان کے ہاں سنت کا نظا اہل سنت کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔

شیعہ مذہب میں بڑے دن محرم کے دس دن ہیں جس طرح میسایوں کے بڑے دن دسمبر کے ایام ہیں۔ جوں جوں عزاداری، دلدل، گھر ڈاکھانا، کٹے ہوئے پنجے اٹھانا، چہلم، ۲۲ رجب کے کوئٹے، تابوتوں کی برآمد، سیاہ لباس، یہ وہ اعمال ہیں جو دین محمدی میں کبھی نہ تھے۔ اب جس شخص کے دل میں محبت سے نفرت ہوگی وہ بھلا ان سیاہ اعمال کے قریب بھی کبھی نہ جھنک سکے گا۔ سرسبز کبھی نہ ہوگا کہ وہ دلدل سے ان کے عقائد کی دلدل میں جا پہنچے۔ یقین کیجئے بدعت سے اجتہاد شیعہ اثرات سے بچنے کی ایک قوی ضرورت ہے۔

③ تسلسل امت میں رہنے کی ضمانت

بدعت سے بچنے والا نہ صرف دین کے نام پر کئے جانے والے نئے اعمال سے پرہیز کرے گا بلکہ وہ کسی نئے مسلک کا خریدار یا امیڈ بھی نہ بنے گا۔ امت کا یہ قافلہ چودہ سو سال سے ایک تسلسل سے چلا آ رہا ہے۔ تابعین نے صحابہ پر اعتماد کیا اور تبع تابعین نے تابعین پر — اور اب تک دین کا یہ قافلہ اپنے اعتماد سے چلا آ رہا ہے۔

ہندوستان میں یکایک ترک تہذیب کی ہوا چلی اور دیکھتے دیکھتے پتھر کی پکڑاری اور مختلف مذاہب کے غیر متضاد اپنے نئے فرقوں کو لے کر سامنے آ گئے۔

عام لوگوں کے بس میں نہ تھا ان کے علمی مباحث سے عہدہ برآہوں۔ سوجو لوگ ان نئے فرقوں میں آنے سے بچے رہے۔ وہ وہی تھے جو دین میں تسلسل اہمت کے قائل اور سلف پر اعتماد کو نیولے تھے اور سنت نے انہیں یہ مقام بخشنا تھا کہ وہ سیل مومنین سے باہر نہ نکلیں — بدعت صرف اہمال میں ہی بری نہیں فرقہ بندی میں بھی بری ہے۔ فروری اختلافات پر جماعت بندی کرنا بدعت ہے صحابہ کا یہ طریق نہ تھا۔

⑦ صحابہ پر تنقید کرنے سے کلی حفاظت

غیر القرون کے انہیں اہل حق میں یہ سلسلے پا گیا تھا کہ صحابہ پر تنقید کرنا جائز نہیں۔ ان میں آپس میں جو اختلافات (مشاجرات) ہوئے ان سے زبان بند رکھنی چاہیئے اور قلم کو روکنا چاہیئے۔ یہی مذہب اہل سنت تھا۔

اب محض شیعہ کو غرض کرنے کے لیے یا حیر جاندار بننے کے لیے یا عام دودھ مائل کرنے کے لیے صحابہ پر تنقید کا دروازہ کھولنا اور کھلے ہندوں اس غلط عقیدے کی تبلیغ کرنا کہ دین کا برگزیدہ تقاضا نہیں کہ صحابہ کی غلطی کو غلطی نہ کہا جائے۔ یقیناً ایک اعتقادی بدعت ہے۔ یوں سمجھیے کہ اس آخر دور میں غمراہ پھر سے آئے ہیں۔

اب جو شخص عام اہمال میں بدعت سے پرہیز کرے گا وہ عقائد کے باب میں اتنی کھلی بدعتوں کا بھی شکار نہ ہو سکے گا۔

⑧ خاندان رسالت سے عقیدت و محبت

اہل سنت و اجماعہ کی تقریباً تمام کتب حدیث میں حضرت عباسؓ، حضرت علیؓ، حضرت

حنین کیسین کے فضائل و مناقب کے باب بند ہے ہیں۔ اعاذیث سے پتہ چلتا ہے کہ یہ حضرات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس خدمتگاہ مترب و محبوب رہے۔

بعد کے ہونے والے سیاسی واقعات اور امت کے اختلافات میں واقعات کا جو رخ بھی ہو انہیں حلقہ رسالت کے اعتماد اور قرب رسالت کے امتیاز سے جدا نہیں کیا جاسکتا اور اسی پر اب تک اہل سنت و اجماع کا اقتدار رہا ہے۔

اب ان مذکورہ اختلافات کی اس طرح شرح کرنا جس سے ان حضرات کے دامن تقدس پر وجہ نظر آئے لگیں۔ یقیناً فہم سلف سے ایک بغاوت ہوگی اور تلخیص امت میں یہ بھی ایک بدعت ہے۔

نامیت کے اس جال میں زیادہ تر وہی لوگ آتے ہیں جو نئی راہ اختیار کرنے میں کوئی باک نہ سمجھتے تھے۔ یہ لوگ بڑا کہتے ہیں کہ پہلے علماء اس تحقیق کو نہیں چھو سکے جو یہ نئے غلط کرتے ہیں۔ سیرہ ایک اعتقادی بدعت ہے جو ان دونوں خاندان رسالت کے خلاف اٹھ رہی ہے۔ جو شخص سنت سے محبت اور بدعت سے نفرت کرے گا اللہ رب العزت اسے قافلہ امت میں سلف صالحین کے ساتھ رکھیں گے اور یہ وہ دولت ہے جس پر بدعت کی تعلم و تلقین کو قربان کیا جاسکتا ہے۔

بدعت کے یہ نقصانات جو ہم نے عرض کئے ان نقصانات کے علاوہ میں جو بدعتی کو آنحضرت میں دیکھنے پڑیں گے۔ بدعتی کا خاتمہ ایمان پر ہونا خطرے سے خالی نہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے محرومی یہ دوسری بدعتیسی ہے۔ جس سے بدعتی آنحضرت میں دوچار ہوگا اور حوض کوثر سے اسے پیچھے ہٹا دیا جائے گا۔

ایسا بدعت افتراء علی الرسول کا دوسرا نام ہے

شریعت صرف نقل و استنباط سے پہچانی جاتی ہے اور شریعت کا منبع پیغمبر کی ذات ہے جس سے اللہ رب العزت کی مہرینیات اور مہر مہرینیات کا پتہ چلتا ہے۔ اب اگر کوئی دین میں کوئی ایسی

چیز داخل کرتا ہے جو اصلاً اور استنباطاً دین کی نہیں تو وہ حقیقت میں انقرض علی الرسول کا مجرم ہے۔ کہ بات، تو دین میں کہیں موجود نہیں۔ نہ کتاب و سنت میں نہ مجتہد کے اجتہاد میں مگر وہ اسے دین بنانے پر تیار ہوا ہے۔

بدعتی کو سنتی کہنے کا گناہ

اب یہ جانتے ہوئے کہ فحواں فحواں اعمال بدعت ہیں اور ان کے کرنے والے بدعتی ہیں پھر اگر کوئی انہیں سنتی کہتا ہے تو کیا اس نے ان تمام بدعات کو سنت نہ کہا اور یہ کہنا کیا انقرض علی الرسول نہیں؟ — نفوس کہ بزرگ اصلاً بدعتی نہ تھے وہ ان بدعتوں کو سنتی کہہ کر خود اس الزام کے ملزم ہو گئے جو مولانا احمد رضا خاں پر سالہا سال سے چلا رہا تھا — یاد رکھیے بدعتی کو سنتی کہنا سخت گناہ ہے۔

بدعتی اور کافر میں کس کی صحبت اہلسنت کے لیے زیادہ خطرناک ہے

مومن اور کافر میں فاصلے قطعی ہیں۔ مومن آسانی سے کفر میں نہیں کھنچتا بخلاف سنتی اور بدعتی کے کہ ان میں فاصلے قطعی ہیں۔ دونوں ایک اصل سے وابستگی کے مدعی ہیں اور ان میں اشتباہ بہت جلد راہ پا جاتا ہے۔ صحبی کے پاس سے گزرنے والا کو قصداً صحبی کے پاس نہیں آ رہا۔ گلاس کے سفید کپڑوں میں اگر دھوئیں کا کئی عکس دکھائی دے تو یہ کوئی تعجب کی بات نہیں۔ نفوس میں جتنا فاصلہ کم ہوگا اتنا جلدی وہ ایک دوسرے کا اثر قبول کریں گے۔ اب یہ نہیں کہ بدعتی پر سنت کے اثر پھیلنے سے پر کچھ بدعت کے اندمیر سے ضرور پھیلے گے حضرت امام ربانی عجد الف ثانی رحمہ اللہ ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

ضررنا و مبتدع زیادہ از فساد صحبت کافر است بلکہ

ترجمہ: بدعتی کی صحبت کافر کی صحبت سے زیادہ بُرے اثرات رکھتی ہے۔

۱۰ مکتوبات دفتر آدلی مکتوب ۵۴

بدعت جہالت کے سائے میں ملتی ہے

کفر کبھی علم کے سایہ میں ڈیرھی راہ ہوتا ہے۔ قادیانیت اور اعتقاد امامت اسی کفر کی پیداوار ہیں لیکن بدعت میدہ جہالت کے سائے میں ملتی ہے اسے کبھی علم کا سہارا نہیں ملتا۔

برصغیر پاک و ہند میں آپ دیکھیں گے جہاں جہالت کے سائے زیادہ ہیں وہاں بہت سی بدعت آپ کو راہ پلٹے ملیں گی اور دیہات اور پسماندہ بستیوں میں جہاں جہالت کے دبیز پردے پڑے ہیں وہاں ملکوں اور بریلوں کی بھیڑ زیادہ نظر آئے گی۔ افراد اصولوں پر عین توڑ پھوک ایک قوم ہیں۔ مگر بریلوی جہاں بھی ہوں گے ایک قوم نہیں ایک بھیڑ ہوں گے اور اگر کبھی مقلبے کی ذرت آجائے تو بھیڑ ہوں گے۔ چونکہ دیہات کی آبادی شہروں سے زیادہ ہوتی ہے اس پر انہوں نے عوامی اکثریت کا دعوے کر رکھا ہے۔ ورنہ ملکی پیرایہ میں یہ ایسی اقلیت میں ہیں کہ شاید ہی جہالت میں کبھی کسی کا گرفت آنا چاہا ہو۔ اب آئندہ ہمارا شمار اکثریت پر بحث کریں گے۔ واللہ هو الموفق وبہ استعین۔

بدعت سے بچانے کے لیے علماء حق کی کوششیں

جب کسی عدائے میں بدعت کے اندھیرے پھیلے۔ علمائے حق نے وہاں پوری تندی سے سنت کے پرانے جلائے اور بدعت کی غفلت کو کہیں بڑھنے نہیں دیا۔ قرون وسطیٰ میں امام ابن تیمیہ حنفی (۷۲۸ھ) علامہ شاطبی مالکی (۷۹۰ھ) نے تحفہ سنت اور رد بدعت پر بنیادی کام کیا ہے۔ مغنیہ کرام میں حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی (۱۰۳۵ھ) اور حضرت امام شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (۱۱۶۱ھ) کے بعد اس میدان کے بلبل علیل حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ ہوئے ہیں۔ آپ کے بعد امام ربانی حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ نے تحفہ سنت پر بڑی محنت فرمائی ہے۔ تاہم حضرت مولانا خلیل احمد محدث سہارنپوریؒ نے براہین قاطعہ لکھ کر اہل بدعت پر وہ حجت تمام کی کہ اب تک اس کے اثر سے اہل بدعت کی جنہیں خاموش ہیں اور حضرت مولانا رحمہم پر الزام تراشی کے سوا اب تک ان سے ان کا کوئی جواب نہیں بن پڑا۔

پھر اس لائن میں شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالغنی شایح بانی پوریؒ اور ان کے بعد حضرت مولانا محمد منظور نعمانی نے بنیادی کام کیا۔ پھر ان کے بعد استاد المکرم حضرت مولانا سید فردوس شاہ صاحب قسری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا سرفراز خاں صفدر نے اقامت سنت اور راہ سنت بدعت پر قلم اٹھایا۔ حضرت شاہ صاحبؒ کی کتاب چراغ سنت اور مولانا سرفراز خاں کی کتاب راہ سنت اس غلطی کو کہہ میں سنت کے واقعی دور روشن چراغ ہیں۔

بدعت کے وبال سے نکلنے کی ایک راہ

کسی شخص کو کسی درجے میں بدعت میں گھرا دیکھیں تو سوال ابھرتا ہے کہ اب اس کی کسی طرح بخشش ہونے لگی؟ اس کے جواب میں آپ کو اس بدعت کی تاریخ معلوم کرنی چاہیے۔ اس کا قائل اگر مجتہد درجے کا ہے تو اس کے اجتہاد کو امت نے قبول نہ کیا ہو اور اس کی کسی تاویل سے اس بدعت کی راہ کھولی ہو تو ہو سکتا ہے ازراہ تاویل اس مجتہد کو آخرت میں معافی مل جائے اور اس طرح اس شخص کو بھی جو اس کی تقلید میں اس راہ پر چلا ہو — خطا مجتہد اور تقلید کے سوا بدعت کے وبال سے بچ نکلنے کی اور کوئی راہ نہیں ہے۔ بدعت کے وہاں سے نکلنے کی صرف ایک ہی راہ ہے — وہ یہ کہ بدعتی مجتہد درجے کا ہو اور کسی تاویل سے اس نے اس بدعت کو استناد دیا ہو یا وہ بدعتی کسی مجتہد کی تقلید سے بدعت میں مبتلا ہو۔

یہ راہ تقلید ایسی نعمت ہے کہ شاید اس بدعتی کو بدعت کے وبال سے پہلے اور آخرت میں اس کی بخشش ہو جائے۔ حافظ ابن تیمیہؒ (۷۲۸ھ) لکھتے ہیں:

ولا ريب ان من فعل البدع متاولاً مجتهداً او مقلداً كان له اجر على حسن قصده وعلى عمله من حيث ما فيه من المشروع وكان ما فيه من المبتدع مغفورا له اذا كان في اجتهاده او تقليده من المذوومين له

ترجمہ۔ اور اس میں شک نہیں کہ جس شخص نے بدعات پر تابدیل کی راہ سے عمل کیا اور وہ اس میں مجتہد کا مقام رکھتا ہو یا وہ (کسی ایسے مجتہد کا) متقلد ہو (جس نے بدعت کی وہ راہ نکالی)، تو اسے اپنی نیت اور عمل کے مطابق اپنے ان اعمال (بدعت) کے حصہ مشروع پر اجماع ملے گا اور حصہ بدعت پر اس کی منفرت ہو سکے گی بشرطیکہ وہ اپنے اجتہاد یا تقلید میں معذورین میں سے ہو۔

یہ اسی طرح ہے جیسے دوسرے اجتہادی مسائل میں فعلی اور خطا کے وبال سے بچنے کی راہ صرف یہ ہے کہ کسی مجتہد کی پیروی میں اس نادرست فیصلے پر عمل نہ کرے اور نہ اس کے فعلی کے اس وبال سے بچ نکلنے کی کوئی راہ نہیں۔ آخرت میں یہ لوگ حسرت سے کہیں گے۔ لو کانسمع اور نفعل ما کان فی اصحاب السعین۔ (پ ۲۹، الملک آیت ۱۰)

بہتر اگر مجتہد متبادل یا متقلد ہونے کی راہ سے ان بدعات پر آیا تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ ان بدعات کو برائے سمجھا جائے یا اس سے لوگوں کو روکا نہ جائے یا اسے امر مشروع سے نہ بدلا جائے۔ یہ رعایت جو حافظ ابن تیمیہؒ نے بیان کی ہے وہ بدعتی کے حق میں ہے بدعت کے حق میں نہیں اور بدعتی کے حق میں بھی صرف اس بحث میں کہ اس کی منفرت ہو سکے گی یا نہ؟ یہ نہیں کہ اب اس کا شمار بدعتوں میں سے نہیں۔

پچھلے لوگوں میں سے کسی سے اگر کوئی بدعت صادر ہوئی تو اسے اس راہ میں معذور سمجھنا چاہیے یہ نہیں کہ اس کے اس عمل کو بہانہ بنا کر ان کی اس بدعت کو سنید جواز مہیا کی جائے جو لوگ اپنے پیروں کے عمل کو سنید بنا کر بدعات کا دوازدہ کھلوانا چاہتے ہیں۔ حضرت امام ربانیؒ مجد الف ثانیؒ نے ان پر سخت محک فرمائی ہے۔

افسوس کہ ہمارے بریلوی علما امام ابن تیمیہؒ کی بیان کردہ اس راہ سے بھی آخرت میں بدعت کے وبال سے نہ بچ سکیں گے کیونکہ وہ بقول خلیفہ حضرت امام ابو حنیفہؒ کے متقلد ہیں کسی ملنگ یا بدعتی امام کے نہیں۔ اور وہ بریلوی جو امام ابو حنیفہؒ کی بجائے مولانا احمد رضا خاں کو امام مانتے ہیں انہیں بھی

اس راہ سے جو ماقلاً بن تمیمؒ نے بتائی ہے کوئی فائدہ نہ پہنچے گا۔ کیونکہ مولانا احمد رضا خاں مجتہد کے درجے کے ذمے تھے۔ حضرت مولانا مرتضیٰ حسن نے علم کے میدان میں انہیں بدلہ پچھاڑا تھا اور وہ کبھی ان کے سامنے ٹھہر نہ سکے تھے۔

بدعت سے نفرت پیدا کرنے کی راہ

بدعت سے نفرت پیدا کرنے کے لیے سنتوں سے محبت ضروری ہے اور سنت سے محبت کی راہ آپ کو بزرگوں کی محبت سے ملے گی۔
بندہ مومن کو چاہیے کہ بزرگانِ دین نے بدعتوں کی آفتوں کا جو ذکر کیا ہے اسے بد بار پڑھے اور ان بزرگوں کی نسبت سے اپنے دل میں نفرت کا دُور اٹکے۔ یہ وہ راہ ہے جس سے ہر مومن کو گزرنا پڑا ہے۔ اور اس مجاہدے کے بغیر کوئی ساحلِ ولایت پر نہیں آتا۔

حضورؐ کی محبت کو سنتوں کی محبت لازم ہے

عجب کی نظر میں محبوب کی ہر ادا محبوب ہوتی ہے اپنی ادا اور کتنا جس چیز نے بھی اس سے نسبت پائی ہو وہ عجب کی نظر میں محبوب ہوگی۔ اس امت کے لیے حضورؐ کے صحابہؓ اور اہل بیتؑ سے محبت کیوں ضروری ہے؟ یہ اس لیے کہ وہ حضورؐ کی نسبت پالے ہوئے ہیں۔ اب ان کی اداؤں میں بھی محبوب کی اداؤں کے ساتھ عجب کے لیے جاذبِ نظر ہوں گی۔

اسلام میں حضورؐ کی محبت سب بنی نوع انسان کی محبت سے اقدم و اولیٰ ہے۔ دل کی کیفیت کو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتے ہیں غلامِ مہر میں صرف وہ شخص اپنے محبت کرنے والا سمجھا جاسکتا ہے جسے آپؐ کی سنتوں سے پیار ہو۔ اسے صحابہؓ اور اہل بیتؑ کی سنتوں سے پیار ہو اور ان کے طریقوں کے ماسوا دین کے نام پر کیا جانے والا ہر عمل اسے بدعت نظر آئے۔ بدعت سے پیار کرنے والا کبھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عجب نہیں ہو سکتا۔ جبرٹ اور دھوکا دہری ہانت ہے۔

اسلامک اکیڈمی مانچسٹر کی خدمات

اسلامک اکیڈمی مانچسٹر نے انگریز میں اسلام کی عظمت اور بدعات نفرت پیدا کرنے میں بنیادی کام کیا ہے اور اس کے اثرات اُسے بے قُورپ اور امریکہ میں پائے جاتے ہیں حالانکہ بریتش کی چارٹرڈ تعلیم طلبہ ایسی اکیڈمی میں لکھی گئی ہیں۔ عزیزم مولانا حافظ محمد اقبال صاحب دامت برکاتہم نے بڑی محبت اور محنت شاقہ سے بدعت کے بارے میں حضرت صحابہ کرامؓ، تابعین عظامؓ، مجتہدین کرامؓ مجددین امت اور اولیاء اللہؒ کے احوال کو جمع فرمایا ہے۔ یہ سب مضامین مختلف اخبار میں منتشر تھے۔ آپ نے انہیں یکجا کر کے ایک نہایت مفید ترتیب دی ہے۔ قاری کو ایک ایسے محل میں لاکھڑا کیا ہے جس کے چاروں طرف اہل اللہ بدعت کی علمتوں کے خلاف دُھائی دے رہے ہیں اور مردِ مومن شیعہ دینی سنت بے محابا ان مخلصی چاہتا ہے یہ وصف مقامِ سنت ہے جس سے کرنیں پھوٹتی ہیں اور بدعتوں کی علمتیں ٹوٹتی ہیں۔

یہ رسالہ طلباء علماء لیکن اور مبلغین کے لیے بہت مفید اور صحیح معنی میں ماحیِ سنت اور ماحیِ بدعت ہے۔ کاش! کہ حافظ صاحب موصوف چند بدعتوں کی بھی نشاندہی کر دیتے۔ تاکہ جو لوگ اہل اللہ کے ان خلاف بدعت بیانات سے متاثر ہو کر معاشرے سے جہالت کے اندھیروں کو دور کرنا چاہیں انہیں فوری طور پر ایک میدانِ عمل مل جائے کہ اب انہیں کن کن بدعتوں سے بچ کر نہ سکتا ہے اور ہمارے دینی معاشرے میں کن کن سی بدعات گمس چکی ہیں۔ ان بدعات کی مسمیٰ تردید کی ضرورت نہیں۔ وصفِ نشاندہی کافی ہے۔ اہل بدعت کہے یہ وہ ذہین ہیں جن کے ذریعہ وہ اس دینی بستی میں اُترتے ہیں کہ آگے تہہ خانے ہی تہہ خانے میں۔ بالاخانے میں جانا ان کے نصیب میں نہیں ہے۔ اللہ رب العزت اس تالیفِ لطیف کو اور مفید بنائے اور حافظ صاحب موصوف کے علمِ عمل میں اور برکت فرمائے

ہوا ہے گو تند و تیز لیکن چراغِ اپنا جلارہا ہے

وہ مردِ درویش حق نے جس کو دیئے ہیں اندازِ خسروانہ

خالد محمد عفا اللہ عنہ

الْبِدْعَةُ وَأَهْلُ الْبِدْعَةِ فِي نَظَرِ الصَّحَابَةِ وَسَادَاتِ الْأُمَّةِ
الْمُسْلِمَةِ

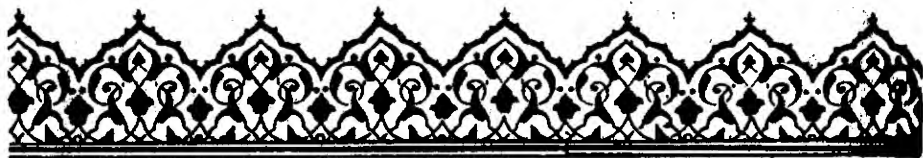
بدعت اور اہل بدعت

اسلام کی نظر میں

تأليف

مولانا حافظ محمد اقبال رنگونی فاضل مظاہر العلوم سہارنپور

مدیر ماہنامہ "الہلال" مانچسٹر



دارالمعارف

الفصل مارکیٹ، اردو بازار، لاہور

مطالعہ بریلویت

اسلام کے چشہ صافی پر تین بیرونی نظریات کے گہرے سائے

بریلویت کیا ہے؟

- ۱۱۔ یہ ہندو ازم کا طورِ مجدد ہے۔
- ۱۲۔ مسیحی نظریات کی ایک نئی شکل ہے۔
- ۱۳۔ شیعیت کا ایک نیاروپ ہے۔

مولانا احمد رضا خان اور ان کی وصیت اپنانے والوں نے اسلام کے چشہ صافی کو کس طرح شرک و بدعات سے گدلا کر رکھا ہے۔ اس میں آپ کو ہندو مذہب کی نظریات اور شیعیت کے گہرے سائے ملیں گے اور ان کے سچے ہندوستان کی انگریز حکومت کی صدائے بازگشت سنائی دے گی۔ یہ بریلویت کا ہوتا نشان ہے

مفتی اسلام علامہ خالد محمود صاحب ڈائریکٹر اسلامک ایکڈمی پانچ شہر کے فاضلہ قلم سے

پانچویں جلد میں بریلویوں کے عقائدِ خمسہ کا مفصل بیان ہے

مطالعہ بریلویت کی تیسری جلد ان چاروں رسائل کو اپنے دامن میں لیے ہے۔

۹۸ گرام کا عمدہ کاغذ — اعلیٰ کتابت عمدہ طباعت — اعلیٰ ڈاٹائی دارجلد ۲۷ صفحات
ہر شے ربا گرانی کے باوجود قیمت صرف دس پونہ
مطالعہ بریلویت کی پانچ جلدوں کا سٹ رپے میں ملے گا۔

حافظ محمد اقبال رنگونی عفا عنہ اسلامک ایکڈمی پانچ شہر

عرض مؤلف

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

قرآن اور احادیث مبارکہ کی تفسیرات کے مطابق شرک کی سب سے بڑی فکری اور عملی گمراہی بدعت ہے۔ اس سے اسلام کا چشمہ صافی گدلا ہو جاتا ہے۔ علماء سور نے ترویج بدعات سے مسلمانوں کو ایسے عقائد و اعمال میں منہمک کر دیا ہے جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ میں انتہائی ناپسندیدہ ہیں۔ اور اکابر اہمت نے انہیں انتہائی ناپسندیدگی سے دیکھا ہے اور علما دین نے اس سے سوہ کا فائدہ اندیشہ محسوس کیا ہے۔

بدعات کے ارتکاب سے ایک مسلمان قرآن اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ پر چلنے سے محروم ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ صرف بدعت کا دروازہ بند کیا ہے بلکہ اس کی پُر زور مخالفت کی ہے اور شدت سے اس کی مذمت کی ہے حدیث پاک میں صاحب بدعت کے لیے سخت وعیدیں وارد ہیں تاکہ کوئی شخص اسلام کے چشمہ فیض کو مٹا کر نہ لے کر جرات نہ کر پائے۔

معلوم ہونا چاہیے کہ جس طرح توحید کے مقابل لفظ شرک ہے اسی طرح سنت کے مقابل میں لفظ بدعت ہے۔ کوئی شخص شرک کرنے کے بعد اپنے آپ کو ہزار اہل توحید میں سے سمجھے اس کا ایسا سمجھنا باطل ہوگا۔ اسی طرح بدعات اپنانے کے بعد کوئی لاکھ اپنے آپ کو اہل سنت میں سے کہے اس کا یہ اعلان ایک غلط دعویٰ ہوگا۔ کیونکہ جس طرح شرک نام ہے توحید کی مخالفت کا۔ بدعت نام ہے سنت کی مخالفت کا۔ ظاہر ہے کہ سنت کی مخالفت کرنے والا اہل سنت اور سنتی کہلانے کا کسی طرح مستحق نہیں ہو سکتا۔

شیطان بعینہ ابوالہر رسول کو بدعات اختیار کرنے کی ترغیب و تحریص دے کر ایک

ایسے مقام پر لاکھڑا کر دیا ہے جہاں انہیں یہ سوچنے کی زحمت گوارا نہیں کہ آیا ان کا منہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کی مخالفت ہوتی ہے یا نہیں؟ بدعات و محدثات اختیار کرنے پر کیا ہم غلطی مارا فٹکی و عقاب کے مستحق تو نہیں ہو رہے؟ — بدعات کا اندھیرا اس طرح ان کے دل و دماغ پر چھا گیا ہے کہ انہیں اس کا خیال تک نہیں آتا۔ بلکہ طرفہ تماشایہ ہے کہ یہ لوگ بدعات کو سنت بلکہ حبیب رسول کا تقاضا قرار دیتے ہیں۔ (العیاذ باللہ)

بتلائیے اب توبہ کی توفیق کس کو ہوگی اور کیسے ہوگی؟ اس کا نتیجہ سوائے ہلاکت و بربادی کے اور کیا ہوگا — محدث شہیر حضرت مولانا بدر عالم صاحب مہاجر مدنی فرماتے ہیں کہ:

”بدعت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف ہوتی ہے اس سے بدتر اور کیا چیز ہو سکتی ہے۔ بدعت ایک بہک اور متعدی مرض ہے۔ اس کے مریضوں سے متعدی امراض کی طرح دُور در نہنا چاہیئے۔ قیامت کے دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بدعتیوں کو دیکھ کر بڑی نفرت کے انداز میں فرمائیں گے ”مسحقا مسحقا لمن بدل عہدی“ (یعنی جنہوں نے میرے بعد دین میں تبدیلی کی اور بدعت پھیلانی وہ مجھ سے دُور رہیں نور رہیں) بدعت کو ایجاد کرنے کا مطلب یہ نکلتا ہے کہ ہمارا کامل دین گویا ابھی ناقص ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت میں بھی کسی کمی بیشی کی گنجائش ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد گویا نبوت کی ضرورت باقی ہے اور یہ ختم نبوت کا انکار نہیں تو اور کیا ہے؟ بدعت کا اثر نہ صرف مسلمانوں کے اعمال پر ہوتا ہے بلکہ ان کے عقائد پر بھی پڑتا ہے۔ اس لیے بدعت میں غلو کرنے سے یعنی اس کی زیادتی سے سراسر خاتمہ کا بھی اندیشہ ہے۔“

ہم نے پیش نظر رسالہ میں بدعت اور اہل بدعت کا احادیث پاک، صحابہ کرامؓ، تابعین عظامؓ اور اکابرین امت کے ارشادات کی روشنی میں ایک مثبت جائزہ لیا ہے جس سے واضح

ہو جاتا ہے کہ اسلام کی نظر میں بدعت کتنی غصیت اور صاحب بدعت کتنا غصیت العمل ہے۔ نیز چند اشکالات کا بھی جواب دیا ہے جو اس باب میں اہل بدعت پیش کرتے ہیں اس سے جواب بدعت کے دلائل کی حقیقت بھی واضح ہو جائے گی۔

پہلے یہ مضمون برطانیہ کے علمی جریدہ "ماہنامہ الہلال" مئی ۱۹۸۸ء اور ۱۹۸۹ء کے شماروں میں بالاقساط شائع ہوا۔ قارئین الہلال بالخصوص حضرات علماء کرام نے اسے بہت پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا اور اسے بہت فائدہ مند قرار دیا اور صاحب مضمون کو دعاؤں سے نوازتے ہوئے فرمایا کہ اس کتاب کو کتابی شکل و صورت میں شائع کیا جائے تو اس کا نفع عام ہوگا۔

راقم الحروف استاد محترم مکتب اسلام حضرت علامہ ڈاکٹر خالد محمود صاحب مدظلہ العالی کا صمیم قلب مشکور ہے کہ آپ نے اس مضمون پر نظر ثانی فرمائی، اضافے بھی تجویز فرمائے اور کہیں کہیں اس کی ترتیب بھی بدل دی۔ پہلی اشاعت ایک پرچے کے حسبِ حال تھی۔ اسے کتابی شکل میں لانے کے لیے یہ تبدیلی ترتیب بہت مناسب ہے۔ بحضارہ اللہ احسن الجزاء۔

اب یہ مضمون نہیں ایک کتاب ہے۔ ایک فصل نہیں ایک باب ہے۔ صرف اتمام حجت نہیں۔ اہل بدعت کے لیے یوم الحساب ہے اور ان کا ہر چھڑا بڑا اس کے جواب باصواب سے بلا ترتیب الاجاب ہے۔ فالحمد للہ علیٰ ذلک۔

دعا ہے کہ اللہ رب العزت اہل اللہ و الجماعت کے قلعہ میں بدعت کی آفت لگانے والوں کی ہر کوشش ناکام کرے۔ ہر مسلمان کو شرک و بدعت نے محفوظ رکھے اور اہل بدعت کو بھی صحیح توبہ کی توفیق اسدائی فرمائے آمین۔

(عادل) محمد اقبال رنگوٹی عن عبداللہ عنہ

جمادی الاولیٰ ۱۴۱۰ھ

بدعت اور اہل بدعت اسلام کی نظر میں

الحمد لله وسلام على عباده الذين اصطفى. اما بعد..

فمن ام المؤمنين عائشة رضي الله تعالى عنها قالت قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من احدث في امرنا هذا ما ليس منه فهو رد۔^۱

ترجمہ۔ اُم المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس کسی نے ہمارے اس دین میں کوئی نئی بات نکالی تو وہ مردود ہوگی۔

سو یاد رکھیے اسلام اکین کامل اور مکمل دین ہے اس میں کسی اضافے کی کوئی گنجائش نہیں۔ اگر کسی نے کوئی بات اس میں داخل کی تو اس کا وہ عمل مردود ہوگا اور دین کامل محمود ہوگا۔

حدیث شریف کا مطلب

حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی نقل فرماتی ہیں کہ آپ نے فرمایا۔

”جس نے ہمارے اس معاملہ میں کوئی نئی بات نکالی تو وہ مردود ہوگی۔“

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر قول و عمل قرآن کریم کے مطابق ہے اور آپ سے زیادہ قرآن کریم کو نہ کسی نے سمجھا ہے نہ سمجھ سکتا ہے۔ اب جو بھی کوئی نئی بات دین حنیف میں رائج کرے اور اس کی نسبت قرآن کریم یا احادیث کریمہ کی طرف کرے تو دراصل اس نے قرآن کریم اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر افتراء کیا۔ اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

اس کا یہ قول و عمل لائقِ رد ہے یعنی وہ باطل و مردود ہے۔ امام الحجہ حضرت امام مالکؒ (۱۷۹ھ) فرماتے ہیں کہ:-

من ابدع في الاسلام بدعة يراها حسنة فقد زعم ان محمد صلى الله عليه وسلم خان الرسالة لان الله تعالى يقول اليوم اكملت لكم دينكم (الاية) فما لم يكن يومئذ ديناً فلا يكون اليوم ديناً.

ترجمہ جو شخص کوئی بدعت اختیار کرتا ہے اور اس کو اچھا سمجھتا ہے تو وہ گویا اپنے عمل سے دعویٰ کرتا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے (مخاذ اللہ) رسالت میں خیانت کی اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے آج تم پر اپنا دین مکمل کر لیا (پھر فرماتے ہیں کہ) جو کام اس زمانے میں دین نہیں تھا وہ آج بھی دین نہیں بن سکتا۔

قاضی عیاضؒ (۴۵۴ھ) فرماتے ہیں کہ:-

جس شخص نے دین اسلام میں کوئی ایسی چیز ایجاد کی جس کی اصل کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) میں کسی ظاہری و خفی وجہ میں بھی موجود نہیں ہے تو یہ شخص مردود ہے اس لیے کہ اسلام کامل ہو گیا ہے اور اس کے اندر ایک ذرہ برابر کی بیشی کی گنجائش باقی نہیں رہی ہے تو گویا کہ وہ شخص شریعت کے اندر غیر پسندیدہ چیز کا اضافہ کرنا چاہتا ہے اور دین آیات اللہ اور اِماءِ دین رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اور آثارِ صحابہؓ کی اتباع کا نام ہے۔ اس لیے یہ شخص دائرۃ اسلام سے مردود ہے۔

حضرت علامہ نوویؒ (۶۷۲ھ) فرماتے ہیں کہ:-

وهذا الحديث قاعدة عظيمة من قواعد الاسلام وهو من جوامع كلمه

صلی اللہ علیہ وسلم فی رد کل البدع والمختعات ۛ

ترجمہ: یہ حدیث شریف اسلام کے اصولوں میں سے ایک عظیم اصل ہے اور یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جامع کلمات مبارک میں سے ہے اس حدیث پاک میں تمام بدعات کی مروج طود پر تردید ہے۔

الحاصل یہ حدیث شریف بدعات کی مذمت اور ان کی برائی نہایت صراحت سے بیان فرما رہی ہے۔ سر بدعات سے ہمیشہ احتراز کرنا چاہیئے۔

فِي أَمْرِنَا هَذَا كَامَطْلَب

اس وقت دنیا میں لاتعداد نئی ایجادات آچکی ہیں کئی دنیوی کام جو اس وقت نہ تھے آج ہو گئے تو ہر ایک پر بدعت کا فتوے لگانا ٹھیک نہیں ہے۔ بدعت سے مراد دین کے نام پر کوئی ایسا کام ایجاد کرنا جس کا ثبوت دین کی تعلیمات مبارکہ میں نہ ملے نہ حدیث پاک سے اس کا ثبوت ملے۔ نہ آثار صحابہؓ میں ضرورت و داعی کے باوجود اس کا کوئی نام و نشان ملتا ہو اور اسے دین بنایا جائے اور نیکی و ثواب سمجھ کر کیا جائے تو یہ وہی بدعت ہے اور اس کا دین قیم سے کوئی تعلق نہ ہو گا۔ حدیث پاک من احدث فی امرنا ہذا مالین منہ فہودخ میں فی امرنا ہذا کا مطلب فی دیننا ہی ہے۔ علماء اسلام نے دین کی قید لگا کر اس کی طرف تنبیہ کر دی ہے۔ اب اٹھٹی صدی ہیں چلتے۔ علامہ حافظ ابن رجبؒ (۷۴۹ھ) اس حدیث پاک کی شرح میں فرماتے ہیں:-

کل من احدث فی الدین مالعیاذن بہ اللہ ورسولہ فلیس من الدین من شئ ۛ

ترجمہ: جس نے دین میں کوئی ایسی چیز ایجاد کی جس کا حکم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول

صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں دیا تو اس کا دین سے کوئی تعلق نہیں۔
اسی طرح موصوف لکھتے ہیں کہ بعض الفاظ میں فی امرنا کی جگہ نہایت مراحت کے
ساتھ فی دیننا آیا ہے۔

وفي بعض الفاظ من احدث في ديننا ما ليس منه فمفروجه۔

اس سے واضح ہو گیا ہے کہ دین منیف میں ایسی کوئی نئی بات محکاتی جس کی اصل کتاب
وسنت سے ثابت نہ ہو قابل رد ہے اس کا کوئی اعتبار نہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے
نزدیک یہ نہایت ہی بُری ہے۔

اس سے الگ حدیث کی شہادت بھی یہی ہے۔ حافظ ابن حجر مقلانی (۸۵۲ھ) فی امرنا
ہذا کی شرح میں لکھتے ہیں۔

والمراد امر الدين۔

فی امرنا ہذا سے مراد دین کا امر ہے۔ یعنی جس نے دین میں کوئی نئی چیز نکالی تو وہ
مردود ہوگی۔

علامہ مسند الدین (۴) ص ۴۷ بھی فرماتے ہیں۔

من احدث في امرنا هذا في دين الاسلام۔

سیدنا ملا علی القاری الحنفی (۱۰۴۸ھ) ایک حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں۔

قد احدث اى ابتدع في الدين ما ليس منه۔

ان چند اقتباسات سے واضح ہو گیا کہ ہر نیا کام بدعت نہیں کہ اس کو بنیاد بنا کر نئے دین
کی ترویج کی جائے۔ بلکہ بدعت (جس کی مذمت کی جا رہی ہے) وہی ہے جو اللہ و رسول صلی اللہ
علیہ وسلم کے نام پر دین منیف میں نئے سرے سے قائم کی جائے اور اس کی اصل قرآن و سنت
میں نہ ملے وہ مردود ہوگی اور اسی کا نام بدعت ہے جو گمراہی کی طرف لے جاتی ہے۔

جامع العلوم مشافہ فتح الباری جلد ۵ ص ۲۲۵ ملوچ المیزع جلد ۳ ص ۳۲۲ کے مرقات شرح مشکوٰۃ جلد ۳ ص ۲۳

اسلام کی دو وزنی چیزیں

یاد رکھیے اسلام کی دو وزنی چیزیں ہیں جن کو مضبوطی سے تھامنے والا کبھی گمراہی میں نہیں پڑے گا۔ حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:-

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا قَدْرَ تَرْكِكُمْ مَا انْ اعْتَصَمْتُمْ بِهِ فَلَنْ تُضَلُّوا
ابداً اكتب الله واستنّ نبيّه ۛ

ترجمہ: اے لوگو! میں تم میں دو چیزوں کو چھوڑتا ہوں تم جب تک ان دونوں کو مضبوطی سے تھامے رکھو گے کبھی گمراہ نہ ہو گے۔ ایک کتاب اللہ اور دوسری میری سنت ہے۔

کتاب اللہ کی تفسیر و تشریح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات و اعمال ہیں اور سنت اسی کا نام ہے اور اسی طریقہ کو رحمتہ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرامؓ نے دیکھا سنا اور عمل کیا۔ اور اب ان کا عمل اس لائق بن گیا کہ اس پر عمل کرنے والا بھی راہ ہدایت پالے والا ہے۔ اور جنہوں نے ان دونوں وزنی چیزوں اور راہِ صحابہؓ سے اعراض کیا وہ خدا کی نظروں میں منحصر ہیں۔ قرآن کریم نے بہت سے مقامات پر کتاب و سنت اور راہِ صحابہؓ کو اپنانے کی تلقین کی ہے اور بتلایا کہ جو شخص اس راہ سے ہٹ گیا اس کا ٹھکانا جہنم ہو گا۔ قرآن کریم نے اعلان کیا:-

وَمَن يَشَاقِقِ الرَّسُولَ مِنۢ بَعْدَ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَىٰ وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ
الْمُؤْمِنِينَ خِزْيًا ذَلِيلًا وَمَن يَفْعَلْ مِثْلَ هَٰذَا مِنۢ بَعْدِ مَا جَاءَتْهُ الْبَيِّنَاتُ فَعَلِيَ غَافِلٌ مُّصِيبٌ

(پ ۵: النساء، ع ۱۷ آیت ۱۵)

ترجمہ: اور جو کوئی مخالفت کرے رسول کی جب کہ کھل چکی اس پر سیدھی راہ اور چلے مومنوں کے راستہ کے خلاف تو ہم حوالہ کر دیں گے اس کو اسی طرف جو

اس نے اختیار کی اور اِلیس گئے ہم اُس کو دوزخ میں اور وہ بہت بُری جگہ جا پہنچا۔

ظاہر ہے کہ اُس وقت کے مومنین صحابہ کرام ہی تھے اور یہی حضرات نزولِ قرآن کے اولین مخاطب ہیں اور انہی کی راہ سبیل المومنین ہے اور یہی اسلام کی جو بنی برسرِ کھ ہے۔

اتباع سنت سے بدعات کا خاتمہ

قرآن کریم و احادیثِ کریمہ و آثارِ سلف کے ارشادات کا مطالعہ کیجئے تو یہ حقیقت واضح ہو جائے گی کہ جہاں سنت پر عمل ہو گا بدعات کا خاتمہ ہو جائے گا۔ جہاں روشنی آئے گی ظلمت جاتی رہے گی۔ جہاں حق آئے گا وہاں باطل کو فرار کے سوا کوئی چارہ نہ ہو گا۔ حق کی خاصیت ہی یہ ہے کہ وہ باطل کو بھگا دیتا ہے۔ قرآن کریم میں ہے:-

قُلْ جَلَدَ الْحَقُّ وَذَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ ذَهُوًّا۔ (ہاپ، بنی اسرائیل)

ترجمہ: کہہ حق آیا اور باطل بھاگا، بے ٹھک باطل بھاگنے والا ہے۔

قرآن کریم میں گویہ ایک خبر دی گئی ہے مگر اس سے حق کا مزاج سمجھ میں آجاتا ہے کہ حق بالآخر غالب آکر رہتا ہے۔ اس آیت کی پوری تشریح کے لیے حضرت علامہ خالد محمود صاحب کی کتاب تقدسِ حرمین ص ۷ سے ملاحظہ فرمائیں۔ اس آیت میں کلمہ مذکور میں بائید دوامِ حق کے غلبہ کی خبر دی گئی ہے۔

بدعات کی پیش گوئی

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ حق و باطل کی معرکہ آرائی ہوتی رہے گی۔ حق اپنی پوری شان کے ساتھ آئے گا اور باطل بھی اپنے آپ کو خوب بُرا اور خوشنما صورت میں پیش کرے گا مگر آپ دیکھیں گے کہ کھٹوری ہی دیر میں باطل کے پتھرے سے سیاہ نقاب اُتر جائے گی اور اُس کا بھجڑا اور

بد صورت چہرہ نمایاں ہر جانے گا۔ قرآن کریم نے اس سلسلے میں کئی واقعات کے ذریعہ سمجھایا اور بتلایا کہ باطل نے ہر دور میں اپنے آپ کو خوشنما صورت میں پیش کیا مگر حق نے اس کا راز فاش کر دیا۔ باطل اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ آیا مگر حق نے اسے شکست فاش دی۔ باطل نے کبھی تلواروں کے بل بوتے پر، کبھی مال و دولت کے اعتماد پر، کبھی حسن و عشق کے رنگ رُوپ میں کبھی تکالیف و اذیتوں کے ذریعہ۔ حق اور اہل حق کو دبانے کی کوشش کی، مگر تاریخ نے دیکھا کہ ہمیشہ حق کا بول بالا ہوا اور باطل کا منہ کالا ہوا۔ حق اور اہل حق کو غلبہ نصیب ہوا۔ باطل اور اہل باطل مغلوب ہو کر رہے۔ حق و باطل کی یہ معرکہ آرائی ابتداء سے ہوتی چلی آئی ہے۔

۷ متیزہ کار رہا ہے اڈل سے تابا امروز

چراغ مصطفوی سے شمارِ بولہبی

اسی طرح یہ خبریں بھی وارد ہیں کہ سنت کے مقابلہ میں بدعات بھی جنم لیں گی۔ لیکن سنت اور سنت کی پیروی کرنے والے بدعات کی نشاندہی کریں گے اور بدعات کی حقیقت و آفت واضح کریں گے۔ بدعات کی مذمت کریں گے اور واضح کریں گے کہ یہ قول و عمل سنت کے خلاف ہے اس لیے اُن سے بچو۔ حضرت ابوہریرہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک بیان فرماتے ہیں کہ:-

يَكُونُ فِي آخِرِ الزَّمَانِ دُجَالُونَ كَذَابُونَ يَأْتُونَكُمْ بِالْأَحَادِيثِ بِمَا لَمْ تَمْعُرُوا عَنْهُمْ وَلَا أَبَاءُكُمْ فَيَأْخُذُكُمْ وَيَأْخُذُكُمْ وَلَا يَتَّقُونَكُمْ وَلَا يَتَّقُونَكُمْ
ترجمہ۔ آخری زمانہ میں ایسے دھال کذاب ہوں گے جو تمہارے سامنے ایسی احادیث پیش کریں گے جن کو نہ تم نے سنا ہو گا نہ تمہارے آباء و اجداد نے پس تم اُن سے بچو اور ان کو اپنے قریب نہ آنے دو۔ تاکہ وہ تمہیں گمراہ نہ کر سکیں اور فتنے میں نہ ڈال سکیں۔

ایک روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا :-
یا قیظ نکھ بعد من الحدیث المحدثۃ

ترجمہ: تمہارے پاس وہ گھر گھر کراہی حدیث لائیں گے یا بدعات کا دھواں اُٹھائیں گے۔

سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ملاحظہ کیجئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس پیشگوئی سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو اس بات کا خدشہ تھا کہ زمانہ گزرنے پر نئی بدعات کا ظہور ہوگا جس پر وہ دین اور عشق ہزٹنے کا لیل چپاں کریں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ وہ بدعات ہی ہوں گی، اس لیے کہ اس پر نہ پہلے بزرگوں نے عمل کیا ہوگا اور نہ انہوں نے اس کی تاکید کی ہوگی۔ جو لوگ اس طرح کی بدعات سامنے لائیں گے وہ کذاب (جھوٹے) اور دجال (یعنی حق و باطل کو غلط ملکہ کے باطل کو حق بتلانے والے) ہوں گے تم ان کی ہرگز نہ ماننا اور حق تم غمارہ میں پڑ جاؤ گے۔

ملاحظہ فرمائیے۔ اہم کتنی چیزیں اور کتنے اقوال و اعمال ہیں جنہیں اصل دین بنا کر لوگوں میں اس پر عمل کرنے پر زور دیا جاتا ہے اور نہ کرنے والوں کو نہایت بُرے الفاظ اور فتروں سے نوازا جاتا ہے۔ حالانکہ یہ لوگ جن چیزوں کو کہتے ہیں ان کا ثبوت نہ قرآن کریم سے ہے نہ تو احادیث کریمہ سے۔ نہ ہی صحابہ کرامؓ و ائمہ عظامؓ نے اس کی تاکید فرمائی ہے۔ پھر ایسے اعمال کو دین کو جزو و حصہ قرار دینا کہاں کا انصاف ہے؟ اس لیے جو لوگ ایسے اعمال پر اصرار کرتے ہیں وہ دراصل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مبارکہ کی خلاف ورزی کرتے ہیں جس سے بچنے کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تاکید فرمائی ہے۔

سنت تعادل اہمیت کی صورت میں

قرآن و حدیث میں مختلف حقیقتوں کی نشاندہی متقابل الفاظ سے کی گئی ہے اور متقابل

الفاظ کی جگہ آتے ہیں جیسے دن رات، اچھا بُرا، روشنی اندھیرا، حق و باطل، توحید و شرک اس طرح شریعت میں سنت کے مقابل بدعت کا لفظ آیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو طریقے متواتر ہوئے وہ سنت کہلائے۔ سنت ہمیشہ تعادل امت کی صورت میں جلوہ گر رہی ہے یہی صحابہ کرام کی راہ تھی ایسے ہی قرونِ شہود لہا بالآخر کے عملی نقشے تھے — اور راہِ بدعت وہ راہ ہے جو اکابرین نے نہ دیکھی ہو — اس کی ایک مثال پیشِ خدمت ہے۔

مسواک کرنا

یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ صحابہ کرام، ائمہ عظام نے اس سنتِ مبارکہ پر عمل کیا، تابعین و تبع تابعین، صحابہ، اولیاء، اقیاناء، فقہاء، علماء، زہاد، عباد سب نے اس کو اپنایا اور آج تک اس پر عمل ہوتا چلا آیا ہے۔ یہ کیوں؟ یہ اس لیے کہ یہ سنت ہے۔ یہ صرف اس لیے نہیں کہ منہ کی صفائی ہے بلکہ اس میں ذاتِ رسالت مآب سے انتساب ہے یہ اس منہ مبارک کی یاد ہے جو فرشتوں سے ہمکلام ہوتا تھا اور صحابہ کرام کے سامنے کھلتا تھا۔

اب دیکھتے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کے نام پر جلوس نکالنا یہ عمل نہ تو سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ نہ حضراتِ غلغلاء راشدینؑ نے اپنے دورِ خلافت میں جلوس نکالنا نہ حکم فرمایا نہ صحابہ کرام نے۔ باوجودیکہ وہ سب سے زیادہ آپ کے محبت اور عاشق صادق تھے۔ ایسا نہ بزرگانِ دین نے مسرت و شادمانی کا اظہار کیا۔ نہ ائمہ مجتہدینؑ کی زندگیوں میں اس کی کوئی مثال ملی، ایسا کیوں؟ یہ اس لیے کہ اس پر عمل کی شریعت میں کوئی اصل نہیں اور نہ ہی یہ دین کا جزو ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو ضرورتاً تاکید ہوتی۔ اور یہ تعادل امت کی صورت میں ہمیشہ جلوہ گر رہتا۔ مگر ایسا نہیں ہے۔ اس کی اور بھی کئی مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں، سمجھانے کی غرض سے ایک مثال پیش کی گئی ہے۔ اس پر آپ سنت و بدعت کی تقسیم سمجھ لیں۔

لفظ بدعت کے لغوی معنی

لفظ بدعت بدرجہ سے نکلا ہے۔ بدرجہ کے معنی نئی ایجاد کے ہیں اور بدعت کے معنی ہر نئی چیز کے ہیں خواہ اس کا تعلق عبادت الہ سے ہو خواہ معاملات سے — لغت کے مشہور امام علامہ ابو الفتح ناصر بن سید المظفری (ت ۱۱۲ھ) بدعت کی تعریف میں لکھتے ہیں :-

بدعت ابتداء کا اسم ہے جس کا معنی یہ ہے کہ کوئی نئی چیز ایجاد کی جائے جیسے رفعت ارتقاء کا اسم ہے اور غفلت اختلاف کا اسم ہے

یہ اس کے لغوی معنی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کو نئے سرے سے پیدا فرمایا یہ پہلے نہ تھے۔ بدیع السموات والارض (پ: الانعام) میں یہی لغوی معنی مراد ہے۔ امام ابو ذر کا یہ بھی بن مشرف النوری (۲۶۶ھ) بدعت کی تعریف میں لکھتے ہیں :-

قال اهل اللغة هي كل شئ عمل على غير مثال سابق

ترجمہ۔ اہل لغت کہتے ہیں کہ (بدعت) ہر وہ چیز ہے جو کسی سابق نمونے کے بغیر عمل میں لائی گئی ہے۔

پھر اہل اسلام کے عام محاورے میں بدعت کا لفظ ایسی چیز پر غالب آ گیا جس سے دین میں زیادتی یا کمی کی جائے۔

لغت کی دوسری کتاب قاموس میں ہے :-

بدعت ایسی نئی چیز کہ کہتے ہیں جو دین کے پورا ہر جانے کی بعد ایجاد کی گئی ہو اور وہ نبی کی خواہش اور اعمال کے مطابق نہ کی جائے۔

یہ اس لیے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خود فرما گئے کہ میرے دین میں کسی قسم کی زیادتی نہ کرنا۔

بدعت اصطلاح شریعت میں

اصطلاح شریعت میں بدعت کے معنی ثواب کی نیت سے کیا جانے والا وہ کام ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت صحابہ کرامؓ نے نہ کیا ہو نہ قولاً نہ عملاً۔ حتیٰ کہ اشارۃً بھی اس کا ثبوت نہ ہو۔ جیسا کہ علامہ شافعیؒ (۷۶۷ھ) نے الامتقام میں بیان فرمایا ہے۔

شرح بخاری علامہ عینیؒ (۸۵۵ھ) لکھتے ہیں:-

والبدعة في الاصل احداث امر لم يكن في زمن رسول الله صلى الله عليه وسلم.

ترجمہ۔ بدعت اصل میں اس چیز کو کہتے ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں نہ تھی۔

ملاحظہ رہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے مراد صحابہ کرامؓ کا زمانہ ہے قرون مشہورہؒ لہذا بالخیر کہ یہ اکابر اہل اسلام مراد ہیں۔

بریلوی مسلک کے مشہور عالم مولانا محمد صالح صاحب لکھتے ہیں:-

اصطلاح شریعت میں بدعت اس چیز کو کہتے ہیں جو امور دینیہ سے سمجھی جائے مگر کسی دلیل شرعی سے اس کا ثبوت نہ ملتا ہو نہ کتاب سے نہ احادیث سے نہ اجماع عہدین سے نہ قیاس شرعی سے۔

ان حوالہ جات کی روشنی میں یہ بات واضح ہو گئی کہ ہر ایسا نیا عمل جس کا خیر اقرون میں کوئی وجود نہ ہو اور اُسے دین کا جز نہ بنالیا جائے اور اس پر نیکی و ثواب کا فتوٰ لے لگا دیا جائے تو شرعی اصطلاح میں اس کا نام بدعت ہو گا۔

ایسے اعمال کی نہ شریعت میں کوئی دلیل ہوتی ہے اور نہ کتاب و سنت میں ان

کی کوئی نظیر

چند شبہات کا اصولی جواب

اہل بدعت جب بدعات کی حمایت میں کھڑے ہوتے ہیں تو مغالطہ دینے کی خاطر ٹھکرک و شبہات سے اپنے عمل بدعت کو ثابت کرنا چاہتے ہیں مثلاً ان کا کہنا ہے کہ لائٹ، پنکھا، موٹر، کوٹ، شہوار، ریل گاڑی، ہوائی جہاز، قواعد عربیہ کا پڑھانا، دینی مقاصد کے لیے مدارس و مکاتب کا انتظام، دینی رسائل کا اجراء کیا یہ سب نئے امور نہیں؟ کیا گھڑی باندھنا بدعت ہے؟ اہل بدعت ان انتظامی امور کو شرعی احمد پر قیاس کرتے ہیں یا فطریہ کو مآل کے حکم میں شمار کرتے ہیں۔ ہم یہاں ان کے اس قسم کے شبہات کا اصولی جواب دیتے ہیں، ترویج دینے والے جو مسائل کا جواب ہم آگے دیں گے۔

جواب

① یاد رکھیے کہ بدعت کی جو تعریف مذکور ہوئی اس میں اس کا پتہ چل گیا کہ جو قول و عمل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے کیا جائے اور اسے آپ کی تعلیم سمجھ کر عمل میں لایا جائے مگر درحقیقت نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور نہ ہی صحابہ کرام سے منقول ہو ایسے سب اعمال بدعات شمار ہوں گے۔ لائٹ، موٹر، پنکھا اور عینک وغیرہ کا تعلق ضروریات زندگی سے ہے عہد صحابہ سے نہیں۔ ضروریات زندگی دنیوی امور ہیں، ان میں سے کسی کا بدعت سے کوئی تعلق نہیں۔ یہ سارے کام سنت سمجھ کر عمل میں نہیں لائے جاتے اور نہ ہی اس کے منکر کو گستاخ اور مردود کا فتنے نصیب ہوتا ہے۔ اس لیے ان کے استعمال کو بدعت نہیں کہا جاتا اور نہ یہ امور مذہب اور عہد ہوں گے جناب احمد رضا خاں صاحب کے ممدوح مولانا عبد السمیع رامپوری انوارِ سامعہ میں شرح جواہر توحید سے نقل کرتے ہیں:-

وہ لوگ جاہل ہیں جو ہر اس چیز کو جو حضراتِ محلہ کرام کے زمانہ میں نہ تھی بدعت مذمومہ قرار دیتے ہیں اگرچہ اس کی قبح پر کوئی دلیل قائم نہ ہو سکی ہو اور وہ جاہل یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ایک مرد

و محدثات الامور» وہ جاہل یہ نہیں جانتے کہ محدثات الامور کا مطلب یہ ہے کہ دین میں ایسی چیز ایجاد کی جائے جو اس میں نہ ہو۔

خود مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں:-

ہاں اس کا بدعت ہونا یہ کچھ باعث مقرر نہیں کہ یہ بدعت کھانے پینے میں ہے نہ امور دین میں، تو اُس کی حرمت ثابت کرنا ایک دشوار کام ہے۔

مولانا احمد رضا خاں نے بات تو صحیح کہی مگر لیکن اُن کے پیروؤں نے اس کا بہت غلط مطلب لے لیا ہے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ کھانے پینے کے لیے بدعات اختیار کرنے کی اعلیٰ حضرت نے اجازت دی ہے اعلیٰ حضرت نے اپنی وفات سے دو گھنٹہ شرمٹ پہلے خود بھی لذیذ کھانوں کی ایک نئی فہرست مرتب فرمائی تھی۔

یہ صحیح ہے کہ اعلیٰ حضرت نے اس نازک وقت میں جلدی جلدی یہ فہرست مرتب فرمائی لیکن اس سے آپ کا مقصد کوئی مسئلہ بنانا نہیں تھا صرف ان چیزوں کا منسکھانا تھا۔ آپ نے یہ نہیں کہا تھا کہ یہ کوئی مسئلہ ہے یا یہ کوئی دین کی بات ہے صرف یہ کہا تھا کہ یہ چیزیں مجھے بھیج دیا کریں۔

② جہاں تک دینی مدارس و مکاتب کے انتظام و انصرام کا تعلق ہے اس کا ثبوت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے ارشادات سے ملتا ہے اور تعلیم دین کے لیے تاکید وارد ہے اسی طرح رسائل و جرائد کے ذریعہ دین کی تعلیم و تبلیغ بھی حضور کے خطوط اور صحابہ کرام کی تحریرات سے ثابت ہے اور یہ سب انتظامی امور ہیں سو یہ تعلیم و تبلیغ؛ یہ تو محمود اور منشاء اسلام ہے اس کو نہ تو کسی نے بدعت قرار دیا اور نہ کبھی ان پر بدعت کا فتوہ لگا کر اسے روکا گیا ہے اسے ہمیشہ ذرائع میں سے سمجھا گیا ہے مسائل میں سے نہیں۔

③ اسی طرح صرف و نسخ کی تعلیم ہے اور قرآن و حدیث کو سمجھنے کے لیے علوم و قواعد عربیہ کی تعلیم کا دینا اس کی اصل بھی موجود ہے۔ سیدنا علی المرتضیٰ نے اس کی تعلیم و ترویج دے کر حضرت

ابوالاسود دہلی کو اس کے سیکھنے کا امر فرمایا تھا۔

ظاہرات ہے کہ حضرات صحابہ کرامؓ تو عربی تھے۔ عربی زبان سے واقف تھے۔ نہ تو وہاں ابتدائی کلاسوں کی ضرورت تھی نہ صحابہ کرامؓ کو قواعد عربی سکھانے جاتے تھے صحابہ کرامؓ تو مخزن علم اور سرچشمہ ہدایت صلی اللہ علیہ وسلم سے درس لیا کرتے تھے اور ان کے سینے اللہ نے اتنے کثادہ کر دیئے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کا صحیح مفہوم و مطلب ان کے ذہن نشین ہو جایا کرتا تھا۔

ان کے ادوار مبارکہ کے بعد اس امر کی ضرورت پیش آئی کہ قواعد عربی کی تعلیم دی جائے تاکہ قرآن کریم با ویسوا الفلانی بن جلعن اور اس پر دبر۔ زیر پیش بھی اس قدر میں لگائے گئے۔ تاکہ غیر عربی حضرات بھی قرآن کریم کی صحیح تلاوت کر سکیں۔ صرف و نحو بھی پڑھائی جائے تاکہ قرآن و حدیث کو سمجھنا آسان ہو۔ اس لحاظ سے نہ تو کسی نے ان امور کو بدعت کہا ہے اور نہ ہی ایسا کرنے والے کو بدعتی کہا، یہ سب دین تک پہنچنے کے ذرائع تھے۔ انہیں کسی درجے میں مقصود بالذات نہیں ٹھہرایا گیا۔ اہل بدعت کا انہیں میں دین بنانا کسی طرح درست نہیں۔

(۴) جہاں تک خلفائے راشدینؓ کے دور مبارک کا تعلق ہے۔ ان حضرات گرامی کے اقوال و افعال تو اندرون کے حدیث سنت ہی ہیں۔ جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت واضح نطق میں اس کی طرف ارشاد فرمایا:-

عليكم بسنتي وسنة الخلفاء الراشدين المهديين

ترجمہ تم پر میری اور خلفائے راشدین مہدیین کی سنت کو پکڑنا لازم ہے۔

علامہ حافظ ابن رجب جنبلی (۷۱۵ھ) لکھتے ہیں:-

والسنة هي الطريق المسلول فيشمل ذلك التمسك بما كان عليه هو

وخلفائهم الراشدون من الاعتقادات والأعمال والأقوال وهذه

ھی السنۃ الکاملۃ۔

ترجمہ سنت اس راہ کا نام ہے جس پر چلا جائے امد یہ اس راہ کا منک ہے جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے خلفائے راشدینؓ عامل رہے قطع نظر اس سے کہ وہ اعتقادات ہوں یا اقدال و اعمال اور یہی سنت کا ملہ ہے۔
حضرت علامہ قرطبیؒ (رحمہمہ اللہ) لکھتے ہیں :-

و اما ذکر سنتہم فی مقابله سنۃ لانہ علم انہ لا یخطون فیما یستخرجونہ ویستنبطونہ من سنۃہ بالاجتہاد ولا فیہ عرف ان بعض سنۃہ لا یشتمل الا فی زمانہم فاذا صاف الیہم لسان من ذہب الارۃ تملک السنۃ مغلط فاطلق القول باتباع سنتہم سد الباب۔
ترجمہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے طریقے کو بھی سنت سے تعبیر فرمایا یہ اس لیے کہ آپ جانتے تھے کہ میرے خلفاء جو استخراج و استنباط کریں گے اس میں غلط نہیں کریں گے یا پھر اس لیے ان کے طریقے کو سنت فرمایا کہ آپ کی بعض سنتیں خلفاء راشدینؓ کے دور میں شہرہ ہونے والی ہیں اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے ہی سے ان تمام اعتراضات کو رد کر دیا اور ان کے پورا سد باب فرمادیا۔

سیدنا قاضی القاریؒ (رحمہمہ اللہ) لکھتے ہیں :-

فانہم لم یعملوا الا بسنۃ فی الاضافۃ الیہم اما بعملہم ہما او لاستنباطہم واختیارہم ایاہا۔

ترجمہ یہ اس لیے کہ حضرات خلفائے راشدینؓ نے درحقیقت آپ کی سنت پر عمل کیا ہے اور ان کی طرف سنت کی نسبت یا تو اس لیے ہوئی کہ انہوں نے اس پر عمل

کیا یا اس لیے کہ انہوں نے خود قیاس و استنباط سے کام لے کر اس کو اختیار کیا؟
اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ قیاس و استنباط سے جو بات دریافت ہو وہ اصل کی طرف
منسوب ہوتی ہے بدعت نہیں کہلاتی۔

حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلویؒ (۱۰۵۲ھ) بھی لکھتے ہیں:-
پس ہر چیز غلغلاہ راشدینؓ میں بدعت کہہ دیا جائے اگرچہ باجہاد و قیاس الیٰں بود
موافق سنت و اطلاق بدعت بر اہل نتواں کرد چنانکہ فرقہ ذائعظمت
ترجمہ جس چیز کے بارے میں غلغلاہ راشدینؓ نے حکم دیا ہے اگرچہ وہ حکم ان
کے قیاس و اجتہاد سے صادر ہوا ہو۔ وہ بھی سنت کے موافق ہے اور اس
پر بدعت کا اطلاق ہرگز صحیح نہیں جیسا کہ گمراہ فرقہ کہتا ہے۔

مشہور اہل حدیث بزرگ فاضل صدیق حسن خاںؒ (۱۴۰۰ھ) لکھتے ہیں:-
امام سنیہ الخلفاء الراشدون من بعدہ فالأخذ بہ لیس الا لا من ہ
صلی اللہ علیہ وسلم بالأخذ بہ۔

ترجمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جو چیز غلغلاہ راشدینؓ میں سنون
مشہور ہے اس کو محض اس لیے اخذ کیا جائے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے اس کے اخذ کرنے کا حکم دیا ہے۔

محب بات ہے کہ ان حضرات گرامی قدر کے افعال تو سنت قرار پائیں اور اہل بدعت
ان کے اقوال و اعمال کو بدعت کا نام دے کر ان سے اپنی خواہشات کی ترویج کریں اور ان سے
بدعات کا جواز چاہیں۔

سیدنا حضرت علی المرتضیٰؑ کے نزدیک بھی ان حضرات گرامی کے افعال سنت ہوا کرتے تھے
آپ شراب نوشی کی سزا کے سلسلے میں فرماتے ہیں:-

جلد النبی صلی اللہ علیہ وسلم اربعین و ابو بکرؓ اربعین و عمرؓ ثمانین و
کل سنة ۱۰

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکرؓ نے شراہی کو چالیس کوڑے کی
سزا دی اور حضرت عمرؓ نے اسی کوڑے کی اور دونوں عمل سنت ہیں۔
امام حاکمؒ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت عثمانؓ کا بھی ذکر فرمایا ہے۔
واتمھا عثمان ثمانین و کل سنة ۱۰

ترجمہ: پھر حضرت عثمانؓ نے بھی اسی کوڑے پورے کئے اور یہ سب سنت ہیں۔
نہایت افسوس کی بات ہے کہ اہل بدعت صحابہ کرامؓ کو بھی بدعتی کہنے سے نہیں ڈرتے۔
فالی اللہ المشتکی۔ اور یہ محض اس لیے کہ اپنی بدعت کو فروغ دے سکیں۔

نوٹ

سیدنا حضرت علیؓ القریؓ کا ارشاد بتلا رہا ہے کہ آپ حضرت شیخینؓ کے آثار کو نہایت
عظمت کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور ان کے اس عمل کو سنت اور امر حق کہتے تھے۔ اس سے
شیعہ فرقہ کے اس عقیدے کی تردید ہو جاتی ہے جو کہتے ہیں کہ یہ لوگ ایک دوسرے کے معاند
و مخالف تھے۔ امام نوویؒ (۶۷۶ھ) اس ارشاد کی شرح میں لکھتے ہیں:-

هذا دليل ان عليا كان معظما لارباع عشر وان حكمه وقوله سنة و
امر حق وكذلك ابو بكرؓ خلاف ما يكذبه الشيعة عليه ۱۰

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں سیدنا محمد الف ثانیؐ کا ایک ارشاد نقل کر دیا جائے
جس سے ان تمام شبہات کا ازالہ ہو جائے گا۔ آپ میر محمد نعمان کے سوال کا جواب دیتے ہوئے
لکھتے ہیں:-

آپ نے پوچھا یہ حضرات ذکر بالجہر سے کیوں منع کرتے ہیں کہ یہ بدعت ہے۔ باوجودیکہ یہ ذوق و شوق بختا ہے اور کیوں دوسری چیزوں سے جو سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں نہ تھیں ان سے منع نہیں کرتے مثلاً کوٹ، مثال اور شلوار وغیرہ حضرت مجدد صاحب اس کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:-

اے میرے محترم: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل دو طرح پر ہے ایک عباد کے طور پر اور دوسرے عرف و عادت کے طور پر۔ پہلے کا وہ کام جو عبادت کے طور پر ہے اس کے خلاف کام کہ ہم بدترین بدعات میں سے شمار کرتے ہیں اور اس کے روکنے میں بہت مبالغہ کرتا ہوں کہ یہ دین میں بدعت پیدا کرنا ہے اور ایسا کام مردود ہے اور وہ عمل جو عرف و عادت کے طور پر ہے اس کے خلاف کو ہم بدعت نہیں سمجھتے نہ اس کے روکنے میں مبالغہ کرتا ہوں کیونکہ اس کا تعلق دین سے نہیں۔ اس کا ہونا یا نہ ہونا عرف و عادت پر مبنی ہے نہ کہ دین و مذہب پر۔ ظاہر ہے کہ بعض شہروں کا عرف بعض شہروں کے خلاف ہے اور ایسے ہی ایک شہر میں دکانوں کے تقادرات کے اعتبار سے عرف میں تقادرات ظاہر ہے۔ اس بات کے باوجود بھی اگر عادی سنت کو مد نظر رکھیں تو بہت سے فائدوں اور سعادتوں کا موجب ہے۔

حضرت مجدد الف ثانیؒ کے اس قول پر غور کیجئے اور اہل بدعت کے اس طرح کے متناہوں کا بھی اندازہ لگائیے۔

ہر بدعت گمراہی ہے

حضرت عرابض بن ساریہؓ کہتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک نہایت

ہی مبلغ و خط فرمایا کہ جس سے لوگوں کی آنکھوں سے آنسو بہہ پڑے اور دل ڈر گئے۔ حاضرین نے عرض کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آج کا خط تو ایسا ہے جیسے آنحضرت وصیت ہوتی ہے۔ آپ ہمیں بتلائیں کہ ہم آئندہ کس طرح زندگی گزاریں۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چند نصائح فرمائے۔ اس میں یہ بھی ارشاد فرمایا :-

عليكم بسنة و سنة الخلفاء الراشدين المهديين متمسكا بما و اعضا
عليها بالنواجذ و آياكم و محدثات الامور فان كل محدثة بدعة
و كل بدعة ضلالة۔

ترجمہ تم میری سنت اور میرے خلفاء راشدین مہدیین کی سنت کو لازم پکڑنا،
اور اس کو مضبوطی سے پکڑنا اور دین میں نئی نئی ایجادات سے بچنا کیونکہ دین میں ہر
نئی ایجاد بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد مبارک سے یہ بات واضح ہو گئی کہ کسی امر میں جب
اختلاف واقع ہو جائے تو سب سے پہلے یہ دیکھا جائے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس
کو کیا یا نہیں؟ اس کا حکم دیا یا نہیں؟ دھیمہ کی موجودگی کے باوجود وہ کام سر انجام پایا یا نہیں؟
اگر فی الواقع اس کی اصل ثابت ہو جائے تو ارشاد مبارک ہے کہ اس کو مضبوطی سے پکڑ لینا
اس کے مطابق عمل کرنا۔ اگر وہاں سے کوئی چیز نکلے اور لوگ اسی کو دین کا جز بنا کر اس پر اس طرح
کرتے ہیں تو ارشاد مبارک یہ ہے کہ اس سے بچو۔ اس لیے کہ یہ نیا کام ہے اور دین میں ہر نیا کام
بدعت کہلاتا ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔ اور دوسری روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر گمراہی
کا ٹھکانا جہنم ہے۔

كل محدثة بدعة وكل بدعة ضلالة وكل ضلالة في النار۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جلیل القدر صحابی حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اپنے خطبہ میں

فرمایا کرتے تھے:-

وَيَحْدِثُ لَكُمْ فِتْنًا مَّحْدُثَةً ضَلَالَةً وَكُلَّ ضَلَالَةٍ فِي النَّارِ

ترجمہ عبادت کی نئی نئی محدث ضلالت دین میں پیدا کی جائے گی اور تمہارے سامنے
آئے گی۔ لیکن یاد رکھو ہر محدث مگر اسی ہے اور ہر گمراہی کا ٹھکانا جہنم ہے۔

اس لیے ہمیشہ بدعات سے اجتناب کرنا چاہیے۔ تاکہ ہمارا کوئی عمل ناپسندیدہ نہ
بن جائے۔

کیا کوئی بدعت حسنہ بھی ہوتی ہے؟

بعض اہل بدعت اپنی بدعات کو ترویج دینے کے لیے بدعت کی قسمیں بیان کرتے ہیں
کہ ایک بدعت حسنہ ہے اور ایک بدعت ستیہ۔ اور جن پر ہم عامل ہیں وہ بدعت حسنہ ہے نہ کہ ستیہ؟

جواب

اہل بدعت نے بدعت حسنہ اور بدعت ستیہ کی تقسیم سے جو اپنا مطلب اخذ کرنے کی سعی
فرمائی وہ لاعاصل ہے یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ایک چیز شرعی بدعت ہو اور اس میں حُسن و فُورانیت ہو؟

اس خیال است و محال است و جنوں

یاد رکھئے بدعت میں کبھی حُسن پیدا نہیں ہوتا۔ یہ تو صرف سنت کی شان ہے کہ اس میں
حُسن ہی حُسن ہے، فُورانیت ہی فُورانیت ہے۔ سیدنا محمد و آلہ ثانیؑ ایک مکتوب میں تحریر فرماتے
ہیں کہ:-

گذشتہ لوگوں میں سے بعض نے بدعت میں کچھ حُسن دیکھا ہو گا تو بدعت کی بعض
قسموں کو انہوں نے اچھا سمجھا۔ لیکن فقیر کو اس سلسلہ میں اُن سے اتفاق نہیں

وہ کسی بھی بدعت کو حسنہ نہیں سمجھتا اور اس میں اس کو سوائے عظمت و کدورت کے اور کچھ محسوس نہیں ہوتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کل بدعتہ ضلالۃ ایک اور مکتوب میں فرماتے ہیں:-

سنت سنۃ کی پیروی کریں اور بدعت نامرضیہ سے پرہیز کریں۔ اگرچہ بدعت صبح کی سفیدی کی مانند روشن ہو لیکن درحقیقت اس میں کوئی قدر و روشنی نہیں اور نہ ہی اس میں کوئی بیماری کی دوا اور بیماری کی شفا ہے کیونکہ بدعت دو حال سے خالی نہیں یا سنت کو اٹھانے والی ہوگی یا سنت کو اٹھانے سے سزا کا ہوگی۔ سزا کا ہونے کی صورت میں بالضرور سنت پر نائد ہوگی جو درحقیقت اس کو منسوخ کرنے والی ہے کیونکہ نفس پر زیادتی نفس کی ناسخ ہے۔

پس معلوم ہوا کہ بدعت خواہ کسی قسم کی ہو سنت کی رافع اور اس کی تقیض ہوتی ہے اور اس میں کسی قسم کی غیر اور ضمن نہیں۔ ہائے افوس انہوں نے دین کا کامل اور پسندیدہ اسلام میں جب کہ نعمت تمام ہو چکی، بدعت محمدشہ کے حسن ہونے کا کس طرح حکم دیا۔ یہ نہیں جانتے کہ اکمال و اتمام اور رضا کے حاصل ہونے کے بعد دین میں کوئی نیا کام پیدا کرنا حسن سے کو سول دوس ہے۔ فماذا ابعد الحق الا الضلال (حق کے بعد صرف ضلال ہی کا درجہ رہ جاتا ہے) اگر یہ جانتے کہ دین میں محدثہ امر کو حسن کہنا دین کے کامل نہ ہونے کو مستلزم ہے اور نعمت کے ناتمام رہنے پر دلالت کرتا ہے تو ہرگز اس قسم کے حکم پر دلیری نہ کرتے بلکہ ایک اور مکتوب میں فرماتے ہیں:-

لوگوں نے کہا ہے کہ بدعت دو قسم پر ہے حسنہ اور سیئہ، حسنہ اس نیک عمل کو کہتے ہیں جو رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم اور خلفاء راشدین کے زمانے کے بعد پیدا

ہوا اور وہ سنت کو رفع مذکر کے (اور بدعتِ نینہ وہ ہے جو رافعِ سنت ہو)
 یہ فقیرانِ بدعات میں سے کسی بدعت میں عُسن اور نُورَانِیت نہیں دیکھتا اور
 ظلمت و کدورت کے ساتھ کچھ محسوس نہیں کرتا۔ اگرچہ آج بدعتی کے عمل کو
 ضعیفِ بعبارت کے باعث طراوت و تازگی کی شکل میں دیکھتے ہیں تو کل
 جب نظر تیز ہوگی تو غمگاہ کے احساس اور ندامت کے سوا اس کا کچھ نتیجہ نہیں
 نکلے گا۔

بوقتِ صبح شدہ سچو روزِ معلومت کہ باکہ بانختہ خشن و درشب و سچو
 اسی محتجب میں تحریر فرماتے ہیں۔

(دین میں) ہر نیا کام بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی۔ تو پھر بدعت میں
 عُسن کے کیا معنی پڑے
 آپ کی دُعا بھی یہی ہے کہ۔

(فقیر) عاجزی اور زاری، التجا و محتاجی، ذلت و انکساری کے ساتھ پوشیدہ اور
 ظاہری طور پر حق تعالیٰ سے سوال کرتا ہے کہ جو کچھ دین میں نیا پیدا ہوا ہے اور
 نیا ایجاد ہوا ہے جو زمانہ خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے خلفاء راشدینؓ
 کے زمانہ میں نہیں تھا۔ اگرچہ وہ روشنی میں صبح کی سفیدی کی مانند ہو۔ اس
 ضعیف بندے کو اس گروہ کے ساتھ جس نے اس بدعت کو اختیار کیا ہے
 اس نئے عمل کا گرفتار نہ کرے اور اس نئی ایجاد شدہ چیز کے حسن پر فریفتہ نہ
 کرے۔ بحرحمت سید المختار والہ الابار علیہ علیہم الصلوٰۃ والسلام

ان عبارات وارشادات کا حامل یہ ہے کہ بدعتِ شرعیہ میں حسن کا سوال ہی پیدا
 نہیں ہوتا کہ اس کو بدعتِ حسنہ کا نام دے کہ بدعات کی ترویج کی جائے۔ اور جہاں

تک بدعت لغوی کا تعلق ہے وہ صرف الفاظ کا ہی اختلاف ہے ورنہ حقیقت میں اس کی اصل موجود ہے جیسا کہ نماز تراویح کے بیان میں گزر چکا ہے۔

الحاصل بدعت اور اہل بدعت اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ میں اس قدر بُرے ہیں کہ اس کا وبال نہ صرف یہ کہ اس پر پڑے گا بلکہ اس بدعت پر جتنے لوگ عمل کریں گے سب کا وبال اس کی گردن پر ہو گا۔ اس لیے کہ اس نے دین میں ایک ایسی چیز جاری کی جس کی شرعیّت میں کوئی اصل نہ تھی۔

دوسرے کسی بزرگ نے اگر کہیں بدعت حسنہ ذکر کی ہے تو بقول حضرت امام ربانی یہ اس وقت کی بات ہے جب روشن سنتوں کا غلبہ تھا اور بدعت کے اندھیرے اس کے نیچے دب جاتے تھے۔ سو بدعت حسنہ کا اندھیرا انہیں نظر نہ آیا۔ سو وہ بزرگ اپنی جگہ معذور ہیں۔ مجدد کا مقام دوسرے علماء سے کہیں آگے ہوتا ہے۔ مجدد اگر جس غلطی کی اصلاح کرے اس سے اہل سعادت فائدہ پاتے ہیں اور اہل شقاوت اس کی مخالفت کرتے ہیں۔

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی (۱۰۲۵ھ) کے کارِ تجدید میں سب سے نمایاں اور ممتاز بات آپ کی بدعت کے اندھیروں کے خلاف ایک دہائی ہے بدعت حسنہ کا ایہام مدت سے چلا آرہا تھا آپ نے اس کے خلاف تجدیدی کام کیا اور اس طرح اسے بیخ و بن سے اکھاڑا کہ آج اہل حق میں کوئی عمل نہیں جو بدعت حسنہ کے نام سے جاری ہو۔ بدعت کیا اور حسن کیا؟

ہاں کوئی بدعت صرف اس وقت تک حسنہ کہلا سکتی ہے جب تک اس کا سبب خارج میں موجود ہو۔ جب وہ سبب جاتا رہے تو یہ بدعت حسنہ بدعت مصلحت ہو جائے گی اور کل بدعت مصلحتہ میں داخل ہوگی۔

جیسے دُعا میں اصل اختار اور اس کا اہم تر ہونا ہے۔ اب اگر کوئی شخص قطعاً دعا جبراً کرے اور نیت یہ ہو کہ لوگوں کو آجائے تو یہ بدعت حسنہ ہوگی اور جب لوگ سکھ جائیں تو پھر یہ بدعت حسنہ نہ رہے گی۔ بدعت حسنہ کسی مصلحت کے لیے ہوتی ہے اور اس میں دوام نہیں ہوتا۔

بدعات کے کیاہ سائے

① بدعتی کا کوئی نیک عمل مقبول نہیں

آنحضرت کے جلیل القدر صحابی حضرت عدیلہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :-

لَا يَقْبَلُ اللَّهُ لِمَا بَدَعَ صَوْمًا وَلَا صَلَاةً وَلَا صَدَقَةً وَلَا حَجًّا وَلَا عَمْرَةً
وَلَا جِهَادًا وَلَا صَرْفًا وَلَا عَدْلًا يَخْرُجُ مِنَ الْإِسْلَامِ كَمَا تَخْرُجُ
الشَّعْرَةُ مِنَ الْعَجِينِ ۖ

ترجمہ: اللہ تعالیٰ بدعتی کا نہ روزہ قبول کرتا ہے نہ نماز، نہ صدقہ قبول کرتا ہے اور نہ حج، نہ عمرہ اور نہ جہاد اور کوئی فرضی عبادت قبول کرتا ہے اور نہ نفی، بدعتی اسلام سے ایسے خارج ہو جاتا ہے جیسے گندے ہونے آٹے سے بال نکل جاتا ہے۔

اس سے بڑھ کر اور محرومی کیا ہو سکتی ہے کہ ایک شخص اپنی زندگی تو اسلام کے مطابق گزارے اور نماز، روزہ، حج، صدقہ وغیرہ بھی کرتا رہے۔ لیکن بدعت کا عمل بھی ساتھ ساتھ جباری رکھے تو بدعت اس کی نیکیوں کو ایسے کھا جاتی ہے جیسے آگ لکڑیوں کو کھا جاتی ہے اور وہ بیچارہ بزعیم خویش اپنی عبادت کو مقبول سمجھ رہا ہے۔ مگر اس بدعت کی وجہ سے نہ تو اس کا کوئی نیک عمل مقبول رہتا ہے۔ نہ ہی اس کی کوئی قدر و قیمت بلکہ اس کی بدعتی یہاں تک پہنچ جاتی ہے کہ میسج من الاسلام کما تخرج الشعرة من العجين کہ اسلام سے ایسا خارج ہو جاتا ہے جیسے گندے

ہوئے آٹے سے بال نکل جاتا ہے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ اس نے خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر اقترا کیا ہے کہ یہ کام بھی ہونا چاہیے مگر پیغمبر نے نہیں بتلایا، نہ صحابہ کرامؓ نے یہ کہا تھا۔
(معاذ اللہ)

ہاں اگر وہ اپنی بدعت سے توبہ کرے اور بدعت کا عمل ترک کرے تو پھر قبول کیا جاتا ہے
حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں:-
اَبِی اللّٰہِ اِنْ یَقْبَلَ عَمَلُ صَاحِبِ بَدْعَةٍ حَتّٰی یَدْعَ بَدْعَتَهُ
ترجمہ: اللہ تعالیٰ بدعتی کے ہر عمل کو رد کر دیتا ہے یہاں تک کہ وہ اپنی بدعت ترک کر دے۔

⑦ بدعتی کو پناہ دینے کا انجام

سیدنا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی نقل کرتے ہیں:-
المَدِیْنَةُ حَرَمٌ مَا بَيْنَ عِیْرَالِیْ ثَوْرٍ فَمَنْ اَحْدَثَ فِیْهَا حَدَّثًا اَوْ اَوْیَ مَحَدَّثًا
فَعَلِیْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ لَا یَقْبَلُ اللّٰهُ مِنْهُ صَرْفًا
وَلَا عَدْلًا

ترجمہ: مدینہ منورہ مقام عیر سے لے کر مقام ثور تک مقام حرم ہے سرجس نے
اس میں کوئی بدعت ایجاد یا کسی بدعتی کو پناہ دی تو اس پر اللہ تعالیٰ کی اور فرشتوں
کی اور تمام انسانوں کی لعنت ہو، نہ تو اس کا کوئی فرض قبل نہ نقل۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث پاک سے پتہ چلا کہ بدعت کا انجام اس قدر خطرناک
ہے کہ تمام کائنات اس پر لعنت برساتی ہے۔ اس لیے حکم ہے کہ کسی بدعتی کو پناہ بھی نہ دو کیونکہ
جب وہ ملعون ہے تو اس کو پناہ دینے والا بھی ملعون ہی ہو گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی
اس حدیث پاک پر غور کریں کہ آپ کو بدعت اور بدعتی سے کتنی نفرت تھی؟ اس کی وجہ یہی ہے

ہے کہ بدعتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معاذ اللہ خائن سمجھتا ہے کہ آپ نے رسالت میں خیانت کی اور اس کلام کو نہ بتلایا۔ (معاذ اللہ)

اس حدیث سے سبق حاصل کرنے کی بجائے علماء اہل بدعت اسے اپنے اس استدلال میں پیش کرتے ہیں کہ بدعت پیدا کرنا صرف مدینہ میں ممنوع ہے دوسری جگہوں پر مقامی حالات کے تحت بدعت پیدا کی جاسکتی ہیں۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا سرفراز خاں صاحب مقدر مدظلہ اس حدیث کی تشریح فرماتے ہیں:-
اس حدیث میں محدودِ حرم کی قید محض تفسیح اور تشبیہ کے لیے ہے۔ یہ قید استثنائی نہیں ہے کہ حرم مدینہ میں تو بدعت بُری ہو اور خارج از حرم بُری نہ ہو۔ جو چیز بدعت اور بُری ہے وہ ہر جگہ اور ہر وقت بدعت اور بُری ہی ہوگی۔ ہاں البتہ شرفِ مکان یا فضیلت کی وجہ سے اس کی قباحت اور بُرائی بڑھ جائے گی۔ بدعت اور بُختی کی مذمت کے لیے اس سے بڑھ کر اور سخت الفاظ کیا ہو سکتے ہیں جو جنابِ رؤف رحیم رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ پاک سے نکلے ہیں۔
علامہ ابن الجلالؒ بھی اسی کو ذکر فرماتے ہیں:-

خصت المدينة بالذکر لشرها لكونها مهبط الوحى وموطن الرسول عليه الصلوة والسلام ومنها انتشر الدين في اقطار الارض فكان لها مزيد فضل على غيرها.

ترجمہ۔ مدینہ منورہ کو خاص ذکر کرنے کی وجہ اس کی شرافت و بزرگی ہے کیونکہ مدینہ منورہ مہبطِ وحی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وطن ہے اور یہیں سے سارے عالم میں دین پھیلا۔ اس لیے اس کو دوسرے مقامات پر فضیلت حاصل ہے۔ بعض علماء نے یہ لکھا ہے کہ اس جگہ کو معنور اور حضراتِ خلفائے راشدین کے مرکز ہونے

کا شرف حاصل ہے۔

مدینہ منورہ کو خاص ذکر کرنے کی وجہ موطن الرسول ثعصارت موضع الخلفاء

الراشدین ہے بلکہ

معلوم ہو کہ بدعت ہر جگہ ہی بُری اور قابلِ رد ہے لیکن مدینہ منورہ میں اس کی قباحت بڑھ جائے گی۔ جیسے کوئی شخص کسی جگہ ایک گناہ کا کام کرے اور وہی کام حرمینِ شریفین میں کرے تو ظاہر ہے کہ وہ کام تو ہر جگہ بُرا ہی ہے لیکن حرمین میں اس کی قباحت اور بڑھ جائے گی۔ اس لیے کہ وہ نہایت ہی مکرم و معظم مقامات ہیں۔ یہ اسی طرح ہے جیسے رمضان شریف میں بُرائی کرنے کا گناہ دوسرے دنوں کے گناہ سے کہیں زیادہ مجاہدی ہو گا۔

الحاصل بدعت اور بدعتی کا کتنا خطرناک انجام ہے۔ ملاحظہ کریں کہ ایک تو اس کا کوئی عمل قبول نہیں اور اس پر مستزاد یہ کہ اللہ تعالیٰ کی اور فرشتوں کی اور تمام انسانوں کی لغت اس پر پہنچی ہے۔ کیا یہ عذاب کچھ کم ہے؟

③ بدعتی کی تعظیم کرنا اسلام کو گرانا ہے

حضرت ابراہیم بن مسیرہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔

من وقع صاحب بدعة فقد اهان علي هدم الاسلام.

ترجمہ جس شخص نے کسی بدعتی کی تعظیم و توقیر کی تو اس نے اسلام کو گرانے پر اس کی مدد کی۔

بدعتی کی تعظیم میں اس کی اعانت و مدد، اس کی مذمت سب کچھ شامل ہے معلوم ہوا کہ بدعتی کی تعظیم و تحکیم کرنا اسلام کو ڈھانے میں مدد دینا ہے یا پھر سنت کو ختم کرنے میں اس کا ہاتھ بٹانا ہے۔ (معاذ اللہ) اسی طرح اس کے برعکس بدعتی کی تنقیص اور

اس کی مذمت کرنا اسلام کو قوت پہنچانا اور دین کی تائید کرنا ہے۔ قالہ الطیبیؒ
 حضرت علامہ شاہ علیؒ (۷۹۰ھ) اس حدیث پاک کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

ووجه ذلك ظاهر لان المتشبه اليه والتوقير له تعظيم له لأجل بدعته
 وقد علمنا ان الشرع يأمر بزجره وإهانته وإذلاله بما هو أشد من
 هذا كالضرب والقتل. فصار توقيره صدوداً عن العمل بشرع
 الإسلام. وأقبلنا على ما يصاده وينافيه. والإسلام لا يهدم إلا بترك
 العمل به والعمل بما ينافيه.

وايضاً فان توقير صاحب البدعة مظنة لمفسدتين تعودان على
 الإسلام بالهدم،

احداهما: التفات الجہال والعامہ الى ذلك التوقير فيعتقدون في
 المبتدع انه افضل الناس وان ما هو عليه خير مما عليه غيره.
 فيؤدي ذلك الى اتباعه على بدعته دون اتباع اهل السنة على سنتهم.
 الثانية: انه اذا وقّر من اجل بدعته صار ذلك كالحادى المعرض
 له على انشاء الابتداع في كل شيء.

وعلیٰ کل حال فقہما البدع وقوت السنن. وهو هدم الإسلام بعینہ
 ترجمہ۔ اور اس کی یہ وجہ ظاہر ہے کہ اس کے پاس جانا اور اس کی عزت کرنا اس کی
 وجہ اس کی بدعت کے تعلیم کرنا ہے اور یہ بات ہم جان پائے ہیں کہ شریعت
 ایسے آدمی کو جھڑکنے اس کی اہانت کرنے اور اسے اس درجہ ذلیل کرنے کا
 حکم دیتی ہے جو اس سے بھی سخت ہے (جیسے مارنا اور قتل کرنا) سو اس کی
 عزت کرنا شریعت کے تقاضے پر عمل کرنے میں رکاوٹ ہوگا اور یہ اس بات

پہر ہے جو تقاضائے شریعت سے ٹکرائے اور اس کی نفی کرے اور اسلام کی عمارت اسی طرح گر گئی ہے کہ شریعت کے تقاضوں پر عمل نہ ہو اور اس پر عمل ہو جو اس کے منافی ہے۔

اور یہ بھی ہے کہ بدعتی کی تعلیم کرنے میں ان دو ایسی برائیوں کا اندیشہ ہے جن سے بنیاد اسلام گر گئی ہے۔

اولاً: جاہل اور معلوم جب اس عزت افزائی کو دیکھیں گے وہ بدعتی کے ہارے میں سمجھیں گے کہ یہ سب پرفسٹیلٹ لے جانے والا ہے اور جو بات وہ اختیار کئے ہوتے ہیں وہ اس سے بہتر ہے جو دوسروں کا موقف ہے۔ سو یہ بات اس کی اس بدعت کی پیروی کی طرف لے جائے گی اور اس سے اہل سنت کے طریقے کی پیروی نہ ہونے پائے گی۔

ثانیاً: بدعتی جب اپنی بدعت کی وجہ سے عزت پائے گا تو وہ گویا ہر عمل میں بدعات پیدا کرنے کی ترغیب دینے والا داعی الی البدن ہے اور بات کچھ بھی ہو اس سے بدعات زندگی پاتی ہیں اور سنتیں مرقی ہیں اور یہ بعینہ ہدم الاسلام ہے۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:-

جو شخص بدعتی کے ساتھ خفہ پیشانی کے ساتھ ملے گا جو اس کی خوشی کا باعث ہو تو اُس نے اُس نے اس چیز کی حقارت کی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی۔

سو بدعتی کی تعلیم کرنا گویا دین اسلام کو حقیر سمجھنا ہے اور اس کا انجام ظاہر ہے کہ بہت ہی بُرا ہو گا۔ اس لیے جہاں تک ہو سکے بدعت اور اہل بدعت سے نفرت کرے اور اس کو خطا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دشمن تصور کرے۔

جو شخص کسی مسجد کے لیے بدعتی امام کے لیے ورت دیتا ہے وہ اس تمام مسجد کے نمازیوں

کے گناہ اپنے سر ڈالتا ہے اور وہ بدعتی مولوی جہاں جہاں بدعات پھیلانے کا یہ سارا وبال اس شخص پر بھی آئے گا جس نے اسے امام بنانے میں ایک بدعتی کو تکمیل بخشی۔

شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ السامی ایک حدیث پاک نقل فرماتے ہیں :-
جو شخص اللہ کے لیے بدعتی کو اپنا دشمن جلنے اُس کے دل کو اللہ تعالیٰ ایمان سے مجر دیتا ہے اور جو شخص انہیں خدا کا دشمن سمجھ کر اس پر ملامت کرتا ہے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے امن و امان میں رکھے گا اور جو ایسے لوگوں کو دلیل کرے اُسے بہشت کے سوا دجے میں لے گئے۔

شیخ المشائخ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ فرماتے ہیں :-
بدعتی کی تعظیم ہرگز ذکر و کبر نہ کہ اس سے اسلام کی ذلت ہوتی ہے۔
حضرت امام احمد بن حنبلؒ (۲۴۱ھ) کا ارشاد ہے :-

اہل بدعت (کو سلام نہ کر و کبر نہ کہ ان) کو سلام کرنے والا ان سے دوستی رکھتا ہے۔
حضرت فضیل بن عیاضؒ (۱۸۷ھ) کا ارشاد ہے :-

اہل بدعت کے ساتھ دوستی رکھنے والے کے نیک اعمال ضائع کر دیئے جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اس کے دل سے ایمان کا نور نکال لیتا ہے اور جو شخص اہل بدعت کے ساتھ دشمنی رکھتا ہے اللہ تعالیٰ اسے بخش دیتا ہے خواہ اس کے نیک اعمال تھوڑے ہوں۔

حضرت سفیان ثوریؒ فرماتے تھے کہ جس شخص نے بدعتی سے مصافحہ کیا اس نے اسلام کو نقصان پہنچا یا۔

بدعت اور اہل بدعت اکابرین کی نظر میں کیا ہیں۔ اس کے لیے آپ اُن کے بہت سے ارشادات ملاحظہ کریں گے۔

غور فرمائیے ایک شخص خود تو بدعتی نہیں مگر ایک بدعتی کو پناہ دیتا ہے، اسے خوش آمدید کہتا ہے اس کی تعریف و توصیف کرتا ہے، اس کی تعلیم و تبحر کو کہتا ہے، اسے مسجد کا امام بناتا ہے اسے وعظ کہنے کے لیے بلاتا ہے تو چونکہ اس نے بدعتی کو اتنی اہمیت دی اس لئے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اس نے اسلام کے قلعہ کو پاش پاش کرنے میں اس کی مدد کی، اور اسلام کا قلعہ پاش پاش کرنے کی کوشش کرنا مسلمانوں کا شیعہ نہیں، بلکہ کافروں اور منافقوں کا طریقہ و طریقہ رہا ہے۔ ایک مسلمان جو وعدہ لاشرب لے کر توحید اور خاتم الانبیاء و المرسلین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت و سنت کا شیعہ رہا ہو، کبھی یہ سوچ بھی نہیں سکتا کہ میں اسلام کو گرگانے میں کسی کی مدد کروں، ہاں جو مسلمان ہی نہیں اس سے ایسا ہونا کچھ تعجب کی بات نہیں۔ ان تصریحات کی روشنی میں ایک مسلمان کی حیثیت سے ہم پر لازم ہے کہ کسی بدعتی کو اپنے ہاں جگہ نہ دیں، اس کی تعلیم و توحید نہ کریں اور جانیں کہ اس سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت نفرت ہے۔

④ بدعت کی مخالفت نہ کرنے کا انجام

حضرت معاذ بن جبلؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی نقل فرماتے ہیں:-
 اذ احدث فی امتی البدع وشتت اصحابی فلینظر العالم علمہ فمن لم یفعل فعلیہ لعنہ اللہ و الملائکۃ و الناس اجمعین

ترجمہ جب میری امت میں بدعت شائع ہو جائے اور میرے صحابہؓ کو برا بھلا کہا جائے اُس وقت عالم کی ذمہ داری ہے کہ اپنے علم کو کام میں لاکر اس کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرے اور اگر اس نے ایسا نہ کیا تو اس پر اللہ کی اور فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہو۔

سابقہ احادیث میں بدعتی کی تعظیم و اہانت اور بدعتی کو پناہ دینے پر شدید وعید ملاحظہ فرمائی۔ اب اس حدیث پاک میں ان لوگوں پر لعنت کا ذکر آیا ہے جو بدعت کی ترویج و تشہیر پر غاموش بیٹھے ہیں اور صحابہ کرام کو سب و شتم کرنے پر بھی ان کے کانوں پر جوں تک نہ ریگی۔

حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ جب بدعت پیدا ہو اور دین میں نئی نئی باتوں کو داخل کیا جائے اور محدثات کا پورا سر نکالنے لگے تو اس کو وہیں کچل دو تا کہ اُگنے نہ پائے۔

آج ذرا اپنے گرد و پیش پر نظر دوڑائیے۔ کیا بدعات و محدثات کی بھرمار نہیں؟ کیا آپ نے صحابہ پر سب و شتم کرنے والے کی زبان اور اس کے قلم کو روکنے کی کوئی خدمت سرانجام دی ہے؟ سوچئے! غور کیجئے اور حدیث پاک کو پھر سے ایک مرتبہ پڑھ لیجئے اور اپنی فکر کیجئے۔

سو بدعت کی مذمت اس سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتی ہے کہ اس کو اپنا تا تو درکنار اس کی مخالفت نہ کرنے کا بھی یہ خطرناک انجام ہے۔

(اللہم احفظنا من ظلماتہم ومن ظلم اہلہا)

⑤ بدعت میں دوسروں کا بھی بوجھ

حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔
من سن فی الاسلام سنة حسنة فعمل بہا بعدہ کتب لہ مثل اجر
من عمل بہا ولا ینقص من اجرہم شئ۔ ومن سن فی الاسلام سنة
سیئة فعمل بہا بعدہ کتب علیہ مثل وزر من عمل بہا ولا ینقص
من اجرہم شئ۔

ترجمہ جس نے اسلام میں نیک طریقہ جاری کیا پھر اس کے بعد اس طریقہ پر عمل کیا
گیا تو اس شخص کے واسطے اس قدر اجر و ثواب کہ جس قدر سب عمل کرنے والوں

کو اس کے بعد ہوگا اور ان لوگوں کے ثواب سے کچھ کم نہ کیا جائے گا اور جس نے کوئی برائیتہ ایجاد کیا اور اس کی پیروی کی گئی تو اسے اپنے اس عمل کا بھی گناہ ہو گا اور پیروی کرنے والے کے گناہوں کے برابر بھی اس کے گناہوں میں لکھا جاتا ہے اور ان لوگوں کے گناہ میں سے کچھ کم نہ کیا جائے گا۔

کسی اچھے اور نیک طریقہ سے اس عمل کا قائم کرنا ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مبارکہ اور آپ کی شریعت مطہرہ سے قولا عملا یا اشارۃً ثابت ہو جیسا کہ دوسری احادیث سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ :-

من احیا سنتہ من سنتی قد امدت بعدی . (احمدیث^۱)

ترجمہ جس نے میری کسی ایسی سنت کو زندہ کیا جو میرے بعد مرنے والی تھی

من احیا سنتہ من سنتی فعمل بہا الناس (حدیث^۲)

ترجمہ جس نے میری سنتوں میں سے کوئی سنت زندہ کی کہ لوگ اس پر عمل پیرا ہوئے اس سے معلوم ہوا کہ وہ طریقہ جس کا اشارۃً یا اشارۃً دین اسلام میں ذکر تک نہ ہوا اس سے وہ مراد لینا صحیح نہیں۔ ورنہ سنت و بدعت کی تمیز ختم ہو جائے گی بعض لوگ کہہ دیتے ہیں کہ یہ کام اچھے ہیں اور لوگ اس پر عمل کرتے ہیں اور اس کو پسند کرتے ہیں اور اس کی ظاہری شکل بھی صالح نظر آتی ہے، پھر کیا حرج ہے؟ حالانکہ ایسا سمجھنا صحیح نہیں کسی چیز کی شکل و صورت کا صالح ہونا اور عوام کا اس کو پسند کرنا شریعت تو نہیں بن سکتی۔ شریعت کی نظر میں تو اچھا طریقہ سے مراد وہی ہے جس کی اصل کتاب اللہ و سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و رجال اللہ (اصحاب کرامؓ) سے ثابت ہو۔ ورنہ ہزار خوبیوں کے باوجود وہ اچھا طریقہ نہیں بن سکتا۔ اس لیے کہ ہر شخص اپنے خود ساختہ طریقہ کو اچھا سمجھتا ہے اور لوگوں کا ایک ہجوم بھی اس کے پیچھے ہوتا ہے تو کیا وہ یہ اچھا طریقہ ”کہلانے کا مستحق ہو سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ اچھا طریقہ ہونے کے

یہ ضروری ہے کہ اس کی اصل حضورؐ یا صحابہؓ کی سنت میں موجود ہو۔

بڑا طریقہ سے مراد وہ تمام طریقے ہیں جس کی اصل کتاب و سنت میں موجود نہ ہو اور اس کی طرف لوگوں کو دعوت دی جائے خواہ اس کی شکل حسین ہو یا قبیح۔ بہر حال وہ بڑا ہے اور اس کا وبال نہ صرف یہ کہ اُس پر آپؐ کے ہلکے ہلکے اس کے بعد جتنے لوگ اس طریقہ پر عمل کریں گے سب کا بد بھرمی اس کی گردن پر لا دا جائے گا۔

⑥ حوض کوثر سے محرومین

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:-

اتدرون ما الکوتر قلنا الله ورسوله اعلم قال فانه من وعده نيه ربي
عز وجل عليه خير كثير وهو حوض ترد عليه امتي يوم القيامة
انتيه مدد النجوم فيختم للمعبود منهم فاقول رب انه من امتي
فيقال ماتت ذرى ما احدثوا بعدك۔

ترجمہ۔ تم جانتے ہو کہ کثر کیا ہے؟ ہم نے کہا اللہ اور اس کے رسولؐ زیادہ جانتے ہیں
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ وہ ایک نہر ہے جس کا میرے رب نے
میرے ساتھ وعدہ کیا ہوا ہے۔ وہ بہت ہی غیر برکت والی ہے، وہ ایک
حوض ہے جس پر میری امت کو لایا جائے گا، اس حوض پر اتنے گلاس ہوں گے
جتنے آسمان کے ستارے (مراد کثرت) پس ایک آدمی کو وہاں سے بھگا دیا
جائے گا اس وقت میں کہوں گا کہ اے اللہ! یہ میری امت سے ہیں ان کو
کید نہایا گیا۔ ارشاد ہو گا۔ ماتت ذری ما احدثوا بعدک۔ آپ نہیں جانتے کہ
انہوں نے آپ کے بعد کیا کیا نئی باتیں (دین میں) ایجاد کی تھیں۔

ایک اور روایت میں ہے۔

فاقول یارب ھو لاؤ من اصحابی فیحببنی ملک فیتقول وھل تدرعن
ما احد فوا بعدل ۛ

ترجمہ۔ سو میں کہوں گا اے میرے رب! یہ تو میرے لوگ ہیں، اس پر فرشتے
کہیں گے کہ آپ کو علم نہیں کہ انہوں نے آپ کے بعد کیا کیا نئی باتیں ایجاد کیں۔
یہاں سامعین سے مراد آپ کے امتی ہیں۔ جیسا کہ بخاری شریف کی ایک روایت میں ہے
رکتاب الاعتقاد جلد ۱ ص ۱۹۹ کیونکہ صحابہ بدعت کا مرفوع نہیں ہیں، وہ تو خود آسمان ہدایت
کے ستارے ہیں جن کے قدموں پر ہمیں چلنے کا حکم ہے۔ بدعت ان میں راہ نہیں پاسکتی، وہ
خیر امت ہیں جو لوگوں کے لیے نمونہ ہیں۔

ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یسن کر عرض کریں گے،۔
(فاقول کما قال عبد الصالح) وکنت علیہم شہیداً اما دمت فیہم فلما
توفیتنی کنت انت الرقیب علیہم وانت علی کل شئ شہید ۛ
ترجمہ (آپ فرماتے ہیں کہ میں وہی بات کہوں گا جو نیک بندے یعنی حضرت میثی
علیہ السلام کہیں گے کہ اے اللہ! میں ان پر مطلع رہا جب تک میں ان میں رہا پھر
جب آپ نے مجھ کو اٹھالیا تو آپ ان پر مطلع رہے اور آپ ہر چیز کی پوری
خبر رکھتے ہیں۔

حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ اہل بدعت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب جانے
اور آپ کو شک کے پینے سے محرومی ہوگی۔

ایک دوسری حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرمائیں گے۔
سُخْفًا سُخْفًا ۛ ترجمہ۔ دُور ہو جاؤ دُور ہو جاؤ۔

خود فرمائیے۔ اس نازک اور دشمنی پر محلے میں اہل بدعت کا کیا افسوسناک حشر ہوگا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں اپنے سے دُور فرمانے کا حکم دے دیں گے۔

حضرت علامہ ابو عمر بن عبد البرؒ (۴۶۲ھ) فرماتے ہیں:-

كل من احدث في الدين فهد من المطرودين عن المحوض كالخارج والدواب
وسائر اصحاب الهوى۔^۱

ترجمہ جس نے بھی دین میں کوئی نئی بات ایسا بلو کی وہ حوض سے دھسکا رہے ہوئے
ہوں گے جیسے خراج و ردافض اور تمام اہل ہویٰ دینی خواہشات نفسانی کا
اتباع کرنے والے۔

کتنا بڑا بدعتیت ہے وہ انسان جو بدعات کی ترویج و تشہیر کرتا اور اپناتا ہے اور آخرت
کی نعمتوں سے محروم ہو رہا ہے۔ حضرت بکر بن عبد اللہ المزنیؒ اُسے روایت ہے:-

ان النبي صلى الله عليه وسلم قال حلت مشاعتي لامتق الا صاحب بدعة۔^۲

ترجمہ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ شفاعت میری امت کے
لیے ثابت ہوگی مگر اہل بدعت کے لیے نہیں۔

کاش کہ اہل بدعت ان روایات پر ٹھنڈے دل سے غور کریں اور اہل سنت کے گروہ
میں شامل ہو کر دین و دنیا میں کامیابی و کامرانی حاصل کریں۔

④ بدعت کی نحوست

حضرت حنفیہ بن الاحارث الثمالیؒ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں:-

ما احدث قوم بدعة الا رفع مثلها من السنة فتمسك بسنة خيبر

من احداث بدعة۔^۳

ترجمہ کرتی قوم بدعت ایجاد نہیں کرے گی مگر اس کی مقدار میں اُن سے سنت اُٹھالی جائے گی اس لیے سنت کو مضبوطی سے پکڑنا بدعت کے ایجاد کرنے سے بہتر ہے۔

بدعت کی نحوست کا اندازہ لگائیے کہ اس کی وجہ سے سنت جیسی مبارک نعمت اُٹھا لی جائے تو آپ ہی سوچیں انسان کس طرح کامیابی کے مراحل طے کر سکے گا۔ کیونکہ کامیابی و کلہرائی تو اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی سے مل سکتی ہے اور پھر بدعت کی نحوست اتنی ہے کہ انہیں قیامت تک سنت مبارکہ واپس نہیں دی جاتی۔ سیدنا احسان تابعیؒ (۱۳۰ھ) فرماتے ہیں:-

ما بدعت قوم بدعة في دينهم الا نزع الله من سنتهم مثلها ثم لا يبيدها اليهم الى يوم القيامة۔^۱

ترجمہ کرتی قوم دین میں بدعت نہیں نکالے گی مگر اللہ تعالیٰ اتنی ہی مقدار میں سنت اُن سے اٹھالے گا اور پھر قیامت تک اُن کو وہ سنت واپس نہیں کرے گا۔

یہی وجہ ہے کہ بزرگان دین نے فرمایا ہے کہ جس کسی کو بھی کوئی مقام و مرتبہ ملا ہے وہ محض اور محض اتباع سنت اور اجتنباب بدعت سے ملا ہے اور اگر کسی کو باوجود ریاضت و مجاہد کے کچھ نہ ملا تو اس کی واحد وجہ یہی ہوگی کہ اس میں بدعت کا کوئی نہ کوئی اثر ہے جس کی نحوست کی بناء پر وہ نورانیت نہیں حاصل کر سکا۔

حضرت حسن بن احسین الباریسی النیشاپوریؒ فرماتے ہیں:-

لا يظلم على احد شيء من فساد الايمان الا باتباع السنة ومجانبة البدعة
وكل موضع تورع فيه اجتماع اظهرا بلا نور فاعلم ان مثله
بدعة خفيفة۔^۲

ترجمہ جس کسی پر بھی ڈر ایمان سے کچھ ظاہر ہوا وہ محض اتباع سنت اور بدعت کی مخالفت و اعتنا بل سے ہوا اور جس جگہ ظاہری مجاہدہ محنت اور کوشش زیادہ دیکھ کر اس میں ڈر انیت ظاہر نہ ہو تو سمجھ کر یہاں کوئی بھی ہرئی بدعت ہے (جس کی وجہ سے وہ شخص ڈر انیت سے محروم رہا ہے)۔

آج ذرا اپنے گرد و پیش پر نظر کریں تو آپ کو معلوم ہو گا کہ بہت سی سنتوں کو ترک کر دیا گیا ہے۔ ان سنتوں کی جگہ بدعات نے لے لی ہے۔ اس سے زیادہ افسوسناک بات یہ ہے کہ اگر کوئی شخص ان بدعات کے خلاف مدائے احتجاج بلند کرتا ہے تو اس کا نہ صرف یہ کہ مذاق اڑایا جاتا ہے بلکہ اسے بدنام کرنے، سب و شتم کرنے میں بھی کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہیں کیا جاتا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

پھر اس سے زیادہ شرمناک بات یہ ہے کہ اگر کوئی اللہ کا بندہ ان بدعات کی دلدل سے نکلنا چاہتا ہے اور سنت کا پابند ہونا چاہتا ہے تو اس پر اور اس انداز میں کسی جاتی ہے کہ اس نے سنت کو ترک کر دیا، یہ رسول کا منکر ہو گیا ہے۔ (معاذ اللہ)

حضرت حذیفہؓ نے بھی اس کی طرف اشارہ فرمایا :-

آئندہ زمانے میں بدعت اس طرح پھیل جائے گی کہ اگر کوئی شخص اس بدعت کو ترک کرے گا تو اس کو کہیں گے کہ تو نے سنت ترک کر دی۔ (معاذ اللہ)

یہ درحقیقت ان بدعات کی نحوست ہے جو اہل بدعت نے سنتوں کی جگہ اپنالی ہے اور جن کی نحوست کی بناء پر انہیں توفیق نہیں ہوتی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں پر عمل کریں اور کسی کو سنت پر عمل کرتا دیکھ سکیں۔

اللہ تعالیٰ بدعات اور اہل بدعت سے محفوظ رکھے۔ آمین۔

⑧ جہنمیوں کے کتے

ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:-

اصحاب البدع کلاب اهل النار

ترجمہ۔ بدعتی جہنمیوں کے کتے ہیں۔

جناب احمد رضا خاں صاحب بریلوی بھی لکھتے ہیں:-

بد مذہب کتا ہے یا نہیں؟ ہاں ضرور ہے بلکہ کتے سے بھی بدتر و ناپاک تر ہے
کتا فاسق نہیں ہے اور یہ اصل دین و مذہب میں فاسق ہے۔ کتے پر عذاب نہیں
ہے اور یہ عذاب شدید کا مستحق ہے میری نہ مانو، سید المرسلین کی حدیث مانو

ابو حاتم خراسانی اپنی جزو حدیثی میں حضرت ابو امامہ باہلی سے راوی ہیں کہ حضور فرماتے
ہیں۔ اصحاب البدع کلاب اهل النار۔ بدعتی دوزخیوں کے کتے ہیں۔

نہایت افسوس ہے کہ بریلوی علماء اس حدیث کا بوجھ اپنے سر لینے کی بجائے باقی پاکستان
قائد اعظم محمد علی جناح پر ڈالتے ہیں۔ جناب احمد رضا خاں کے پیر غلام مارہر شریف کے بزرگوں سے
پوچھا گیا کہ مشر محمد علی جناح کو قائد اعظم کہنا کیسا ہے۔ اس کے جواب میں مولانا محمد میاں قادری برکاتی
مارہری لکھتے ہیں:-

بد مذہب جہنمیوں کے کتے ہیں کیا کوئی تجھ ایماندار مسلمان کسی کتے کو اور وہ بھی
دوزخیوں کے کتے کو اپنا قائد اعظم سب سے بڑا پیشوا اور سردار بنانا پسند کرے
گا۔ عاشا و کلامہرگز نہیں۔

بریلویوں نے اس حدیث کو قائد اعظم مرحوم پر چسپاں کرنے میں گر غلطی کی ہے لیکن اس
سے ظاہر ہوتا ہے کہ اصلاً انہوں نے اس حدیث کو صحیح تسلیم کیا ہے کہ اصحاب بدعت آخرت

میں دوزخ کے کتے بنائے جائیں گے اور میں طرح یہ آج کل اہل حق کو بھونکتے ہیں اخوت میں اپنے آپ پر بھونکنا ان کا نصیب ہو گا۔ وہاں ان کی بھونک قائمہ غلیم تک ہرگز نہ جاسکے گی۔

سورسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد مبارک سے معلوم ہوا کہ جنہوں نے دین میں دیادیتیاں کی ہیں شریعت مطہرہ کا مغرور چہرہ مسخ کرنے کی سازش کی، دین حنیف میں بدعات کو جگہ دی سنت پر عمل کرنے کی بجائے خواہشات نفسانی کی پیروی کی اور اس کو دین کا نام دیا۔ تو چونکہ انہوں نے یہ ہی گمان کیلئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (معاذ اللہ) پورا پورا دین نہیں پہنچایا اور انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس انداز میں توہین و گستاخی کی سوان کو جہنمیوں کے کتے سے تشبیہ دینا بالکل صحیح ہے۔

قرآن کریم نے بھی ایک مقام پر ان لوگوں کو کتے سے تشبیہ دی ہے جو خواہشات نفسانی کا اتباع کرتے ہیں۔ ارشاد ربانی ہے :-

وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنَاهُ بِهَآءِ لَوْكُنْهُ اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ وَاتَّبَعَ هُوَ مَثَلَهُ مَثَلُ الْكَلْبِ اِنْ تَحَمَّلَ عَلَيْهِ يَلْمِزْكَ اَوْ تَرَكَهُ يَلْمِزْكَ ذَٰلِكَ مَثَلُ الْغٰثِمِ الَّذِيْنَ كَذَّبَ وَآبَا يَتْنَا۔ (پ ۹ : الاعراف)

ترجمہ : اور اگر ہم چاہتے تو بلند کرتے اس کا رتبہ ان آیتوں کی بدولت لیکن وہ تو ہوتا زمین کا اور اتنا برا کیا اس نے اپنی خواہش کا تو اس کا حال ایسا ہے جیسے کتا۔ اس پر تو بھلا دے تو ہانپے اور پھوڑ دے تو ہانپے۔ یہ مثال ہے ان لوگوں کی جنہوں نے ہماری آیتوں کو بھٹلایا۔

غور فرمائیے اسلام کی نظر میں بدعت کتنا برا عمل اور اہل بدعت کتنے بد نصیب و بے مراد لوگ ہیں۔ ان کے ایجاد کا وبال کہاں کہاں آپڑتا ہے کس کس طرح ان پر لعنت آتی ہے۔ اس لیے ہمیں چاہیے کہ ہمیشہ بدعات سے اجتناب کریں اور اہل بدعت سے دور رہیں اور ہمیشہ سنت مطہرہ کا دامن مقامیں۔ اسی میں خیر و برکت، فلاح و سعادت ہے اور اسی سے دوزخوں

جہاں کی کامیابی نصیب ہوگی۔

محال است کہ سعدی راہ صفا تو اس رفت ہز بر پئے مصطفیٰ

⑨ بدعت ایک فتنہ ہے

حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں رسول اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔
 سيكون في امتي دجالون كذابون ياتونكم ببدع من الاحاديث لم
 تسمعوها انتم ولا اباؤهم فاني ايامهم لا يضلونكم ولا يفتنونكم۔
 ترجمہ: آخری زمانہ میں کچھ ایسے دجال و کذاب ہوں گے جو تمہارے سامنے ایسی
 نئی نئی باتیں پیش کریں گے جن کو نہ تم نے سنا ہو گا نہ تمہارے آباء و اجداد نے
 پس تم ان سے بچنا۔ ان کو اپنے قریب نہ آنے دینا کہیں وہ تمہیں گمراہ نہ کر دیں
 اور فتنے میں نہ ڈال دیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی کہ بدعات بہتیں کہیں فتنہ میں نہ ڈال دیں
 بتاتا ہے کہ بدعت فتنوں کا دروازہ کھول دیتی ہے۔ آج کل مسلمانوں میں جو جھگڑے اور مسجدوں
 میں جو سرچھٹنول ہو رہی ہے۔ آپ اگر ان کی تہہ میں جائیں تو بدعت کی چٹکاریوں کے سوا وہاں
 کچھ نظر نہ آئے گا۔ مسلمانوں نے پہلے اپنی مسجدوں میں بدعتیں گوارا کیں۔ پھر بدعتی امام رکھے۔ اس
 کے نتیجے میں دوال امت شروع ہوا۔ فتنوں کی یہ ایسی سیاہ رات ہے جس کی تہہ میں بدعات کے
 اندھیروں کے سوا کچھ نہیں۔ سو بدعت کا دوسرا نام فتنہ ہے اور حدیث کی رو سے اہل فتن کا
 مقابلہ کرنا نہایت ضروری ہے۔ اور اس فتنہ کا مقابلہ کرنے والے بہت زیادہ اجر و ثواب کے
 مستحق ہوں گے۔ حضرت عبدالرحمن بن عمارؓ اکھبریؓ سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 نے ارشاد فرمایا:۔

انه سيكون في آخر هذه الامة قوم لهم مثل اجر اولهم يا مومن

بالمعروف وينهون عن المنكر ويقاثلون اهل الفتن به

ترجمہ۔ اس امت کے آخری دور میں کچھ ایسے لوگ ہوں گے جن کا نیکیوں کا اجر

پہلے لوگوں کے اجکی مثل ہوگا۔ وہ لوگ ہوں گے جو معروف کا حکم کریں گے،

منکرات سے روکیں گے اور اہل فتن سے ٹکریں گے (ان کا مقابلہ کریں گے)۔

اس حدیث پاک میں اہل فتن کن کہہ گایا ہے؟ انہی اہل بدعت کو جن میں اسلامی خلافت

کے باغی، خارجی، شیعہ اور بدعتیوں کے تمام گروہ شامل ہیں۔ حضرت علامہ قاری علیہ رحمۃ ربہ الباری

کہتے ہیں:-

اهل الفتن ای من البغاة والخوارج والروافض وسائر اهل البدع

ترجمہ۔ اہل فتن سے مراد باغی، خارجی، رافضی اور تمام بدعتی گروہ ہیں۔

سوچنا ہے کہ اہل بدعت سے شدید نفرت کا اظہار کیا جائے اور آدمی اہل سنت و

اجہات کا دامن پکڑ رکھے۔

① سوئے خاتمہ کا اندیشہ

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین پر ایک

لبی بکیر کھینچی، پھر فرمایا:-

هَذَا سَبِيلُ اللَّهِ ثُمَّ خَطَّ خَطوطًا عَنْ يَمِينِهِ وَ عَنْ شِمَالِهِ وَقَالَ هَذِهِ سَبِيلُ

عَلَى كُلِّ سَبِيلٍ مِنْهَا شَيْطَانٌ يَدْعُو إِلَيْهِ وَقَدْ رَأَى هَذَا أَصْرَاطِي

مُسْتَقِيمًا فَاتَّبَعُوهُ الْآيَةُ

ترجمہ۔ یہ اللہ کی راہ ہے پھر آپ نے اس کے دائیں اور بائیں خطوط کھینچے اور

۱۔ شکرۃ منہ ۲۔ مرقات جلد ۱ ص ۳۸۵ مشکوٰۃ ص ۳۸۵ والآیت پ

فرمایا یہ قطر راہیں ہیں۔ ان میں سے ہر ایک راہ پر ایک شیطان بیٹھتا ہے جو لوگوں کو اس راہ کی طرف بلاتا رہے گا۔ اور آپ نے اس پر یہ آیت پڑھی (اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے) اور یہ میری سیدھی راہ ہے (صراطِ مستقیم ہے) تم اس پر چلتے رہو۔

دائیں بائیں کے ان خطوط سے مجتہدین کے مختلف اجتہادات مراد نہیں۔ یہ سب ائمہ مجتہدین اہل حق میں سے ہیں۔ یہ شیطان نہیں شیاطین کی راہوں سے مراد بدعتی فرقوں کی راہیں ہیں جیسے معتزلہ، قدریہ، خوارج، روافض اور دیگر اہل بدعت وغیرہ۔

اس حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ انسان کو گمراہی کے راستے پر لے جانے کے لیے شیطانی دغا غوثی قوتیں پوری طرح سرگرم عمل ہیں۔ اس پر چہار جانب سے حملہ آور ہیں۔ لیکن جب انسان قریب الملک ہو جاتا ہے اور اس پر عالمِ آفت کے بعض امور کھلنے لگ جاتے ہیں تو شیطان اپنی پوری شیطانیت کے ساتھ اس کے پاس آ بیٹھتا ہے۔ یہ ایک مومن کے ایمان و اعمال کی کڑی آزمائش کی گھڑی ہے۔ اہل اللہ اور سنتِ مبارکہ کی پابندی کرنے والے سنت کی برکت سے شیطان کی شیطانیت سے بچ جاتے ہیں۔ لیکن وہ لوگ جو سنت کے مقابلے میں بدعات کو محبوب جان بنائے ہوئے تھے اور اسی یقین پر تھے کہ ان اعمال میں ثورانیت ہے۔ عین اس لمحے ان کو وہ اعمال انتہائی سیاہ نظر آنے لگتے ہیں۔ اس پر اس کے ذہن کو عجیب جھٹکا لگتا ہے کہ وہ میں تو ان اعمال کو نیکیاں سمجھ کر کرتا رہا اور دوسروں کو اس کی تلقین و تائید کرتا رہا مگر یہاں تو معاملہ اس کے الٹ چلا۔ اس وقت شیطان آگے بڑھ کر کہتا ہے کہ ابھی تو یہاں (اس دُنیا میں) ہے مرا نہیں۔ ابھی مرنے پر تجھ کو پتہ چل جائے گا کہ اسلام جس کو تو سچا دین سمجھ رہا تھا اور اور اسے اپنائے ہوئے تھا وہ بھی صحیح نہیں ہے۔ قرآنِ الہی کی کتاب نہیں اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول نہیں۔ (استغفر اللہ)

پہلے ناکامی اور بدعات کے اندھیرے تو اس کے سامنے آچکے ہوں گے لیکن اب۔

بنیاد اسلام میں بھی شک میں پڑ جائے گا۔ اور شرک و شہادت کا اظہار ہو۔ اُدھر روح اس کے بدن سے کھینچ لی گئی اور شیطان اپنی کامیابی کے نعرے اس تیزی سے لگانے لگا جس طرح یہ بدعتی اپنے بدعتی پیروں اور مولویوں کے گرد حلقہ بنا کر زور زور سے نعرے لگایا کرتا تھا۔ یہ ہے بدعت کی ظلمت جو اس کے ایمان تک کو لے گئی۔ اور شیطان اب بھاگ گیا۔ قرآن کریم میں ہے۔

كُنْ لِلشَّيْطَانِ اِذَا قَالَ لِلْاِنْسَانِ اَكْفُرْ فَلَا كُفْرَ اِلَا اِنِ بَرِئَ مِنْكَ.

(پہ، الحشر ع ۲)

ترجمہ۔ ان لوگوں کی مثال شیطان کی سی ہے کہ جب اس نے انسان سے کہا، کہ کفر کر۔ جب انسان نے کفر کر لیا تو شیطان کہنے لگا میں تو تجھ سے بری ہوں۔ شیطان اور شیطانی طاقتیں چاہتی ہیں کہ ہر شخص کی موت کفر و شرک پر ہو اور وہ اس کے لیے ہر حربہ آزما تے ہیں۔ فروری مسائل کو قطعیت کا درجہ دینے والا بھی بالآخر اس خطرے میں ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جرگان دین فروری مسائل میں زیادہ شدت اختیار کرنے سے ہمیشہ اجتناب کی تلقین کرتے ہیں۔ کہ ان میں ایسی شدت اختیار نہ کر و کہ اُسے اس یقین تک لے جاؤ جو یقین ایک مومن کو خدا اور اس کے رسولِ خاتم کے بارے میں حاصل ہوتا ہے۔ فقہی مسائل کے بارے میں بھی یہ نصیحت مد نظر رکھنی چاہیے کہ:

مذہبنا صواب و یحتمل الخطاء

و مذہب مخالفنا خطا و یحتمل الصواب

یہ تو فقہی مسائل کی بات تھی جن کی اصل کسی نہ کسی درجے میں شرعییت میں موجود ہوتی ہے جب ان میں احتیاط کا یہ حال ہے تو بدعت جن کی سرے سے اصل ہی نہیں اس پر عمل اور اطرار کتنا خطرناک ہوگا۔ اور پھر اس کو قطعیت اور کفر و اسلام کا فاصلہ ٹھہرا دینا، جیسا کہ آج کل اہل بدعت نے کر رکھا ہے کس قدر خطرناک ہوگا۔ فاعتسوا اولی الا بصار۔

بہر حال بدعت ایک ایسا خبیث عمل ہے کہ اس کا مرتکب عین موت کے وقت شیطان کی آخری واردات کا شکار ہو جاتا ہے اور لمبا اوقات معاملہ یہاں تک بڑھ جاتا ہے کہ اس کی موت کفر پر ہوتی ہے۔

علامہ شاطبیؒ (۷۹۰ھ) ایک مقام پر لکھتے ہیں :-

و اما انه يخاف على صاحبها سوء الخاتمة والعياذ بالله فلان صاحبها مرتكب اثما وعاص لله تعالى حتما ولا نقول الا ان هو عاص بالكلية أو بالصغار بل نقول هو مصر على ما عفى الله عنه. والاصرار فيظلم الصغيرة إن كانت صغيرة حتى تصير كبيرة وإن كانت كبيرة فاعظم. ومن مات مصرا على المعصية فيخاف عليه. فربما إذا كشف الغطاء وعان قلامك المخترع استغفره الشيطان و غلبه على قلبه. حتى يموت على التغيير والتبديل

ترجمہ۔ اور بہر حال بے شک بدعتی کے سوائے خاتمہ کا اندیشہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے بچائے۔ اس لیے کہ بدعتی ایک گناہ کا ارتکاب کرتا ہے اور وہ حتمی طور پر اللہ کی نافرمانی کر رہا ہوتا ہے۔ ہم اس وقت یہ نہیں کہتے کہ وہ صغیرہ گناہ کے ذریعہ نافرمانی کر رہا ہے یا صغیرہ کے ذریعہ۔ ہم تو یہ کہتے ہیں کہ اللہ نے جس چیز سے منع کیا ہے اس پر بدعتی اصرار کرتا ہے اور صغیرہ گناہ پر اصرار اس گناہ کو کبیرہ بنا دیتا ہے اور جو شخص کسی معصیت پر اصرار کرے تو اس کے لیے سوائے خاتمہ کا اندیشہ ہے۔ جب حقیقت کا پردہ کھلے گا اور عالم آخرت کے امور اس کے سامنے آئیں گے تو شیطان بھی آدھمکے گا اور (وسوسہ دے کر) اس کے قلب پر اپنا غلبہ حاصل کر لے گا۔ یہاں تک وہ اپنے دین سے اس تبدیلی پر آمگم رہے۔

علامہ مصروف آگے بڑھ کر لکھتے ہیں :-

لان المبتدع مع كونه مصرطاً على ما نهي عنه يزيد على المصرطانه معارض
للشريعة بعقله. غير مسلم لها في تحصيل أمره. معتقداً في المعصية
أنها طاعة. حيث حسن ما قبضه الشارع. وفي الطاعة انهما لا تكون
طاعة الا بصيغة نظره. فهو قد قبض ما حسنه الشارع ومن كان
هكذا مخيقاً بالقرب من سوء الخاتمة الا ما شاء الله. وقد قال
تعالى في جملة من ذم أفاؤنا مكر الله فلا يأمن مكر الله الا القوم
الخاسرون (الاعراف) والمكر جلب السوء من حيث لا يظن له
وسوء الخاتمة من مكر الله اذا يأتى الانسان من حيث لا يشعور
به. اللهم انا نسألك العفو والمغفرة له

ترجمہ۔ بدعتی باوجودیکہ اس بات پر مصر ہے جس سے اللہ نے روکا ہے اس
شخص سے آگے ہے جو گناہوں پر اپنی عقل سے عمل پیرا ہے اور تحصیل امر
میں اس کا قائل نہیں۔ لیکن وہ بدعتی گناہ کو طاعت سمجھ کر عمل میں لارہا ہے
جس چیز کو شارع علیہ السلام نے برا جانا اسے اچھا کہہ رہا ہے اور اپنی بات کو نیکی
سمجھنے والا ہے اور نیکی سمجھنا تو محض اس کی اپنی اختراع ہے، اس چیز کو قبیح سمجھ
رہا ہے جسے شارع نے اچھا کہا ہے اور جس شخص کا یہ حال ہو تو وہ سوائے
خاتمہ کے واقعی بہت قریب ہے مگر یہ کہ اللہ کسی کو سچالے۔ اور اللہ
تعالیٰ نے اس کی مذمت میں اجمالاً یہ کہا ہے ”کیا بے ڈر ہو گئے اللہ کے دائرے
سے۔ سو بے ڈر نہیں ہوتے اللہ کے دائرے سے مگر وہی لوگ جو ختمائے ہیں
پڑنے والے ہیں“ یہ کمر (تدبیر) برائی کو اس طرح لانے میں ہے کہ وہ سمجھ

بھی نہ پائے اور خاتمہ تدبیر الہی سے بُرا ہونا یہ ہے کہ انسان پر یہ اس طرح آئے کہ وہ اسے جان نہ سکے۔ اے اللہ! ہم آپ سے اس میں معافی اور عافیت چاہتے ہیں۔

حضرت علامہ شاطبیؒ کی اس عبارت سے پتہ چلتا ہے کہ بدعتی کے سوائے خاتمہ کا اندیشہ ہے۔ اگر کوئی بدعتی سوائے خاتمہ سے بچ جائے تو یہ محض ایک استثناء ہے۔ ورنہ عام طور پر بدعتی سوائے خاتمہ کا شکار ہو جاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو سنتِ مطہرہ کی اتباع کی توفیق دے اور بدعت اور اہل بدعت سے بچائے۔ آمین۔

تردد کے فتنے سے بچنا

بدعتی بدعت پر عمل تو کئے جاتا ہے لیکن شعور میں وہ تردد کے فتنے میں بُری طرح گھرا ہوتا ہے۔ علم اور سمجھ کی رُود سے وہ اس میں کوئی روشنی نہیں دیکھتا۔ لیکن جذبات اور ماحول کے زیر اثر وہ اپنی بدعت پر نہایت اڑ کر عمل پیرا ہوتا ہے۔ اس کے اندر ایک فکری جنگ ہوتی ہے جس سے وہ پوری عمر تک نہیں پاتا۔ بچائی پر آئے میں وہ سوچتا ہے کہ لوگ کیا کہیں گے۔ اور بدعت پر عمل پیرا ہونے میں اسے سخت کی کوئی چھک دکھائی نہیں دیتی۔ وہ ساری عمر اس تردد کا شکار رہتا ہے اور اس تردد میں اس کا آخری وقت آ جاتا ہے۔ یہ وہ وقت ہے جس کے آغاز میں شیطان لعین مدت سے گھمات لگائے ہوئے تھا۔

اب یہ تردد بڑھ کر قطعیاتِ اسلام کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لیتا ہے اور جو نہی وہ اسلام کی صداقت میں شک میں پڑتا ہے روحِ قسبِ عنصری سے پرواز کر جاتی ہے۔

ۛ
حسرت ہے اس مسافر بے بس کے حال پر
جو تھک کے رہ جائے ہے منزل کے لما منے

چند شبہات کا ازالہ

اس راہ میں اٹھنے والے چند شبہات کا اصولی جواب ہم پہلے دے آئے ہیں۔ یہاں اس سلسلے میں کچھ اور وضاحت کی جاتی ہے۔

کیا اقامت تراویح بدعت ہے؟

① — اہل بدعت کی جانب سے اکثر یہ بات سنی جاتی ہے کہ حضرت عمرؓ نے تراویح کی منازجہ باجماعت مقرر کی اس کے لیے وہ خود فرمائے ہیں کہ ان كانت هذه بدعة فنعمة البدعة اگر یہ نیا طریقہ ہے تو اچھا طریقہ ہے

اجواب

اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ بدعت کی شرعی مدد صحابہ کرامؓ کے بعد سے شروع ہوتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلفاء راشدینؓ کا عمل تو جہان کے لیے خود محبت ہے۔ جس کی تفصیل گزر چکی اور خود سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:-

اصحابی کالتجوم فباہم اقتدیتم وامتدیتم (الحديث)

مہ می گوید کہ اصحابی نجوم للسی قدوة وللطاغی رجوع
ایک مرتبہ ارشاد فرمایا:-

انی وادی ما قد بقائی فیکم فاققدوا بالذین من بعدی
ابی بکن وعمرؓ

ترجمہ میں نہیں جانتا کہ میں کب تک تمہارے اندر زندہ رہوں گا اس لیے میں تمہیں اپنے بعد ابو بکرؓ اور عمرؓ کی اقتدار کرنے کی تلقین اور تاکید کرتا ہوں۔

(۲) — جب صحابی اپنے کسی عمل کو بدعت کہے تو اس سے مراد بدعت شرعی نہیں بلکہ بدعت لغوی ہے۔ علامہ حافظ ابن رجب منبلیؒ (۷۹۵ھ) لکھتے ہیں:-

واما ما وقع في كلام السلف من استحسان بعض البدع فاما ذلك في البدع اللغوية لا الشرعية فمن ذلك قول عمر رضي الله عنه لما جمع الناس في قيام رمضان على امام واحد في المسجد وخرج وراهم يصلون كذلك فقال نعمة البدعة هذه.

ترجمہ: بزرگوں کے کلام میں جو بدعت کے استحسان کا ذکر آیا ہے اس سے مراد بدعت لغوی ہے بدعت شرعی نہیں۔ اسی میں سیدنا حضرت عمرؓ کا یہ ارشاد ہے جب انہوں نے لوگوں کو رمضان میں باجماعت نماز تراویح پر جمع کیا اور دیکھا تو فرمایا کہ یہ اچھا طریقہ ہے۔

علامہ موصوفؒ اس پر لکھتے ہیں:-

ومراده ان هذا الفعل لم يكن على هذا الوجه قبل هذا الوقت ولكن له اصل في الشرعية يرجع اليهما^۱

ترجمہ: حضرت عمرؓ کی اس قول سے مراد یہ ہے کہ ایسا کرنا اس کیفیت سے پہلے تو نہ تھا لیکن اس کی اصل شریعت میں ضرور موجود تھی۔

حضرت مہدیؑ سلم تراویح کی مسجد میں اقامت کر کے اس کی راہ خود بنا چکے تھے۔

علامہ موصوفؒ نے اس کی چند مثالیں ذکر فرمائی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ان حضرات

گرامی کا یہ عمل دراصل سنت رسول مہدیؑ وسلم ہی سے مستفاد تھا اور ہم بتا چکے ہیں کہ ان

حضرات کے کام بھی سنت ہیں جس کی تائید سیدنا حضرت علی المرتضیٰؑ کے ارشاد سے بھی بتلا دی گئی ہے۔ اس لیے ان پر بدعت کا اطلاق ہرگز نہیں کیا جاسکتا۔

شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہؒ (۷۲۸ھ) بھی لکھتے ہیں :-

هَذَا الَّذِي فَعَلَهُ سُنَّةٌ لَكِنَّهُ قَالَ نِعْمَةُ الْبِدْعَةِ هَذِهِ مِنْ حَيْثُ الْمَعْنَى لَكِنْ نَحْمَدُ اللَّهَ نَفَعُونَهُ فِي حَيَاةِ الرَّسُولِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْنِي مِنَ الْاجْتِمَاعِ عَلَى مِثْلِ هَذِهِ وَهِيَ سُنَّةٌ مِنَ الشَّرْعِ لَهُ

ترجمہ: یہ جواب نے کیا وہ سنت تھا لیکن اس نے اسے نعمۃ البدعہ کہا۔ ایسا کیا توئی اعتبار سے تھا کیونکہ صحابہؓ اس طرح (ایک جماعت سے تراویح) حضورؐ کے زمانے میں نہ پڑھتے تھے یعنی اس طرح کا اجتماع نہ ہوتا تھا اور تراویح پڑھنا شرعاً سنت ہے بدعت نہیں۔

حضرت امام ابو یوسفؒ (۱۸۲ھ) کہتے ہیں :-

سَأَلْتُ أَبَا حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ عَنِ التَّرَاوِيجِ وَمَا فَعَلَهُ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَقَالَ التَّرَاوِيجُ سُنَّةٌ مُؤَكَّدَةٌ وَلَمْ يَخْتَرَعْهُ عُمَرُ مِنْ مَلْعَاءِ نَفْسِهِ وَلَعَلَّكَ فِيهِ مَبْتَدَعٌ وَلَمْ يَأْمُرْ بِهِ إِلَّا عَنْ أَصْلِ لَدِيهِ وَعَهْدٍ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ترجمہ: میں نے امام ابو حنیفہؒ سے حضرت عمرؓ اور تراویح کے فعل کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ تراویح سنت مؤکدہ ہے اور حضرت عمرؓ نے اس کو اپنی طرف سے اختراع نہیں کیا اور نہ وہ کوئی بدعت ایجاد کرنے والے تھے انہوں نے جو کچھ حکم دیا وہ کسی اصل کی بناء پر تھا جو ان کے پاس موجود تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی عہد پر مبنی تھا۔

مشکوٰۃ شریف کے شارح حضرت مولانا اب قطب الدین صاحب لکھتے ہیں :-
 حق یہ ہے کہ جو کچھ کہ خلفائے راشدینؓ نے کیا سنت ہے پس معنی بدعت کے
 یہاں باعتبار لغت کے ہیں نہ اصطلاح فقہاء کے۔^۱

خلاصہ کلام یہ کہ جو حضرات سیدنا حضرت عمرؓ کے اس ارشاد کو سامنے رکھ کر اپنے مردوبہ
 بدعات (جس کی شرح میں کوئی اصل نہیں) کی ترویج و تہذیب چاہتے ہیں وہ درحقیقت ان حضرات
 گرامی قدر پر بہت بڑا بہتان باندھتے اور یہ کہتے نہیں دُرے کہ معاذ اللہ صحابہؓ بھی بدعتی تھے۔
 (معاذ اللہ)

اس کی مزید تفصیل علامہ حافظ ابن رجب جنسلیؒ کی جامع العلوم والحکم ص ۲۳۳، علامہ ابن تیمیہؒ
 کی تصنیف اقتضاء العرط المستقیم میں، مسئلۃ الترادف لیلیٰ بدعتہ شریعہ ص ۱۷۵ پر اور علامہ ابن حجر
 مکیؒ کی فتح المبین بشرح الاربعین ص ۱۹ پر ملاحظہ فرمائیں۔

محمد بن نصر موزی کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ نے ایک سوال کے
 جواب میں الزامیہ بات کہی تھی کہ اگر یہ بدعت ہے تو اچھی بدعت یہی اور اچھی بدعت وہ ہے جس
 کی اصل حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہو اور اسے آپ نے وقتی طور پر چھوڑا ہو وہ متروک عن اصلہ
 نہ ہو۔ اس پر نئے سرے سے عمل کرنا نعمت البدعت ہے یہ شرعی بدعت نہیں ہے۔^۲

جس چیز کو مسلمان اچھا سمجھیں وہ بدعت نہیں؟

اہل بدعت کا ایک استدلال یہ بھی ہے کہ حدیث پاک میں آیا ہے :-
 ما راہ المسلمون حسناً فہو عند اللہ حسن۔

ترجمہ جس چیز کو مسلمان اچھا سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھی ہے۔

اس سے استدلال کئے ہوئے اہل بدعت کا کہنا ہے کہ ہمارے اکثر اعمال کو مسلمان

اچھا سمجھتے ہیں اور ان پر عمل کرتے ہیں۔ سو یہ اعمال بدعت کے زمرے میں نہیں آتے۔ ان کا استدلال یہ ہے کہ تمام مسلمان جس چیز کو اچھا سمجھیں وہ بدعت نہیں ہو سکتی۔

اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ اہل بدعت کو حدیث پاک کے مفہوم و مطلب کے سمجھنے میں بڑی غلطی لگی ہے۔ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ہماری بدعت میں جو نیکو بہت سے مسلمان شامل ہو جاتے ہیں اور ان کو اچھا سمجھتے ہیں، اسی لیے یہ اللہ کے نزدیک بھی اچھی ہوگی۔ عاصی حدیث پاک کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ جسے عام مسلمان اچھا سمجھ لیں وہ اچھی بن کر دین بن جائے۔ علماء اسلام نے اس کا مطلب واضح کر دیا ہے جس سے یہ شبہ دفع ہو جائے گا۔ صاحب مجالس الابراہیم لکھتے ہیں:-

اگر کوئی یہ کہے کہ اکثر لوگ ان بدعتوں کے جواز میں جن کے وہ عادی ہیں اس حدیث سے سند لاتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ جس بات کو مسلمان اچھا سمجھیں..... الخ

تو کیا ان کا یہ استدلال صحیح ہے؟ — (جواب یہ ہے کہ، ان کا یہ استدلال جیسا کہ بعض فقہاء نے کہا، ٹھیک نہیں ہے اور یہ روایت ان کو مفید نہیں، بلکہ مضر ہے۔ کیونکہ یہ اس حدیث کا ٹکڑا ہے جو عبداللہ بن مسعودؓ پر موقوف ہے اور اس کو احمد اور بن باز، طبرانی، طیالسی، ابونعیم نے اس طرح روایت کیا ہے:-

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے دلوں کو دیکھا تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو منتخب کیا۔ پھر آپ کو رسول بنا کر مبعوث فرمایا، پھر اس نے اپنے بندوں کے دلوں کی طرف دیکھا تو ان میں سے آپ کے لیے اصحاب منتخب کیے اور ان کو دین اسلام کا مددگار اور نبی علیہ السلام کا وزیر بنایا۔ پس جس چیز کو یہ مومنین اچھا سمجھیں، وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھی اور جس چیز کو یہ مومنین برا سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک بھی بُری ہے۔

لہذا علماء مجالس ابی الدین ہزیلی نے نصب الراية جلد ۲ صفحہ ۱۲۱ پر اور علماء صلیح الدین ہلالی نے بھی اس کو ابن مسعودؓ پر موقوف بتلایا ہے۔

① اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ المسلمون میں الف لام مطلق جنس کے لیے نہیں ہے (اگر مطلق جنس کے لیے ہوتا، اس حدیث میں یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کے خلاف پڑے گی کہ میری امت میں تہتر فرقے ہوں گے جن میں سوائے ایک کے سب دوزخی ہوں گے۔ سو امت کا ہر فرقہ اپنے ہی مذہب کو اچھا اور سچا سمجھتا ہے۔ تو لازم آئے گا کہ کوئی فرقہ دوزخی نہ ہو۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے۔)

② اسی طرح چند مسلمان ایک بات کو اچھا سمجھتے ہیں اور چند مسلمان برا تو لازم آتا ہے کہ کُھن و قبح میں کوئی تمیز نہ رہے۔

③ یا تو الف لام عہد کے لیے ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ معہود وہی لوگ ہیں جن کا ذکر افتتاح صحابہ میں ہے۔ پس المسلمون سے مراد فقط صحابہ ہیں۔

④ یا خاص جنس کے استغراق کے لیے ہے۔ پس المسلمون سے مراد وہ لوگ ہیں جو مجتہد ہیں اور اسلام کی صفت میں کامل ہیں۔ تو اب معلوم یہ ہوں گے کہ جس بات کو صحابہ کرام یا اہل اجتہاد اچھا جانیں وہ اللہ کے نزدیک بھی عمدہ اور جس کو صحابہ کرام یا اہل اجتہاد قبیح سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک بھی قبیح ہے۔

⑤ اور ممکن ہے کہ لام استغراق حقیقی کے لیے ہو۔ اس صورت میں معنی ہو گا کہ جس بات کو تمام مسلمان اچھا سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھی اور جس بات کو تمام مسلمان برا جانیں وہ اللہ کے نزدیک بھی بُری ہے اور جس بات میں اُن کا اختلاف ہو جائے تو اب اس میں قرون ثلاثہ کا اعتبار ہو گا جس کی نسبت غیر کی شہادت ہے۔

اہلسنت وہی ہیں جو اپنا دین پہلوں سے لیں صحابہ کرام اور قرون ثلاثہ مشہود لہذا بالغیر کی پیروی کریں۔ نہ وہ لوگ کہ اپنی پند کو صحابہ کی پند کے مدجہ میں رکھیں اور اپنے آپ کو ان کے برابر سمجھیں۔

نوٹ

○ مجالس الابرار کتب کی امام جہام حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی نے تعریف و توصیف فرمائی ہے اور اس کے مصنف کو عالم، متدین، متودع اور علوم شرعیہ کے فنون مختلفہ پر مامور بتایا ہے۔ اسی طرح ”کشف الظنون“ اور استغاث النصار“ میں بھی اس کی تعریف کی گئی ہے۔

مندرجہ بالا تفصیلی عبارت سے واضح ہو گیا کہ یہ روایت جسے اہل بدعت بار بار بطور دلیل کے پیش کرتے ہیں درحقیقت صحابہ کرامؓ ہی کے بارے میں ہے۔ لہذا صحابہ کرامؓ جس چیز کو اچھی سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھی اور جس کو وہ بُرا سمجھیں اس کی قباحت کا انکار ممکن نہیں اب آپ ہی سوچیں کہ وہ تمام بدعات جن پر اہل بدعت کو بڑا ناز ہے (اور نہ کرنے والوں کو طعن و تشنیع کرتے ہیں) صحابہ کرامؓ سے ثابت ہیں یا نہیں؟ ائمہ مجتہدین سے ثابت ہیں یا نہیں؟ اگر اس میں خیر کا کوئی پہلو ہوتا تو ہرگز ہرگز صحابہ کرامؓ اسے ترک نہ کرتے۔ اس لیے کہ ان کا علم بھی وسیع تھا اور عمل بھی بے نظیر و عشق بھی درجہ کمال تک پہنچا ہوا تھا اور جذبہ اطاعت بھی کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ نیکی اور مصلحتی کے حریص بھی تھے اور ہر نیکی و مصلحتی کو حاصل کر کے ان پر عمل بھی فرمایا کرتے تھے۔ مگر آپ دیکھتے ہیں کہ ان تمام بدعات پر (نہ تو ان مبارک ہستیوں نے عمل کیا نہ انہوں نے اس کی تاکید کی۔ لہذا یہ روایت اہل بدعت کے لیے دلیل نہیں بلکہ ان کی مخالفت و تردید پر مترشح ہے۔ اسی لیے صاحب ”مجالس الابرار“ نے فرمایا کہ ”ان کو مفید نہیں بلکہ مضر ہے۔“

چمن میں تھیں ڈالیاں ہزاروں مگر مقدر کا کھیل دیکھو
گری اسی شاخ پہ ہے سبلی بنایا تھا جس پر ہشیانہ

② حضرت امام عبداللہ الحاکم (م. ۵۰۵ھ) سند صحیح کے ساتھ اس روایت کو اس طرح نقل کرتے ہیں۔

ماراه المسلمون حسناً فهو عند الله حسن و ماراه المسلمون سيئاً فهو عند

الله سيئ و قد راى الصحابة جيفاً ان يستخلفوا ابوبكرؓ

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ روایت درحقیقت صحابہ کرامؓ ہی کے بارے میں ہے اور انہی

کے قول و عمل پر حسن کا دار و مدار ہے۔

② احناف کی مشہور کتاب ”شامی“ میں ہے۔

لا شك ان فعل الصحابة حجة و ماراه المسلمون حسناً فهو عند الله حسن.

ان عبارات کا حاصل یہ کہ صحابہ کرامؓ جس چیز کو اچھا سمجھیں وہی اچھی اور جس کو بُرا سمجھیں

وہ بُری ہوگی۔ آج کل کے عوام کا کسی چیز کو اچھا سمجھ لینا دین و شریعت نہیں بن سکتا۔ کہ جس

کو اہل بدعت تائید میں پیش کریں۔ وہ شریعت بن جائے۔

عامۃ الناس کے عمل سے سند

اہل بدعت کی جانب سے یہ دلیل اکثر و بیشتر پیش کی جاتی ہے کہ اس میں بہت لوگوں

کا تعاون ہے اور ان بدعات میں لوگوں کی رغبت ہے۔ اس لیے لوگوں کا تعامل و تعاون اس

بات کی دلیل ہے کہ یہ چیز اللہ کے نزدیک مستحسن ہوگی اور بدعت نہیں کہلا سکتی، اتنے مسلمانوں کی بات

کہ اللہ تعالیٰ کیسے رُک کرے گا۔

جواب

اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ بدعت بدعت ہی ہے مخلوق کا تعامل یا ان کا تعاون

بدعت کو سنت نہیں بنا سکتا اور نہ یہ کہہ سکتا ہے کہ اب یہ بدعت نہیں رہی۔ اہل فہم (۵۰۵ھ)

سیدنا حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے نقل کرتے ہیں۔

لله المستند للحاکم جلد ۴ ص ۱۷ شامی جلد ۱ ص ۱۷

بے شک ابن عباسؓ نے سچ کہا ہے کیونکہ جو شخص اس زمانہ میں دین پر قائم نہ رہے بلکہ مخلوقات کے ساتھ جس میں وہ لگے ہوں لگ جائے اور جس میں وہ مصروف ہوں یہ بھی مصروف ہو جائے، جس میں وہ ڈوبے ہوئے ہوں یہ بھی ڈوب جائے تو وہ بھی ان کی طرح ہی ہلاک ہو گا۔

صاحب مجالس الارباب بھی لکھتے ہیں :-

حق کو اختیار کرو اور اس پر عمل کرو اگرچہ اس پر عمل کرنے والے کم ہوں اور مخالف زیادہ ہوں۔ اس لیے کہ وہ حق ہے جس پر پہلی جماعت یعنی صحابہ کرامؓ ہیں اور بعد صحابہؓ کے انہوہ باطل کا کچھ اعتبار نہیں ہے۔

حضرت فضیل بن عیاضؒ بھی فرماتے ہیں :-

ہدایت کی راہ مضبوطی سے اختیار کرو۔ اس پر چلنے والوں کی کمی کا کچھ ضرر نہیں اور گمراہی کے راستے سے پیچھے رہو۔ اس میں مبتلا ہونے والوں کی کثرت سے دھوکا نہ کھاؤ۔

بعض سلفؒ کا مقولہ ہے :-

جب تم شریعت کے مطابق ہو جاؤ اور حقیقت کو سمجھ لو تو کچھ پرواہ نہ کرو اگرچہ ساری خلقت تمہاری رائے کے خلاف ہو جائے۔

ان عبارات کا حاصل یہ ہے کہ مخلوق کی کثرت کا کوئی اعتبار نہیں، اصل اعتبار کتاب و

سنت کا ہے۔ سیدنا محمد الف ثانیؒ شیخ احمد سرہندیؒ نے بھی بہت خوب لکھا ہے :-

اس زمانے کے اکثر علماء بدعتوں کو رواج دیتے ہیں اور سنتوں کو محو کرتے

ہیں، شائع اور پھیلی ہوئی بدعات کو تعامل جان کر جواز بلکہ استحسان کا فتویٰ

دیتے ہیں اور لوگوں کو بدعت کی طرف راہنمائی کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر

مگر یہ شائع ہو جائے اور باطل متعارف و مشہور ہو جائے تو تعامل ہو جاتا ہے
مگر یہ نہیں جانتے کہ یہ تعامل استحسان کی دلیل نہیں، تعامل جو معتبر ہے وہ وہی
ہے جو صدر اہل سے آیا ہے یا تمام لوگوں کے اجماع سے حاصل ہو رہے ہیں
کہ قتائے غیاثیہ میں مذکور ہے۔

شیخ الاسلام شہیدؒ کا ارشاد نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں :-

ایک شہر کا تعامل جواز پر دلالت نہیں کرتا، وہ تعامل جواز پر دلالت کرتا
ہے جو صدر اہل سے استمرار کے طور پر ہوتا چلا آیا ہو۔ تاکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ
وسلم کی تقریر پر دلیل ہو اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہی سے اس کا مشروع ہونا
ثابت ہو اور اگر اس قسم کا تعامل نہ ہو تو لوگوں کا فعل حجت نہیں ہو سکتا۔

حضرت عابد صاحب کے ارشاد سے معلوم ہو گیا کہ مخلوق کا تعامل جواز کی دلیل و حجت نہیں
ہی بلکہ حجت اور معتبر ہے جو صدر اہل یعنی کتاب و سنت، صحابہ کرامؓ اور اہل اسلام و نظام سے
ثابت و واضح ہو۔ خافہم

صوفیہ کے عمل سے کیا بدعات کو سند مل سکتی ہے؟

اہل بدعت بدعات کے جوازیں حضرات صوفیہ کرام و مجذوبین کا قتل و جلّٰی پیش کر کے
کہتے ہیں کہ ان کا قتل و جلّٰی اس بات کی دلیل ہے کہ یہ بدعت نہیں اور بنظر غائر دیکھا جائے تو
اکثر و بیشتر ایسے ہی اقوال و اعمال پر بدعات کی عمارت استوار کی جاتی ہے، لوگ اپنے پیر خاندان
کے نام سے پہننے لگتے ہیں۔

جواب

اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ حضرات صوفیہ بے شک بزرگوں میں سے ہیں لیکن ان کا

قول و عمل جب تک کتاب و سنت کے ترازو پر نہ تو لا جائے گا معتبر نہ ہو گا۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ صرف یہ کرام و معجزہ بین سے بعض اوقات حالت وجد میں یا حال کے وارد ہوئے ہیں ایسے اعمال و احوال سرزد ہو جاتے ہیں جن کا تعلق صرف ان کے اس حال سے مخصوص ہوتا ہے اور ان کے اس حال کو خدا کے سپرد کر دیا جاتا ہے۔ لیکن ان کے اس قول و عمل کو شریعت نہیں قرار دیا جاسکتا۔ سیدنا محمد و آلہ ثانیؑ تحریر فرماتے ہیں :-

صوفیاء کا عمل علت و حرمت میں سند نہیں ہے، ہمیں اتنا کافی ہے کہ ہم ان کو معذور سمجھیں اور ملامت نہ کریں اور ان کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیں۔ اس معاملہ (یعنی علت و حرمت) میں امام ابو حنیفہؒ، امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کا قول معتبر ہے نہ کہ ابو بکرؓ، علیؓ، ابراہیمؓ، نوریؓ کا عمل۔ اس زمانہ کے صوفیاء عظام نے اپنے پیروں کے عمل کو بہانہ بنا کر سرود و رقص کو اپنے دین و ملت کے طہ پر اختیار کیا ہے اور اس کو طاعت و عبادت بنا لیا ہے۔ اتھمذوا دینہم لہوا و لعبا (انہوں نے اپنے دین کو کھیل و تماشانا بنا رکھا ہے)۔ ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں :-

احکام شرعیہ کے ثابت کرنے میں معتبر کتاب و سنت ہے اور مجتہدوں کا قیاس اور اجماع امت بھی حقیقت میں احکام کے مثبت ہیں۔ ان چار شرعی دلیلوں کے سوا اور کوئی ایسی دلیل نہیں جو احکام شرعیہ کو ثابت کر سکے۔ الہام علت و حرمت کو ثابت نہیں کرتا اور بالظن دالوں کا کشف فرض و سنت کو ثابت نہیں کرتا۔ ملا۔ خاصہ دالے لوگ اور عام مومنین مجتہدوں کی تقلید میں برابر ہیں۔

سیدنا محمد و آلہ ثانیؑ کی خدمت میں کسی نے ایسے ہی کسی بزرگ کا مکمل پیش کر کے حجت بنانا چاہا تو آپؐ اس کی تاب نہ لا سکے اور آپ کے قلم سے بے اختیار یہ فقرے نکل گئے :-

معدوماً فقیر کو ایسی باتوں کے سننے کی تاب نہیں ہے۔ بے اختیار میری رگ فاروقی حرکت میں آجاتی ہے اور تاویل و توجیہ کا موقع نہیں دیتی، ایسی باتوں کے قائل خواہ شیخ کبیر مینشی ہوں یا شیخ اکبر، ہمیں کلام محمد عربی علیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام درکاب ہے نہ کہ کلام محی الدین ابن عربیؒ و صدر الدین قنویؒ و شیخ عبدالرزاق کاشانیؒ۔ ہم کو فرض ہے کہ فرض سے فقرات مدینہ نے فقرات مکیہ سے مستغنی بنادیا ہے ۛ

مطلب یہ ہے کہ دینی معاملات میں ائمہ مجتہدین کا قول تو معجزہ ہو سکتا ہے صوفیہ کلام کا نہیں (اگر کتاب و سنت سے ثابت ہو تو پھر اور بات ہے) اس لیے کہ وہ محض صوفیہ ہیں، اہل اجتہاد میں سے نہیں۔ حضرت امام ترمذی (۲۴۱ھ) ایک حدیث کی تحقیق کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

وَكَذَلِكَ قَالَ الْفَقْهَاءُ وَهُوَ اَعْلَمُ بِمَعْنَى الْحَدِيثِ ۛ

ترجمہ۔ اور اسی طرح فقہاء نے فرمایا ہے اور وہ حدیث کے معانی کو زیادہ بہتر سمجھتے ہیں۔

حضرت امام ربیعؒ (۱۹۷ھ) بھی فرماتے ہیں:-

وَحَدِيثُ يَتَدَاوُلُهُ الْفُقَهَاءُ خَيْرٌ مِنْ اَنْ يَتَدَاوُلَهُ الشُّيُوخُ ۛ

ترجمہ۔ اور وہ حدیث جس کو فقہاء روایت کرتے ہیں اس سے زیادہ بہتر ہے جس کو صرف شیوخ بیان کرتے ہوں۔

علامہ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (۸۵۲ھ) ایک مقام پر لکھتے ہیں:-

فَاِنْ عَلِمَ الْحَلَالُ وَالْحَرَامُ اَعْيَا يَتَلَقَّى مِنَ الْفُقَهَاءِ ۛ

ترجمہ۔ حلال و حرام کا علم (اور مسائل) تو فقہاء ہی سے افد کئے جا سکتے ہیں۔

پتہ چلا کہ دینی معاملات میں یا کسی چیز کی حلت و حرمت میں فریے صوفیہ و شیعہ کے اقوال

و اعمال کو بدعت پیش کرنا درست نہیں، اعتبار و احتمال فقہ کرام کا ہے اس لیے کہ وہ دین کے مسائل پر گہری نظر رکھتے ہیں اور دین کی لم سے واقف ہے اور بات اصل سے کہتے ہیں مجھ سے نہیں۔ صاحب مجالس الابرار بھی تحریر فرماتے ہیں:-

دلیل مختص وہی دلیل ہوتی ہے جو شرعی ہو اور قرآن و حدیث اور ان لوگوں کے اجماع سے جو اہل اجتہاد ہیں مآخذ ہو۔ اور جو عابد زاد اہل اجتہاد نہیں ہیں وہ عوام ہیں داخل ہیں ان کی بات کا اعتبار نہیں۔ ہاں اگر ان کی بات اصول اور معتبر کتابوں کے مطابق ہو تو پھر اس وقت معتبر ہوگی۔ خلاف قرآن و حدیث کسی عابد و زاہد کی بات نہ ماننا خود حدیث و اجماع امت سے ثابت ہے اور ساتھ ہی قرآن میں بھی اس کا اشارہ پایا جاتا ہے۔

مشائخ اور صدیقیہ سے کوئی ایسی بات دیکھیں جو بغیر قرون ثلاثہ (اسلام کے بہترین زمانوں) میں نہ پائی گئی تو یہی بس ہے کہ ہم اس پر انہیں طاعت نہ کریں اور اسے منکرات میں نہ سمجھیں۔ لیکن یہ نہیں کہ اس کی سند پچڑیں اور اسے نیکی کا کام سمجھ کر آگے میں لائیں۔ فقہاء جو بات کہیں گے وہ کتاب و سنت سے مآخذ ہوگی اور اجتہاد انہوں نے دریافت کی ہوگی اور مشائخ اگر کوئی ایسی بات کریں یا کہیں تو ہو سکتا ہے کہ ان پر کوئی حال وارد ہو یا وہ یہ بات قطعاً جاکہ رہے ہوں۔ پیران کرام کے عمل سے نہ کسی اصل شرح کی تخصیص جائز ہے نہ اس میں امت کے لیے کوئی راہ عمل ہے۔ اپنے پیروں کے عمل کے بہانے سے کسی عمل کو مسجد میں سند بنانا جائز نہیں۔

صحابہ خود بدعت کا موضوع نہیں

صحابہ کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تاثیر محبت سے اس درجہ تزکیہ قلب ہو چکا تھا کہ ان کے سینوں میں رضائے الہی کے خلاف کسی نفسانی خواہش کی دھڑکن تک نہ سنی جاتی تھی۔ بدعت کا سرچشمہ ذہنی

درماندگی اور نفسانی خواہشات ہوتی ہیں، یہیں سے بدعات کے سوتے پھوٹتے ہیں جب یہاں حضرات میں منتفی ہوئیں تو یہ ناممکن ہو کہ کوئی صحابی اپنے طور پر دین میں کوئی نیا کام پیدا کرے اور دین میں وہ دین میں وہ چیز لے آئے جو دین میں سے نہ ہو۔

اُدھر حضورؐ نے فرمایا کہ میرے صحابہ متاروں کی مانند ہیں جس کی پیروی کرو تم راہ ہدایت پا لو گے اس بنا پر ہے کہ ستمداروں سے مدثنیٰ ہی ملے گی۔ مدثنیٰ تیز ہو مدغم۔ لیکن ملے گی مدثنیٰ ہی اندھیرا کسی سے نہ ملے گا۔ سو صحابہؓ دین کا کوئی کام گو وہ نصحاء و مرثیہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ بھی منتقل ہو، وہ بدعت نہ سمجھا جائے گا۔ ہم یقین رکھیں گے کہ اس صحابی کے پاس اس باب میں حضورؐ سے کوئی اصل ضرور پہنچی ہوگی۔

معاذ کا یہ مقام کسی بڑے سے بڑے شیخ طریقت کو حاصل نہیں، شیخ طریقت اپنے متوسلین کو کسی ایسی چیز کا پابند کرے جو پابندی شریعت نے نہیں لگائی یا جو چیز شرعاً لازم نہیں اس کا التزام کرے اسے اگر کسی درجے میں گواہ کیا جاسکتا ہے تو صرف اس تاویل سے کہ ایسا کرنا عقیدت مندوں کے لیے صرف ملاعبہ تجریز کیا جا رہا ہے یہ صرف صحابہ کا مقام ہے کہ ان کی دین کی بتائی ہر بات شریعت سمجھ کر قبول کی جائے۔ اگر کوئی بات ان کی اجتہاد اور مست نہ بھی ہو تو بھی اس پر بدعت کا اطلاق ہرگز نہ ہوگا۔ بدعت کی حد یہ ہے کہ معاذ کے عمل میں اس کی کوئی اصل موجود نہ ہو۔ بدعت کا دور ان کے بعد شروع ہوا ہے۔ حضرت حذیفہؓ (۳۶ھ) کہتے ہیں:-

كل عبادة لم يتعبدها اصحاب رسول الله فلا تعبدوها۔

ترجمہ۔ رضاء الہی کے ارادے سے کی جانے والی ہر نیکی جسے صحابہؓ نے دین کی بات نہیں سمجھا تم ہرگز اسے دین نہ سمجھنا۔

بدعت اور اہل بدعت

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی نظر میں

بسم الله الرحمن الرحيم

شمع رسالت کے پروانے، محبوب رب العالمین کے ستارے حضرات صحابہ کرامؓ ہیں۔ ان نفوسِ قدسیہ کو جس قدر سنتِ مطہرہ سے پیار اور لگاؤ تھا اسی قدر بدعت اور اہل بدعت سے نفص و عنایت تھا۔ انہیں یہ بات حد درجہ گراں گزرتی تھی کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک شریعت میں کوئی رخنہ اندازی کرے۔ سیدنا حضرت عبداللہ بن مغفلؓ حضرات صحابہ کرامؓ کی بدعت اور اہل بدعت سے نفرت کا جو نقشہ کھینچتے ہیں اسے ملاحظہ کیجئے:-

لما رآ أحدنا من اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم كان ابغض اليه من الحديث.

ترجمہ: صحابہ کرامؓ بدعت کو بہت ہی زیادہ مبغوض رکھتے تھے۔

ظاہر ہے کہ یہ نفص اسی بناء پر تھا کہ بدعت کا ایجاد کرنا گویا اس بات کا اقرار کرنا ہے کہ الیوم اکملت لکم دینکم فلو چاہیے کہ دینِ قییم بھی نامکمل ہے۔ ہمارا یہ قول و عمل بھی دین میں داخل کیا جانا چاہیے۔ اس کا لازمی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رسالت کی ادائیگی میں خیانت اور کوتاہی فرمائی۔ اور یہ اقرار و دعویٰ حضرات، صحابہ کرامؓ کیسے برداشت کر سکتے ہیں۔ جنہوں نے حجۃ الوداع کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو اس بات کی شہادت دی تھی کہ دین کی تمام باتیں جو ربِّ قدوس اجلال نے

آپ کو بتلائی تھیں وہ ساری کی ساری آپ نے ہمیں بتلا دی ہیں ذرہ بھر کتمان نہیں کیا۔ حضرت ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں:-

ومن حدثك انه كتم فقد كذب شعر قرأت يا ايها الرسول بلغ ما
انزل اليك من ربك. الآيةؑ

ترجمہ: جو شخص یہ کہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی بات چھپائی تو اس نے جھوٹ کہا۔ پھر (ام المؤمنینؓ) نے آیت کریمہ پڑھی (ترجمہ) اے رسول! پہنچا دیجئے جو آپ پر اترا آپ کے پروردگار کی طرف سے۔ الآية

یوں تو حضرات صحابہ کرامؓ کی زندگی کا ایک ایک گوشہ پکار پکار کر جہاں سنت مطہرہ سے عشق و محبت کی داستانیں سنار رہا ہے وہیں بدعات و اہل بدعات سے بغض و عناد کا درس دے رہا ہے۔ یہاں ان میں سے چند اقوال و نصائح درج کیئے جلتے ہیں اللہ تعالیٰ سمجھنے کی اور اس پر عمل کرنے کی توفیق دے۔ آمین

حضرت عائشہ صدیقہؓ کا ارشاد

① ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ قرآن کریم کی آیت کریمہ من الذین فرقوا دینہم وکانوا شیعاً کل حزب بہ الدیمہم فرقون۔ (پہ: ۲۱: روم) ترجمہ: جنہوں نے اپنے دین میں تفرقہ ڈالا اور ان میں بہت فرقے ہو گئے۔ ہر فرقہ جو اس کے پاس ہے اس پر خوش ہے کی تفسیر میں ارشاد فرماتی ہیں:-

اس سے مراد اہل بدعت کی جماعتیں ہیں۔

بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس کی یہی تفسیر فرمائی ہے۔

② حضرت عائشہ صدیقہؓ کے بٹے مہبائی حضرت عبدالرحمن بن ابی بکرؓ کے یہاں

اولاد نہ بہتی تھی۔ ان کے گھر میں کسی عدت آنے کہا کہ اگر عبدالرحمنؓ کے یہاں
 نتیجہ ہوا تو ہم حقیقت میں ادنیٰ ذبح کریں گے۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے سنا تو فرمایا
 کہ نہیں بلکہ سنت افضل ہے۔ لڑکے کی جانب سے دو بکریاں کافی ہیں اور
 لڑکی کی جانب سے ایک بٹ

اس سے پتہ چلتا ہے کہ سنت رسول کو چھوڑ کر کوئی دوسرا طریقہ اختیار کرنا ان دفتوں بھی
 کوئی اچھی بات نہ سمجھا جاتا تھا۔

حضرت عمر فاروقؓ کا ارشاد

① سیدنا حضرت عمر فاروقؓ فرماتے ہیں:-

تم اصحابِ رائے سے سچو کیونکہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کے دشمن
 ہیں وہ احادیث کی حفاظت سے عاجز رہے۔ اس کے بجائے انہوں نے
 اپنے قیاس سے کام لیا۔ سو وہ خود بھی گمراہ ہوئے اور لوگوں کو بھی گمراہ
 کر دیا۔

② حضرت مجاہدؒ کہتے ہیں کہ ایک مرد نے اذان کے بعد الصلوٰۃ الصلوٰۃ پکار کر
 لوگوں کو نماز کے لیے بلانا شروع کیا۔ سیدنا حضرت عمرؓ نے سن کر فرمایا کہ کیا تو پاگل
 ہے؟ تیری اذان میں جو دعوت دی تھی وہ لوگوں کو بلانے کے لیے کافی نہ تھی۔

الصلوٰۃ الصلوٰۃ کہہ کر لوگوں کو نماز کی دعوت دینا کوئی عجیب کام نہ تھا۔ مگر چونکہ اس سے
 دین میں زیادتی منہم نہ ہو رہی تھی۔ اس لیے حضرت عمر فاروقؓ نے اس سے روک دیا کہ دین میں
 نہ تو زیادتی قابلِ برداشت ہے۔ نہ کمی۔

③ ایک مرتبہ ارشاد فرمایا:-

خبردار! میں کرتی بدعتی نہیں، میں تو متبع ہوں۔

حضرت علی المرتضیٰؑ کا ارشاد

① ایک مرتبہ ایک شخص نے نماز عید سے قبل نماز نفل پڑھنا چاہی تو حضرت علی المرتضیٰؑ نے اسے منع فرمادیا۔ اس نے کہا کہ امیر المؤمنینؑ! میں تو سمجھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھے نماز پڑھنے پر سزا نہ دے گا۔ حضرت علی المرتضیٰؑ نے فرمایا کہ ہاں۔ اور میں بہتین جانتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کسی نفل پر ثواب نہ دے گا جب تک کہ اس فعل کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہو یا اس کی ترغیب نہ دی ہو پس تیری یہ نماز فعل عبث ہوگی اور فعل عبث حرام ہے اور شاید کہ اللہ تعالیٰ تجھے اپنے رسول کی مخالفت کی وجہ سے سزا دے۔

② ایک مرتبہ سیدنا حضرت علی المرتضیٰؑ نے ایک مؤذن کو عشاء کی نماز کے لیے شریعت کرتے دیکھا تو فرمایا کہ اس بدعتی کو مسجد سے نکال دو۔

تثویب کا مطلب یہ ہے کہ مؤذن اذان کے بعد ”الصلوة الصلوة“ کہہ کر لوگوں کو بلاتا پھیرے۔ چونکہ ایسا کہنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں، اس لیے اس پر بدعت ہونے کا فتویٰ دیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا ارشاد گرامی

سیدنا حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا گذر ایک جماعت پر ہوا۔ آپ نے دیکھا کہ ایک شخص کہتا تھا ”تو مرتبہ اللہ اکبر پڑھو تو ملتے نشین لوگ کنکریوں پر سو مرتبہ تکبیر کہتے تھے۔ پھر وہ کہتا کہ

لہ الاعتصام بعداً منک!۔ شرح مجمع البحرین کذا فی السجۃ ص ۱۲۵ نظم البیان ص ۳۱ بحوالہ الق ۲۶۱ بیان تثویب، لکھ دیکھئے الاعتصام للشاطی جلد ۲ ص ۱۱۳

توبار لا الہ الا اللہ پڑھو تو وہ تشریف لے گا۔ لا الہ الا اللہ پڑھتے۔ پھر وہ کہتا کہ تشریف لے جاؤ۔ سبحان اللہ کہو تو وہ سنگریزوں پر تشریف تیسع پڑھتے۔ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے یہ دیکھ کر فرمایا کہ تم ان کنکریوں پر کیا پڑھتے رہے۔ انہوں نے کہا کہ ہم تکبیر و تہلیل و تیسع پڑھتے رہے۔ آپؐ نے اس کے جواب میں فرمایا۔

تم ان کنکریوں پر اپنے گناہ شمار کیا کرو۔ میں اس کا ضامن ہوں کہ تم تہلیل نہیں
میں سے کچھ بھی ضائع نہ ہوگا۔ تعجب ہے تم پر اسے امت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم
کیا ہی جلدی تم ہلاکت میں پڑ گئے ہو۔ ابھی تک صحابہ کرامؓ تم میں بجزت موجود
ہیں اور اب تک حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پڑے پڑے نہیں ہو
اور ابھی تک آپ کے برتن نہیں ٹوٹے۔۔۔۔۔ اندریں حالات تم بدعت اور
گمراہی کا دروازہ کھلتے ہو۔

ملاحظہ فرمائیے تکبیر و تہلیل و تیسع کا پڑھنا کوئی گناہ کی بات نہ تھی اور نہ ہی کوئی بُری
حرکت تھی۔ مگر سیدنا حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے انہیں منع فرمادیا اور اس پر شدید تنقید کی۔
وجہ اس کی یہ ہے کہ تکبیر و تہلیل و تیسع کا پڑھنا اپنی جگہ ہزار برکتوں اور رحمتوں کا حامل ہے
مگر اس خاص ہیئت و کیفیت کی وجہ سے یہ اعمال بھی بدعت بن جاتے ہیں۔ اس لیے کہ اس کا
کوئی خاص طرز و طریقہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں بتلایا تھا اور صحابہ کرامؓ سے ایسا کرنا
ثابت نہ تھا۔ اگر اس پر کوئی عمل کرتا اور اصرار کرتا ہے تو اس کا مطلب یہی ہے کہ وہ اپنے آپ
کو ان کا برین سے زیادہ عالم سمجھتا ہے۔ جب کہ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے فرمایا۔

میں عبد اللہ بن مسعودؓ ہوں خدا نے وعدہ لا شریک لہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ
تم نے یہ نہایت تاریک اور سیاہ بدعت ایجاد کی ہے یا کیا تم علم میں جناب
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرامؓ سے بڑھ گئے ہو۔

شیخ الاسلام ابن دقیق العیدؒ (۷۰۲ھ) نقل کرتے ہیں :-

عبد اللہ بن مسعودؓ اس موقع پر پہنچے اور آپ سر پر کپڑا اوڑھے ہوئے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ جو مجھ کو جانتا ہے سر جانتا ہے اور جو مجھ کو نہیں جانتا تو میں بتائے دیتا ہوں کہ میں عبد اللہ بن مسعودؓ ہوں۔ تم جانتے ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرامؓ سے زیادہ تم ہدایت پر ہو؟ (معاذ اللہ یعنی نہیں) پھر فرمایا کہ تم نے ایک بہت بڑی بدعت ایجاد کی ہے یا تم؟ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرامؓ پر علم میں فضیلت حاصل کچھ ہے؟ اس پر علامہ ابن دقیق العیدؒ فرماتے ہیں کہ :-

حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے مخصوص ہدیت اور کیفیت کے ساتھ اس فعل کا انکار کیا ہے۔ حالانکہ فضیلت ذکر کے عام دلائل کے تحت اس کا ادراج ممکن تھا۔

درد و شریف پڑھنا ایک بہت بڑی فضیلت اور موجب برکات و رحمت ہے مگر انفرادی طور پر اور آہستہ - زور سے پڑھنا اور اس کے لیے وقت اور ایک مخصوص کیفیت بنانا مخصوص ضرورت بنانا شریعت کی نظر میں جائز نہیں۔ علامہ محمد بن محمد اسحاق زوی المشہور باب النوازی السنیؒ (۵۸۲ھ) ذکر بالجبر کا مسئلہ نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں :-

قاضی صاحب کے فتاویٰ سے نقل کیا ہے کہ جبر سے ذکر کا حرام ہے کیونکہ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے صحیح روایت کے ساتھ یہ ثابت ہو چکا ہے کہ انہوں نے ایک جماعت کو مسجد سے محض اس لیے نکال دیا تھا کہ وہ بلند آواز سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ پڑھتے تھے اور فرمایا کہ میں یہیں جہتی خیال کرتا ہوں۔

مولانا احمد رضا شاہ صاحب کے ممدوح مولانا عبد السمیع صاحب رامپوری اس روایت کو صحیح سمجھتے ہیں اور ”قدح عن ابن مسعودؓ کے الفاظ نقل کرتے ہیں۔

وجہ وہی ہے پیغمبر و تہلیل و تنسیخ یا درود شریف کے لیے اس طرح کی مخصوص حالت اور کیفیت کا اپنانا چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں نہ تھا اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو دین میں ایک چیز کا موجد قرار دے کر بدعتی کے لفظ سے خطاب کیا۔ ورنہ یہ اذکار تو بہت ہی بابرکت اور دین و دنیا کے لیے سرمایہ ہیں۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا سر فراز خاں صاحب معتمد فرماتے ہیں :-
انقلاب زمانہ دیکھئے کہ آج جو شخص بلند آواز سے جماعت کے ساتھ مل کر درود شریف نہیں پڑھتا، اہل بدعت اس کو مسجد سے نکال دیتے ہیں مگر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے بلند آواز کے ساتھ مسجد میں جہر کے ساتھ درود شریف پڑھنے والوں کو مسجد سے نکال دیا اور فرمایا میرے نزدیک تم بدعتی ہو۔ اہل بدعت کو اس صحیح روایت سے عبرت حاصل کرنی چاہیے۔

③ سیدنا حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بار بار اپنے خطبہ میں اور اپنی مجلسوں میں اسوہ مبارکہ اور طریقہ صحابہؓ اپنانے کی تلقین و ترغیب دیتے اور ان کے فضائل بیان فرما کر اس کی طرف راغب ہونے کی تاکید کرتے اور بدعات سے اجتناب کی وصیت کرتے۔ ایک مرتبہ ارشاد فرمایا :-

تم ہمارے نقش قدم پر چلا کرو اور نئی نئی بدعات مت ایجاد کرو ویر بحکم کفایت کیے گئے ہوئے (یعنی یہی دین عورت ہمتیں کافی ہے)۔

④ ایک مرتبہ ارشاد فرمایا :-

سنت میں میمانہ روی اختیار کرنا بدعت میں کوشش کرنے سے بہتر ہے۔

⑤ ایک مرتبہ فرمایا :-

جو شخص سنت پر چلنا چاہے تو وہ ان بزرگواروں کے قدم پر چلے جو وفات پانچے ہیں کیونکہ زندہ کبھی فتنہ سے مامون نہیں ہو سکتا۔ وہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کے صحابہؓ ہیں جو اس زمانہ کے نہایت افضل لوگ اور نہایت مجھے قلوب والے اور نہایت گہرے علم والے اور نہایت کم تکلف اور کم بناوٹ والے تھے اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے نبیؐ کی رفاقت اور اپنے دین کے قائم کرنے کے لیے انتخاب کیا تھا۔ ان کی فضیلتوں کو پہچاننا اور ان کے نقش قدم پر چلنا اور جس قدر ہر سکے ان کے اخلاق اور ان کی سیرتوں کو مشعل راہ بنانا کیونکہ وہ لوگ ہدایت مستقیمہ پر تھے بلکہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اپنے خطبہ میں یہ بھی فرمایا کرتے تھے:-

تم بھی نئے نئے کام نہ بناؤ گے اور لوگ مہتہرے لیے نئی نئی صورت عبادت کی نکالیں گے خوب سمجھ لو کہ ہر نیا طریقہ گمراہی ہے اور ہر گمراہی کا ٹھکانا جہنم ہے۔
ایک مرتبہ یہی بات بیان کر کے فرمایا کہ جب تم پر ایسے حالات آجائیں تو تم پر مہذب اولیٰ (یعنی صحابہ کرامؓ) کی پیروی لازمی ہے۔
آپؐ فرماتے ہیں:-

اے لوگو! بدعت اختیار نہ کرو اور عبادت میں مبالغہ اور تعمق نہ کرو۔ پہلے طریقیوں کو لازم پکڑو اور اس چیز کو اختیار کرو جو از روئے سنت تم جانتے ہو اور جس کا اس طرح نہیں جانتے اُس کو ترک کر دو۔

آپؐ فرماتے ہیں:-

نئی نئی بدعات سے سچو کیونکہ ایمان یکبارگی دل سے نہیں جاتا لیکن شیطان تمہارے لیے ہر روز نئی نئی بدعات پیدا کرتا ہے حتیٰ کہ دم اس میں ٹوٹ ہو جاتے ہو اور اس طرح تمہارے دل سے ایمان نکل جاتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا ارشاد

① حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے پاس ایک شخص کسی کا سلام لایا تو آپ نے اُس کے جواب میں یہ ارشاد فرمایا :-

مجھے سلام بھیجنے والے کی یہ شکایت پہنچی ہے کہ اس نے کوئی بدعت ایجاد کی ہے اگر واقعی اس نے کوئی بدعت ایجاد کی ہو تو میرا سلام اس کو نہ دینا بلکہ

② دُعا کے وقت ہاتھ کہاں تک اٹھانا چاہیئے۔ اس کا طریقہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت میں موجود ہے۔ اگر اس کے برخلاف کوئی دُعا میں ہاتھ اٹھائے گا تو وہ بدعت ہے حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ غلط طریقہ پر ہاتھ اٹھا رہا ہے تو آپ نے فرمایا :-

(مہتارے اس طرح) ہاتھ اٹھانے بدعت ہیں۔ اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سینہ مبارک سے اُپر ہاتھ نہیں اٹھائے تھے بلکہ

③ حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ میں اور حضرت عروہ بن زبیرؓ مسجد میں آئے تو دیکھا کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ حضرت عائشہ صدیقہؓ کے حجرہ شریفہ کے پاس تشریف رکھتے ہیں اور کچھ لوگ مسجد میں چاشت کی نماز پڑھ رہے ہیں، ہم نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے ان لوگوں کے بارے میں دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ بدعت ہے۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا سرفراز خاں صاحب مفسد اس کی تشریح میں فرماتے ہیں :-

چاشت کی نماز صحیح اسانید کے ساتھ متعدد صحابہ کرامؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے۔ لیکن چونکہ آپ کے زمانہ مبارک میں اجتماعی حیثیت کے ساتھ خاص اہتمام اس کے لیے نہیں ہوا کرتا تھا کہ بلکہ کیف مالتفق جہاں جہاں بھی کوئی ہوتا تھا وہاں ہی وہ نماز چاشت پڑھ لیتا تھا اور یہ نقلی نماز ہے اور نقلی نماز کو سہائے مسجد کے گھر میں پڑھنے کی فضیلت حدیث میں

لے ترمذی جلد ۱ ص ۳۴۱ ابوداؤد جلد ۲ ص ۲۱۲ مشکوٰۃ ص ۱۲ ابن ماجہ ص ۱۸۱ مسند احمد جلد ۱ ص ۱۸۱ بخاری جلد ۲ ص ۲۳۲ مسلم جلد ۱ ص ۲۳۲

زیادہ وارد ہوئی ہے حضرت ابن عمرؓ نے جب لوگوں کو اس نماز کے لیے مسجدوں میں اس خاص اجتماع سے دیکھا تو ان کے اس فعل کو انہوں نے بدعت قرار دیا۔

چنانچہ اس روایت کی شرح میں شراح مسلم علامہ نوویؒ (۷۵۰ھ) لکھتے ہیں:-

حضرت ابن عمرؓ کی مراد یہ ہے کہ چاشت کی نماز کو مسجد میں ظاہر کے پڑھنا اور اس کے لیے اجتماع و اہتمام کرنا بدعت ہے۔ حضرت ابن عمرؓ کی یہ مراد ہرگز نہیں کہ اصل سے چاشت کی نماز ہی بدعت ہے۔

③ حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے ساتھ ایک شخص مسجد میں نماز پڑھے کی غرض سے داخل ہوا اور اذان ہو چکی تھی ایک شخص نے تشریب شروع کر دی۔ یہ صورت دیکھ کر حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا کہ اے مجاہدؒ! مجھے یہاں سے لے چل۔ اس لیے کہ یہ بدعت ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ مسجد سے روانہ ہو گئے اور وہاں نماز تک ادا نہ کی۔ دوسری روایت میں ہے کہ:-

مجھے اس بدعتی کے ہاں سے لے چل اور اس مسجد میں نماز نہ پڑھی۔

نوٹ

سیدنا حضرت علی المرتضیٰؑ کا ارشاد بھی پہلے گزر چکا ہے کہ آپؑ نے بھی ایسے شخص کو مسجد سے نکال دیے کا حکم فرمایا تھا۔

غور فرمائیے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو بدعت اور اہل بدعت سے کتنی نفرت تھی اگر آج کل کا دور ہوتا تو نامعلوم کتنے فتوے لگتے، کتنے گستاخ کہلاتے، اور کس کس طرح انہیں تحقیر و تمسخر بنایا جاتا۔ مگر یہاں تو صحابہ کرامؓ تھے جن کی نظر ہمیشہ سنت اور اہل سنت کی طرف ہوتی تھی کہ سنت

میں بدعت غلط ملط نہ ہونے پائے اور بدعت کی جڑ کو سختی سے کچل کر رکھ دیا جائے۔

⑤ حضرت نافع (ؓ) روایت کرتے ہیں :-

ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے سپہ میں چھینک ماری اور اس شخص نے خود ہی کہا: الحمد للہ والسلام علی رسول اللہ (یرسئن کر) حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا کہ اس کا تو میں بھی قائل ہوں کہ الحمد للہ والسلام علی رسول اللہ لیکن ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تعلیم نہیں دی (بلکہ) ہمیں اس موقع پر اس کی تعلیم دی ہے کہ ہم الحمد للہ علی کل حال کہا کریں۔

⑥ آپ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ ہر بدعت گمراہی، خواہ اسے لوگ اچھا (حسنہ) سمجھیں۔

غور فرمائیے، سنت مطہرہ کا کس قدر خیال تھا، اگر دودھ حاضر کا نام نہاد عاشق ہوتا تو فرما فتملے جاری کر دیتا کہ یہ گستاخ ہے، وہ باہی ہے، ہنکھڑے، اس لیے کہ اس نے والسلام علی رسول اللہ سے روک دیا ہے، لیکن حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے پوچھئے کہ درود و سلام کیوں منع فرمایا؟ کیا آپ عاشق رسول نہ تھے؟ کیا آپ کے قلب میں حب رسول نہ تھی؟ کیا ایسا کرنا جائز نہ تھا؟

یاد رکھیے درود و سلام کا کوئی مسلمان ہنکھڑے نہیں، اس کے باوجود حبیل القدر صحابیؓ کا منع کہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ ایسے وقت ہی سلام پڑھنا چاہیے جو سنت و شریعت سے ثابت ہو، اگر اس کے برخلاف کسی نے کچھ کہا خواہ درود و سلام و دعائیہ کیوں نہ ہو، وہ سنت اور شریعت کی خلاف ورزی ہوگی اور اس کا نام ”بدعت“ ہوگا، اور اسی سے بچنے کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تاکید فرمائی ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا ارشاد

① ایک شخص نے سیدنا حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے کہا کہ مجھے وصیت فرمائیے۔ آپ

نے ارشاد فرمایا کہ :-

تقری کو اور استقامت کو لازم پکڑو اور سنت کی اتباع کرو اور بدعت نہ نکالو۔

② حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں :-

واللہ میں نہیں جانتا کہ آج مدائے زمین پر کوئی دوسرا ایسا ہو کہ جس کا مرنا شیطان کو میرے مرنے سے زیادہ پسند ہو، عرض کیا کیا کیوں؟ فرمایا کہ شیطان مشرق یا مغرب میں کوئی بدعت نکالتا ہے جس کا حکم پر پھنسنے کے لیے لوگ میرے سامنے آتے ہیں تو میں ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر لگا دیتا ہوں۔ پس شیطان کی ناکامی ہوئی، بدعت اسی پر بار دی جاتی ہے۔

آپ کا یہ بھی ارشاد ہے :-

آئندہ لوگوں پر کوئی نیا سال نہ آئے گا جس میں وہ کوئی بدعت ایجاد نہ کریں گے اور کسی سنت کو مردہ نہ کریں گے۔ یہاں تک کہ بدعتیں زندہ اور سنتیں مردہ ہو جائیں گی۔

آپ کا یہ ارشاد بھی ہے :-

جو کوئی طریقہ سنت پر ہو اور بدعت سے منع کرتا ہو اور طریقہ رسالت کی وصیت کرتا ہو تو ایسے شخص کو دیکھنا عبادت ہے۔

③ سیدنا عبداللہ بن عباسؓ آیت کریمہ :-

وَقَدْ نَزَلَ عَلَيْنَا فِي الْكِتَابِ اِنْ اِذَا سَمِعْتُمْ اٰیَةَ اللّٰهِ يَكْفُرْ بَهَا وَیَسْتَهْزِمْ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوا مَعَهُمْ حَتّٰی یُخْرِجُوْا فِیْ حَدِیْثٍ عَنْهُ اَنْكُرُوْا اِذَا امْتَلٰهُمُ اِنَّ اللّٰهَ جَامِعُ الْمُنَافِقِیْنَ وَالْمُكْذِبِیْنَ فِیْ جَهَنَّمَ جَمِیْعًا (پ ۵، النساء، ع ۲۰)

ترجمہ۔ اور حکم آتا ہے کہ تم پر قرآن میں کہ جب اللہ کی آیتوں پر انکار اور ہنسی ہوتے

تھوڑے بیٹھو ان کے ساتھ یہاں تک کہ مشغول ہوں کسی اور بات میں نہیں تو تم بھی ابھی جیسے ہو گئے۔ اللہ اکھٹا کرے گا منافقوں کو اور کافروں کو دوزخ میں ایک جگہ۔
کے ذیل میں ارشاد فرماتے ہیں:-

اس آیت میں ہر وہ بدعت جو دین میں نکالی جائے اور تمام بدعتی جو قیامت تک پیدا ہوتے رہیں گے داخل ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے ایک شخص کو عصر کی نماز کے بعد نماز پڑھتے دیکھا تو آپؐ نے منع فرمایا۔ اس شخص نے ان احادیث کی تاویل پیش کی جن میں عصر کے بعد نماز پڑھنے کی مخالفت آئی ہوئی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے ارشاد فرمایا کہ میں نہیں جانتا کہ اسے مذاہب دیا جائے گا یا اجرو دیا جائے گا کیونکہ اللہ کا فرمان ہے:

ترجمہ: اور کسی ایماندار مرد اور ایماندار عورت کا کام نہیں کہ جب اللہ اور اس کا رسول کوئی فیصلہ کر دے (تو پھر) اسے کسی کام کا کئی اختیار رہے۔

اس روایت سے بھی پتہ چلتا ہے کہ کوئی عمل بظاہر کتنا ہی خوش کن کیوں نہ ہو اگر خلاف سنت ہے تو پھر اس پر غلکی پکڑ ہوتی ہے۔

سیدنا حضرت عبداللہ بن عباسؓ آیت کریمہ:-

یَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوهٌ وَتَسْوَدُّ وُجُوهٌ - الْآيَةُ (پ ۴: آل عمران ع ۱۱)

ترجمہ جس دن کبعض چہرے سفید اور بعض سیاہ ہوں گے۔

کے ذیل میں فرماتے ہیں:-

یَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوهٌ اَهْلُ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ وَتَسْوَدُّ وُجُوهٌ اَهْلِ الْبِدْعَةِ وَالضَّلَالَةِ۔

ترجمہ جس دن اہل سنت والجماعت کے چہرے سفید روشن ہوں گے اور اہل بدعت

وضلالت کے چہرے سیاہ ہوں گے۔

لے تعریف از ان جلد اول و معالم بر خاندان جلد دوم و ۱۰۰ شہادت حکام جلد سوم و البدو و السافرونی الامر لآخوند ملا علی

حضرت حذیفہؓ کا ارشاد

① حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں کہ ..

مذہبِ اہلِ کتب آئندہ زمانے میں بدعت اس طرح پھیل جائے گی کہ اگر کوئی شخص اس بدعت کو ترک کرے گا تو اس کو کہیں گے کہ اس نے سنتِ ترکِ کر دی ہے۔

② آپؓ فرماتے ہیں ..

ہر وہ عبادت جو صحابہ کرامؓ نے نہیں کی تو بھی وہ عبادت نہ کرو۔ کیونکہ پہلے لوگوں نے پچھلوں کے لیے کوئی کسر نہیں چھوڑی جس کو یہ پورا کریں۔ اے مسلمانو! اللہ سے ڈرو اور پہلے لوگوں (صحابہ کرامؓ) کے طریقے کو اختیار کرو۔

حضرت عبداللہ بن مغفلؓ کا ارشاد

بسم اللہ الرحمن الرحیم کا پڑھنا برکت اور ثواب کا عمل ہے لیکن اس کو ایک مخصوص کیفیت اور حالت میں کرتے رہنا بدعت ہو جائے گا۔ علامہ ابنِ دقیق العیدؒ حضرت عبداللہ بن مغفلؓ سے نقل کرتے ہیں :-
امام ترمذیؒ نے حضرت عبداللہ بن مغفلؓ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے اپنے بیٹے سے فرمایا کہ جہر سے بسم اللہ پڑھنے کی بدعت سے گریز کرنا (علامہ فرماتے ہیں)، کہ اس کو عام دلیل کے تحت انہوں نے درج نہ کیا ہے۔

حضرت ابوالدرداءؓ کا ارشاد

تینا حضرت حضرت ابوالدرداءؓ فرمایا کرتے تھے ..

عالمِ نبویؐ متعلمِ معلمِ نبویؐ متبعِ مگر ضرور پانچویں نہ بننا ورنہ ہاک ہو جاؤ گے۔

لے الامتھام جلد ۱ ص ۱۴۸ ایضاً ص ۱۴۸ احکام الاحکام جلد ۱ ص ۱۴۸ جامع بیان العلم ص ۱۴۸

معلوم ہوتا ہے پانچویں سواری بننے کی ممانعت یہیں سے چلی ہے۔
حضرت حسن بکریؒ سے پانچویں کی تشریح پوچھی گئی تو آپ نے جواب دیا کہ بدعتیؒ

حضرت عثمان بن العاصؓ کا ارشاد

حضرت عثمان بن العاصؓ (۳۵ھ) کو ایک مرتبہ کسی نے غنیمہ کی دعوت میں بلایا تو آپ نے انکار کر دیا۔ وجہ پوچھی گئی تو صاف صاف فرما دیا۔

ہم لوگ زمانہ رسالت مآب علیہ الصلوٰۃ والسلام میں غنیمتوں میں نہیں جایا کرتے تھے
تھے اور نہ ہیں اس کے لیے دعوت دی جاتی تھی۔

یعنی جو داعیہ اس وقت ہے وہ اس وقت بھی موجود تھا لیکن اس کے باوجود نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا امر فرمایا اور نہ ہی صحابہ کرامؓ ایسے مواقع کے لیے دعوت کا اہتمام کرتے تھے۔ معلوم ہو کہ داعیہ کی موجودگی کے باوجود جب ایک کام نہ ہو اور لوگ اس پر عمل کرنے پر اصرار کریں تو وہ سنت نہیں بلکہ بدعت ہوگا۔

حضرت عمارؓ بن رومیہ کا ارشاد

(حدیث میں بھی بدعت سے نفی طرح بھیجیں)

دعا اپنے مقام پر ایک بہت بڑی عبادت ہے اور اس کا طریقہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے صحابہ کرامؓ نے اس پر عمل کیا اور بتلایا۔ اب اس کو چھوڑ کر دعا میں ایک مخصوص طرح پر ہاتھ اٹھانا چونکہ سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور طریقہ صحابہؓ سے ثابت نہیں اس لیے صحابہ کرامؓ اسے بدعت کہتے تھے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے تذکرہ میں ایک حوالہ گزر چکا ہے یہاں حضرت عمارؓ کی تنقید پڑی ہے۔ آپ نے بشر بن مردان کو منبر پر دوڑوں ہاتھ اٹھاتے ہوئے دیکھا تو فرمایا۔

اللہ تعالیٰ ان دوڑوں چھوٹے چھوٹے ہاتھوں کا ناس کرے میں تو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کو اللہ کی انگلی سے زیادہ اٹھاتے ہوئے نہیں دیکھا اور یہ دوڑوں ہاتھ اٹھانا یہ ہے۔

اہل بدعت اکابر تابعین کی نظر میں

حضرت سعید بن المسیبؓ کا ارشاد

نماز پڑھنا کوئی گناہ کی بات نہیں لیکن ترہیت نے اس کے کچھ حدود مقرر کئے ہیں ان حدود سے تجاوز کرنا شرعیت کی مخالفت کرنا ہے اور سنت کی مخالفت پر اللہ تعالیٰ کی پکڑ ہے۔ ایک شخص عصر کی نماز کے بعد دو رکعت پڑھا کرتا تھا اس نے حضرت سعید بن المسیبؓ (۹۴ھ) سے دریافت کیا۔

اے ابو محمد! کیا اللہ تعالیٰ مجھے نماز پڑھنے کی وجہ سے سزا دے گا؟ حضرت سعید بن المسیبؓ نے فرمایا کہ نہیں لیکن خدا تعالیٰ تجھے مخالفت سنت کی وجہ سے ضرور سزا دے گا۔

حضرت حسان بن عطیہؓ کا ارشاد

سیدنا حضرت حسان تابعیؓ (۱۳۰ھ) کا ارشاد ہے۔

کوئی قوم دین میں بدعت نہیں نکالے گی مگر اللہ تعالیٰ اتنی ہی مقدار میں ان سے سنت اٹھائے گا اور پھر قیامت تک ان کو وہ سنت واپس نہیں دے گا۔

حضرت عمر بن عبد العزیزؓ کا ارشاد

سیدنا حضرت عمر بن عبد العزیزؓ (۱۰۱ھ) ارشاد فرماتے ہیں۔

میں تجھے اللہ تعالیٰ سے ڈرنے اور اس کے حکم میں میانہ روی اختیار کرنے اور اس

کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے اتباع کرنے کی وصیت کرتا ہوں کہ اہل عیت نے جو بدعات ایجاد کی ہیں ان کو چھوڑ دینا۔ کیونکہ نیک سنت اس سے قبل جاری ہے اور اسے کافی سمجھو۔ بدعت کے ایجاد کی کیا ضرورت؟ تم سنت کو مضبوطی سے محاذ سے رکھنا کیونکہ خدا تعالیٰ کے حکم سے تیرے لیے اس میں حفاظت ہے۔ جان لو کہ جو بدعت ایجاد ہوئی ہے اس سے قبل وہ سنت گزر چکی ہے جو اس پر دلیل ہو سکتی تھی یا اس میں برت ہو سکتی ہے کیونکہ سنت ان پاک نفوس کی طرف سے آتی ہے جنہوں نے اس کے خلاف خطا، لغزش، حماقت اور تعمق کو بغور دیکھ لیا تھا اور اس کو اختیار نہ کرو۔ (لہذا) تو بھی صرف اس چیز پر راضی رہ جس پر وہ قوم (یعنی صحابہ کرامؓ) راضی ہو چکی ہے۔ کیونکہ انہوں نے علم پر اطلاع پائی ہے اور دوسری نگاہوں سے دیکھ کر بدعت سے اجتناب کیا ہے اور وہ معاملات کی گہرائی تک پہنچنے پر قوی تر تھے اور جس حالات پر وہ تھے وہ افضل تر حالت تھی سو اگر ہدایت وہ ہے جس پر تم کامزن ہو تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ تم ان فضیلت میں بڑھ گئے (حالانکہ ایسا سمجھنا باطل و مردود ہے)۔

سب سنت مطہرہ کے بیان میں ارشاد فرماتے ہیں:-

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ سنتیں جاری فرمائیں اور آپ کے بعد خلفائے راشدینؓ نے کچھ سنتیں جاری فرمائیں ان کا اعتبار کرنا کتاب اللہ کی تصدیق اور احکام الہی کی تکمیل اور اللہ کے دین میں قوت کا حاصل کرنا ہے کسی طرح بھی ان میں تغیر و تبدل کرنا جائز نہیں۔ اور نہ اس کے خلاف کسی چیز پر نظر کرنا جائز ہے۔ جو شخص ان سنتوں پر عمل کرے گا ہدایت پائے گا اور جو ان کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی مدد حاصل کرنا چاہے گا اس کی مدد ہوگی اور جو ان سنتوں کی خلاف ورزی کرے

گا۔ اس نے مسلمانوں کے راستہ سے الگ راستہ اختیار کر لیا۔ اللہ تعالیٰ اس کو اس کی تجویز و اختیار پر پھوڑ دے گا اور پھر جہنم میں جلائے گا اور جہنم بڑا ٹھکانا ہے۔
ایک مرتبہ فرمایا:-

الا وانی لست بمبتدع ولكنی متبع۔

ترجمہ۔ خبردار میں مبتدع (بدعتی) نہیں ہوں بلکہ میں تو سنت کا تابع ہوں۔
آپ نے یہ فرمان بھی جاری فرمایا:-

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت میں کسی کی رائے کو دخل نہیں ہو سکتا۔ لوگو! میں
جدید احکام نہیں دوں گا۔ بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کا اتباع کروں گا۔

حضرت شریحؒ کا ارشاد

سیدنا شریحؒ فرماتے ہیں کہ:-

سنت مہربانے خیالات سے پہلے آپ کی ہے اس لیے تم سنت کا اتباع کرو
بدعت اختیار نہ کرو۔ اگر تم نے سنت کا دامن پکڑے رکھا تو کبھی گمراہ نہ ہو گے۔

حضرت حسن بصریؒ کا ارشاد

① سیدنا حضرت حسن بصریؒ (۱۱۰ھ) سے منقول ہے:-

اگر تم چاہتے ہو کہ پل صراط پر تمہیں دیر نہ لگے اور سیدھے جنت میں چلے جاؤ
تو اللہ کے دین میں اپنی رائے سے کوئی طریقہ مت پیدا کرو۔

② آپؒ کا یہ بھی ارشاد ہے:-

۱۔ سحر الکتاب سنت و بدعت ۱۲۱ ۲۔ الاعتصام جلد ۱ ص ۲۵ ۳۔ سنن دارمی ص ۱۱۱

۴۔ شرح السنۃ للبغوی جلد ۱ ص ۱۱۱ ۵۔ مرقات جلد ۱ ص ۱۲۹ ۶۔ الاعتصام جلد ۱ ص ۲۵

بہتی تبتنا زیادہ روزہ، نماز میں مجاہدہ کرتا ہے آسمانی اللہ سے دُور رہ جاتا ہے۔
 آپؐ یہ بھی فرماتے ہیں:-

بدعتی کے پاس نہ بیٹھو کہ وہ تمہارے دل کو بیمار کر دے گا۔

حضرت سالم بن عبدیہؓ کا طرزِ عمل

حضرت سالم بن عبدیہؓ کے پاس ایک شخص بیٹھا ہوا تھا اُسے چھینک آئی تو اس نے کہا کہ
 السلام علیکم۔ حضرت سالمؓ نے فرمایا: ولیک وعلیٰ اُمّک (تجھ پر بھی سلام ہو اور تیری ماں پر بھی)
 اس شخص کو یہ بات ناگوار گزری حضرت سالمؓ نے اس کے جواب میں فرمایا:-

میں نے صرف وہی بات کہی ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہے کہ آپ کے
 پاس ایک شخص کو چھینک آئی، مٹی تو اس نے کہا السلام علیکم۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 نے اس کے جواب میں فرمایا: ولیک وعلیٰ اُمّک۔ (یاد رکھو) جب تم میں سے کسی کو
 چھینک آئے تو کہو: الحمد للہ رب العالمین۔

حضرت امام ابو حنیفہؒ کا ارشاد

حضرت امام ابو حنیفہؒ (۱۵۰ھ) کا ارشاد ہے:-

آثار اور طریقہ صالحین پر جم جاؤ۔ ہر ایک نئی بات سے بچو کہ وہ بدعت ہے۔

حضرت امام اوزاعیؒ کا ارشاد

حضرت امام اوزاعیؒ (۱۵۶ھ) فرماتے ہیں:-

لہ الاقتصام جلد ۱ ص ۵۶ لہ ایضاً ص ۵۶ لہ ترمذی شریف جلد ۱ ص ۵۶ لہ میزان للشرانی ص ۱۹
 ماؤذ از معرکہ سنت و بدعت ص ۲۳

صاحب بدعت سے بات چیت مت کرو۔ نہ اس سے بحث و مباحثہ کرو۔ نیز یہ ہے وہ
 ہتھارے دل میں فتنہ کا بیج ڈال دے گا۔ حضرت امام شعبیؒ تابعی (۱۳۰ھ) کا ارشاد ہے۔
 عنقریب ایسے لوگ ہونے والے ہیں جو ہر ایک بات اپنی انکس اور گمان کے کہیں
 گئے تو (اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ) اسلام ڈھ جائے اور ٹوٹ جائے گا۔
 یہ تابعین کرام کی بدعت اور اہل بدعت سے نفرتیں ہیں۔ ان تابعین میں ہم نے حضرت
 امام اعظمؒ کا حوالہ بھی دیا ہے۔

الہلال ما پچھتر میں جب یہ مضمون پہلی دفعہ چھپا تو بعض اصحاب نے اکیڈمی آف پریس کا کیا
 امام ابو حنیفہؒ تابعین میں سے ہیں۔ ہم نے کہا ہاں اس میں تعجب کی کوئی بات ہی نہیں ہے۔ انہوں نے
 کہا پچھتر کئی علماء امام صاحب پر یہ اعتراض کیوں کرتے ہیں کہ ان کا عمل صحیح بخاری پر نہ تھا۔ امام بخاریؒ
 ۲۵۶ھ میں فوت ہوئے تو ان کے بعد آنے والا کوئی شخص تابعی کیسے ہو سکتا ہے۔ ہم نے کہا حضرت
 امام ابو حنیفہؒ ۱۵۰ھ میں امام بخاریؒ سے بہت پہلے فوت ہوئے۔ نہ اس وقت صحیح بخاری تھی اور نہ
 اس کی کوئی مخالفت — روایات محقق تو وہ ہر طرح کی اور ہر طرف کی موجود تھیں۔
 حضرت امام تابعیؒ تھے اور آپ نے صحابی رسول حضرت انسؓ (۹۳ھ) کی زیارت کی تھی
 علامہ ذہبی (۸۴۸ھ) لکھتے ہیں۔

مولدہ سنة ثمانین رای انس بن مالک غیر مرة لما قدم علیہم الکوفة۔
 ترجمہ۔ آپ کی پیدائش ۸۰ھ کی ہے آپ نے حضرت انسؓ کو جب وہ کوفہ آئے
 تھے کئی بار دیکھا تھا۔

حضرت عبداللہ بن ابی ثنیہؒ (۸۷ھ) تو رہتے ہی کوفہ میں تھے یحییٰ بن ابی ان کی زیارت کی ہوگی حضرت
 سہیل بن سعد ساعدیؒ (۹۱ھ) حضرت عبداللہ بن کثیر المازنیؒ (۹۶ھ) اور حضرت عامر بن واثلہ الاسدیؒ
 (۱۰۲ھ) بھی اس وقت موجود تھے۔

اہل بدعت ائمہ مجتہدین کی نظر میں

حضرت امام مالکؒ کا ارشاد

سیدنا حضرت امام مالکؒ (۱۷۹ھ) فرماتے ہیں کہ :-
جو شخص بدعت ایجاد کرے اور اس کو اچھا سمجھتا ہے تو وہ گویا یہ دعوے کرتا
ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (معاذ اللہ) رسالت (کی ادائیگی) میں خیانت
کی۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ الیوم اکملت لکم دینکم۔ آج تم پر اپنا دین مکمل کر
لیا (پھر فرماتے ہیں) جو کام اس زمانہ میں دین نہیں متبادلہ آج بھی دین نہیں بن سکتا۔

حضرت امام ابو یوسفؒ کا ارشاد

حضرت امام ابو یوسفؒ (۱۸۲ھ) کا ارشاد ہے :-
دین کے بارے میں شک، لڑائی، کج سمجھی اور جدال جھگڑو۔ اس لیے کہ دین بالکل واضح
ہے۔ خدا نے اس کے فرائض بھی مقرر کر دیے ہیں اور اس کے سنتیں بھی اور اس کی
تمام حدود بھی مقرر کر دیے ہیں اور حلال کو حلال اور حرام کو حرام کر دیا ہے جیسا کہ اس
نے خود فرمایا ہے۔ الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت
لکم الاسلام دنیا تم اس کے حلال کو حلال سمجھو اور اس کے حرام کو حرام سمجھو۔ قرآن کی
محکم یعنی واضح آیات پر عمل کرو اور جو متشابہ آیات ہیں ان پر ایمان و یقین رکھو۔
اس کے اندر جو مثالیں ہیں ان سے عبرت حاصل کرو۔ مصابہ گزشتہ نے ایمان پائیت

میں کبھی قتل و قتال نہیں کیا۔ انہوں نے خدا کے تقصے اور اس کی اطاعت پس کیا۔ انہوں نے سنت متواثرہ کو مضبوط پکڑ لیا تھا اور جو ان معتدین نے نئے نئے مسائل پیدا کر دیئے ہیں ان کو کبھی ہاتھ نہیں لگایا۔

حضرت سفیان ثوریؒ کا ارشاد

- ① سیدنا حضرت سفیان ثوریؒ (۱۶۱ھ) فرماتے ہیں:-
میں نے بدعتی سے علم سنا، اللہ تعالیٰ اس کے علم میں (نفع نہ دے گا اور جس نے بدعتی سے مصافحہ کیا، اس نے اسلام کو صدمہ پہنچایا۔
- ② آپؒ کا ارشاد ہے:-
تم سنت کی اتباع کرتے رہو اور بدعات کو ترک کر دو۔
- ③ آپؒ یہ بھی فرماتے ہیں:-
ابلیس کو گناہ کی نسبت بدعت زیادہ پسند ہے۔ کیونکہ گناہ سے تو گناہ سمجھنے کی وجہ سے توبہ کی جاتی ہے مگر بدعت ایسی گمراہی ہے کہ اس سے توبہ ہی نہیں کی جاتی۔ کیونکہ اس کو گناہ ہی نہیں سمجھا جاتا۔
- ④ آپؒ کا یہ ارشاد ہے:-
کوئی قول بغیر عمل کے مستقیم نہیں اور کوئی قول و عمل و نیت اس وقت تک مستقیم نہیں جب تک کہ وہ سنت کے مطابق نہ ہو۔
- ⑤ آپؒ فرماتے ہیں:-
جو شخص کسی بدعتی کو سنے اس کو چاہیے کہ اپنے دوستوں سے نہ کہے (کیونکہ اس کا کہنا ہی غمناک ہے)۔

۱۔ بحوالہ تبیع تابعین ص ۱۵۸ ۲۔ تبلیس ابلیس ص ۱۵۸ ۳۔ شرح السنۃ جلد ۱ ص ۲۱۸ ۴۔ ایضاً ص ۲۱۸ ۵۔ تبلیس ابلیس ص ۱۵۸ ۶۔ تبلیس ابلیس ص ۱۵۸ ۷۔ شرح السنۃ جلد ۱ ص ۲۱۸

حضرت امام شافعیؒ کا ارشاد

سیدنا حضرت امام شافعیؒ (م ۲۰۴ھ) فرماتے ہیں :-
 اگر میں کسی بدعتی کو ہوا میں اڑتا ہوا بھی دیکھ لوں تو بھی اس کو ہرگز قبول نہ کروں گا۔
 آپ کا یہ بھی ارشاد ہے :-

جس نے کوئی نئی بات ایجاد کی اور وہ کتاب و سنت یا قول و فعل صحابہؓ یا اجماع
 کے مخالف ہو وہ منکرات ہے۔ اور جو ایسی نہیں ہے تو وہ بُری نہیں۔

حضرت امام احمدؒ کا ارشاد

سیدنا حضرت امام احمد بن حنبلؒ (م ۲۴۱ھ) کا ارشاد ہے :-
 اہل بدعت کو سلام کرنے والا کو یا ان سے دوستی رکھتا ہے (اس لیے انہیں سلام
 بھی نہ کروں گا۔)

حضرت لیث بن سعدؒ کا ارشاد

سیدنا حضرت لیث بن سعدؒ (م ۱۷۵ھ) فرماتے ہیں :-
 اگر میں کسی بدعتی کو دیکھوں کہ پانی پر چلتا ہے تب بھی اس کو قبول نہ کروں گا۔
 امام شافعیؒ نے جب امام لیثؒ کا یہ کلام سنا تو فرمایا کہ آپ نے پھر بھی کم کہا ہے
 میں تو ہوا پر اڑتا ہوا دیکھوں تو بھی اسے قبول نہ کروں گا۔

اہل بدعت حضراتِ مجددین کی نظر میں

سیدنا ملا علی قاریؒ کا ارشاد

حضرت مولانا ملا علی قاریؒ (۱۰۱۴ھ) ایک حدیث کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-
بدعت اور منکوح کام پر اصرار کرنا تو کجاء ہے۔ اگر کوئی شخص امرِ مندوب اور مستحب پر یا
رضعت پر بھی اصرار کرے گا تو وہ مشیمان کا پیرو ہوگا۔
ایک جگہ لکھتے ہیں:-

والتابعة كما تكون في الفعل يكون في الترك ايضا فمن اخطب على فعل لم
يفعله الشارع فهو مبتدع۔^۱

ترجمہ: متابعت جیسے فعل میں ہوتی ہے اسی طرح ترک میں بھی متابعت ہوتی ہے جس
نے کسی کام پر براعت کی ترشائع نہیں کیا تو وہ بدعتی ہے۔
ایک حدیث پاک کی تشریح میں فرماتے ہیں:-

من شامة ارتكاب البدعة يحرمون من بركات السنة۔^۲

ترجمہ: بدعت کے ارتکاب کی شامت یہ ہے کہ سنت کی برکات سے محرومی
ہو جاتی ہے۔

ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:-

وان سنة من حيث انما سنة افضل من بدعة ولو كانت مستحسنة مع
قطع النظر عن كونها متعدية او قاصرة او دائمة او منقطعہ۔ الا تبری

ان تولا سنة اى سنة تكانسلا يوجب اللوم والعقاب وتوكلها استغفانا
يثبت العصيان والعقاب وانكارها يجعل صاحبه مبتدعا بلا اوتياب
والبدعة ولو كانت مستحسنة لا يترتب على تركها شئ من ذلك

ترجمہ: بے شک سنت اس اعتبار سے کہ وہ سنت ہے بدعت سے گو وہ حسنہ ہی
کیوں نہ ہو افضل ہے قطع نظر اس سے وہ بدعت مقتدی ہر یا قاصرہ مسلسل ہو یا کبھی
کبھار کی کیا تم نہیں دیکھتے کہ سنت کو سستی کے باعث عملاً چھوڑنا کوئی سنت
کیوں نہ ہو ملامت اور عقاب آتا ہے لیکن اسے استغفانا ترک کرنا دارا ہیت نہ
دیتے ہوئے عمل میں نہ لانا عصیان و عقاب لازم کرتا ہے اور اس کا انکار بلاشبہ
اس کے مرتکب کو بدعتی بناتا ہے اور بدعت حسنہ ہی کیوں نہ ہو اس کے ترک پر
ان میں سے کوئی بات مرتب نہیں ہوتی۔

سیدنا مجدد الف ثانیؒ کا ارشاد

حضرت سیدنا مجدد الف ثانیؒ اشیح احمد السمرندہؒ (۱۰۳۵ھ) کے مکتوبات میں سنت کی
اتباع اور بدعت سے اجتناب پر بہت زور دیا گیا ہے، ایک مکتوب گرامی میں تحریر فرماتے ہیں:-
فیر کے خیال میں سنت سنہ کی متابعت اور بدعت کے اسم و رسم سے اجتناب
کیا جائے جب تک بدعت حسنہ سے بھی بدعت بسینہ کی طرح پرہیز نہ کریں تب
تک اس دولت کی برجان کے دماغ میں نہیں پہنچتی۔ آج یہ بات شکل معلوم ہوتی ہے
کیونکہ تمام دنیا بدعت میں ڈوبی ہوئی ہے اور بدعت کی ظلمتوں نے جہان کو خوشیوں
لے لیا ہے کس کی مجال ہے کہ بدعت کو دور کرنے کا نام لے اور سنت کے زندہ
کرنے کا دعویٰ کرے۔

ایک مکتوب گرامی میں تحریر فرماتے ہیں :-

یہ فقیر حق سبحانہ و تعالیٰ سے نہایت تضرع و عاجزی کے ساتھ دعا کرتا ہے کہ دین میں جو نئی باتیں پیدا کی گئی ہیں اور بدعات ایجاد کی گئیں ہیں جو خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدینؓ کے زمانہ میں موجود نہ تھیں۔ اگرچہ وہ روشنی میں صبح کی طرح سفید ہوں پھر بھی خدا تعالیٰ اس فقیر کو ان سے محفوظ رکھے اور ان میں مبتلا نہ کرے۔

جو لوگ بدعات میں حسن کے قابل ہیں اس کی تردید کرتے ہوئے حضرت الشیخؒ فرماتے ہیں :-
یہ فقیر ان بدعات میں کسی بدعت میں حسن اور نورانیت نہیں دیکھتا۔ ان میں ظلمت و کدورت کے سوا کچھ محسوس نہیں کرتا۔ اگرچہ سچ بدعتی کے عمل کو نصف بصارت کے باعث طرأت و تازگی میں دیکھیں لیکن کل جب کہ بصیرت تیز ہوگی تو دیکھ لیں گے اس کا نتیجہ خسارت و مذلت کے سوا کچھ نہ ہو گا۔

بوقت صبح شود ہمچو روز معلومت کہ ہا کہ بانتر عشق و رشب دیوچور
مد صبح کے وقت تجھے معلوم ہو جائے گا کہ کس کے عشق میں ہماری رات گزاری ہے۔
حضرت خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ من احدث فی امرنا ہذا اما لیس منہ فمورد۔ جب وہ مردود ہے تو اس میں حسن و نورانیت کہاں؟
پس جب محدث بدعت ہے اور ہر بدعت ضلالت، تو پھر بدعت میں حسن کے کیا معنی ہوتے۔ نیز جو کچھ احادیث سے معلوم ہوتا ہے وہ یہ کہ ہر بدعت سنت کو اٹھانے والی ہے بعض کی کوئی خصوصیت نہیں پس ہر بدعت سنیہ ہے۔
ایک مکتوب گرامی میں فرماتے ہیں :-

سب سے اعلیٰ نصیحت جو فرزند عزیز سلمہ اللہ تعالیٰ کو اور تمام دوستوں کو کی جاتی ہے وہ یہی ہے سنت سنیہ کی تابعداری کریں اور بدعت سے بچیں۔۔۔ سعادت مند ہے

وہ شخص جو اس دور میں سنتوں میں سے کسی سنت کو زندہ کرے اور رائج بدعتوں میں سے کسی بدعت کو ختم کرے۔ اب ایک ایسے جو اللہ کی ضرورت ہے جوشت کی بدد کرے اور بدعت کو شکست دے۔ بدعت کا جاری کرنا دین کی بربادی کا موجب ہے اور بدعتی کی تعلیم کرنا اسلام کے گرانے کا باعث ہے۔ من و قدر صاحب بدعة فقد اعلن على هدم الاسلام آپ نے سنا ہو گا۔ سو پورے ارادہ اور کامل مہمت سے اس طرف متوجہ ہونا چاہیے کہ سنتوں میں سے کوئی سنت جاری ہو جائے اور بدعات میں سے کوئی بدعت دور ہو جائے۔ خصوصاً ان دلوں میں اسلام ضعیف ہو رہا ہے۔ اسلام کی رکھیں جمعی قائم رہ سکتی ہیں کہ سنت کو زیادہ سے زیادہ عام کیا جائے اور بدعت کو ختم کیا جائے۔ گذشتہ لوگوں نے شاید بدعت میں کچھ حسن دیکھا ہو گا جو بدعت کے بعض افراد کو مستحسن اور پسندیدہ خیال کیا۔ لیکن یہ فقیر اس مسئلہ میں ان سے اتفاق نہیں کرتا اور بدعت کے کسی فرد کو حسنہ نہیں جانتا۔ بلکہ سوائے ظلمت و کدورت کے اس میں کچھ محسوس نہیں کرتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کل بدعة ضلالة۔

اسلام کے اس منصف و غربت کے زمانے میں کہ سلامتی سنت کے سبب لانے پر موقوف ہے اور خرابی بدعت کے حاصل کرنے پر وابستہ ہے۔ (فقیر) ہر بدعت کو کھباڑی کی طرح جانتا ہے جو بنیاد اسلام کو گرا رہی ہے اور سنت کو چھپنے والے ستارہ کی طرح دیکھتا ہے جو گمراہی کی سیاہ رات میں ہدایت فرما رہا ہے۔ حق تعالیٰ علمائے وقت کو توفیق دے کہ کسی بدعت کو حسن کہنے کی جرأت نہ کریں۔ اور کسی بدعت پر عمل کرنے کا فتوے نہ دیں۔ خواہ وہ بدعت ان کی نظروں میں صبح کی سفیدی کی طرح مدشن ہو کیونکہ سنت کے ماسوا میں شیطان کے مکر کو بڑا دخل ہے۔

گزشتہ زمانہ میں چونکہ اسلام قری تھا اس لیے بدعت کے اندیشوں و ظلمات کو اٹھا سکتا تھا اور ہر سکتا ہے کہ بعض بدعتوں کے ظلمات نور اسلام کی چمک میں فوراً ہی معلوم ہوتے ہوں گے اور جن کا حکم پالیتے ہوں گے۔ اگرچہ درحقیقت ان میں کسی قسم کا حسن اور فرائض نہ تھی مگر اس وقت کہ اسلام ضعیف و سیمہ بدعات کی ظلمت کو نہیں اٹھا سکتا۔ اس وقت متقدمین و متاخرین کا فتنے جاری نہ کرنا چاہیے۔ کیونکہ ہر وقت کے احکام جدا ہیں۔ اس وقت تمام جہاں بدعت کے بجز ث ظاہر ہونے کے باعث دریائے ظلمات کی طرح نظر آ رہا ہے اور سنت کا دور باوجود غربت اور ندست کے اس دریائے ظلمات میں کرم شب افروز یعنی جگمگ کی طرح عروس ہو رہا ہے اور بدعت کا عمل اس ظلمت کو اور بھی زیادہ کر جاتا ہے۔ سنت پر عمل کرنا اس ظلمت کے کم ہونے اور اس فتنے کے زیادہ ہونے کا باعث ہے۔ اب اختیار ہے کہ خراہ کوئی بدعات کی ظلمت کو زیادہ کرے یا سنت کے نور کو بڑھائے اور اللہ تعالیٰ کا گروہ زیادہ کرے یا شیطان کا گروہ۔ الا ان حزب اللہ هم المفلحون۔ الا ان حزب الشیطان هم الخاسرون۔

صوفیہ وقت بھی اگر کچھ انصاف کریں اور اسلام کے منفع اور بحوث کی کثرت کا اندازہ کریں تو چاہیے کہ سنت کے ماسوا میں اپنے پیروں کی تقلید نہ کریں اور اپنے شیوخ کا بہانہ کر کے امور مختصرہ پر عمل نہ کریں۔ اتباع سنت بے شک نجات دینے والی ہے اور خیرات و برکات کے سببے والی ہے اور غیر سنت کی اتباع میں خطرہ بجا ہے۔ وعا علی الرسول الا لبلاغ۔ قاصد پر حکم کا پہنچا دینا ہے۔ ہمارے مشائخ کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے کہ انہوں نے اپنے تاجداروں کو امور معتدہ کے سجالانے کی ہدایت نہ کی اور سنت کی متابعت کے سوا اور کوئی راستہ نہیں بتایا اور صاحب بشریعت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اتباع و عزیمت پر عمل کرنے کے سوا

کچھ ہدایت نہ فرمائی۔ اس واسطے ان بزرگوں کا کارخانہ بلند ہو گیا۔ اور ان کے وصول کا
ایوان سب سے اعلیٰ بن گیا۔

ایک اور مکتوب میں فرماتے ہیں :-

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کے ذکر کو بدعات کے اندھیروں نے چھپا دیا ہے
اور ملت مصطفویٰ کی رونق کو ان نو ایجاد باتوں کی کدورتوں نے برباد کر دیا ہے۔
کتنے تعجب کی بات ہے کہ ایک جماعت، ان بدعات کو مستحسن جانتی ہے اور ان کو
نیکیاں سمجھتی ہے اور ان کے ذریعہ سے دین و ملت کی تکمیل کرنا چاہتی ہے۔ اللہ
تعالیٰ ان کو سیدھے راستہ کی ہدایت دے۔ یہ لوگ نہیں جانتے کہ دین ان بدعات
سے پہلے مکمل ہو چکا ہے۔ جیسا کہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ **اليوم اكملت لكم دينكم**
واقممت عليكم نعمتي ورضيت لكم الاسلام ديناً۔ پس دین کا کمال ان
بدعات میں سمجھنا اور حقیقت اس آیت کریمہ کے معنوں سے انکار کرنے کے
مترادف ہے۔

اس قسم کے بیسیوں نہیں بلکہ سچا رسول مکتوبات میں جن میں سنت کی اتباع اور بدعات و
ہوا کی نفسانیت سے اجتناب کرنے کی تلقین و ترغیب دی گئی ہے۔ مگر وہ لوگ جو حضرت محمد ﷺ
کو بھی دہائی سمجھتے ہیں ان کے لیے سوائے دعائے ہدایت کے اور کیا کہا جاسکتا ہے۔

حضرت امام شاہ ولی اللہ کا ارشاد

حکیم الامت حضرت امام شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی (۱۱۷۶ھ) تحریر فرماتے ہیں :-

اقول الفرقة الناجية هم الّاخذون في العميدة والعمل جميعا بما ظهر
من الكتاب والسنة وجري عليه جمهور الصعابة والتابعين.....

وغير الناجية كل فرقة افتحل عقيدة خلاف عقيدة السلف
او عملا دون اعمالهم^۱

ترجمہ میں کہتا ہوں کہ فرقہ ناجیہ صرف وہی ہے جو عقیدہ اور عمل دونوں میں کتاب
اور سنت کی اور جس پر جمہور صحابہ کرامؓ اور تابعین کا رہنمائی کی پیروی کی گئی ہے.....
اور غیر ناجی ہر وہ فرقہ ہے جس نے سلف کے عقیدہ کے خلاف کوئی اور عقیدہ یا
ان کے عمل کے خلاف کوئی اور عمل اختیار کر لیا۔

حضرت سید احمد شہیدؒ کا ارشاد

دامی کبیر حضرت شیخ سید احمد شہیدؒ (۱۲۴۶ھ) کا ارشاد ہے :-
قرآن مجید اور حدیث شریف کی متابعت کو لازم پکڑے کیونکہ یہ دونوں چیزیں
عمل مشکلات کے لیے کید ہیں..... قرآن مجید جو سمجھت کے لیے بہترین ذریعہ ہے
ہر جگہ موجود ہے اور اسی طرح حدیث ہر وقت میر ہے۔ پس اس کا اتباع بڑی
غنیمت جانے اور اسی کو اعلیٰ قیمت سمجھے اور حقیقت میں ہے بھی ایسا ہی اس لیے
کہ قرآن و حدیث کی پوری متابعت ولایت ہے^۲
ایک جگہ ارشاد فرماتے ہیں :-
اصل یہ ہے کہ اپنے فاسد گمانوں کی متابعت مسلمان آدمی کے لیے زہر قاتل ہے
اسے چاہیے کہ شریعت کے حکم کو لازم الاتباع جان کر اس کو نہ چھوٹے^۳
بطور خلاصہ کے فرماتے ہیں :-

تمام اخلاق میں حضرت محمدؐ عربی صلی اللہ علیہ وسلم کو مطلق پیشوا اور محبوب مان کر اور
دل و جان سے اس پر راضی ہو کر ہند اور سندھ اور فارس و روم کی ان تمام

رسوں کو جو آپ کے برخلاف ہوں یا محابہ کرامت کے طریقہ پر ان سے زیادتی لازم
آئے تک کر دے اور ان پر کلاہیت ظاہر کرے۔

حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کا ارشاد

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ اپنی مشہور زمانہ کتاب بہشتی زیور
میں تحریر فرماتے ہیں:-

عنصر صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص ہمارے دین میں کوئی نئی بات پیدا
کرے جس کا اس دین سے کوئی تعلق نہیں تو وہ بات مردود ہے (یعنی اس بات کا
کچھ اعتبار نہیں) اور نئی بات سے مراد یہ ہے کہ وہ شریعت کی کسی دلیل سے ثابت
نہ ہو اور ایسی باتوں کا دین میں داخل کرنا شریعت کی مطلق میں بدعت کہلاتا
ہے اور یہ بہت بڑا گناہ ہے۔ کیونکہ جو شخص ایسا کام کرتا ہے وہ گویا حق تعالیٰ
کا مقابلہ کرتا ہے۔ اس لیے کہ شریعت حق تعالیٰ کی بھیجی ہوئی ہے۔ اس میں کمی بیشی
کا کسی کو حق نہیں۔ پس جس نے اس شریعت میں کسی ایسی بات کو شامل کیا جو اس دین
سے خارج ہے تو اس نے اس شریعت کو ناکافی سمجھا پس اول تو یہی بہت بڑا جرم
ہے کہ حق تعالیٰ کی تجویز کی ہوئی شریعت کو ناکافی سمجھا پھر اور باتیں جو داخل کیں تو ایک
نئی شریعت خود گھڑی۔ یہ دوسرا جرم ہوا۔ سو حاصل یہ ہوا کہ بدعتی حق تعالیٰ کا مقابلہ کرتا
ہے اور اس کی برابری کا مدعی ہے۔ لہذا سخت گمراہ ہے۔ اگرچہ بظاہر اپنا مطیع اور
فرمانبردار ہونا ظاہر کرتا ہے۔ پھر چونکہ بدعت عبادت کا رنگ لیے ہوئے ہے یعنی
بدعت کا مرتکب اس کو عبادت سمجھتا ہے اور ذریعہ قرب خداوندی خیال کرتا ہے
اس لیے ایسے شخص کو توہم بھی نصیب نہیں ہوتی۔ کیونکہ توہم گناہ گار کیا کرتا ہے اور

یعنی اپنے آپ کو گنہگار نہیں سمجھتا۔ بلکہ وہ اپنے کو تابعدار سمجھتا ہے۔ پھر وہ قریب
کیوں کرے۔ پس یہ گناہ نہایت پیچیدہ ہے۔ حق تعالیٰ پناہ اور سیدھی راہ دکھاوے۔
یہ دسویں گیارہویں بارہویں تیرہویں اور چودہویں صدی کے مجددین کی بدعات سے نفرتیں
آپ کے سامنے ہیں۔ ہم نے ایک صدی کے صرف ایک ایک عہد کی عبارات آپ کے سامنے پیش
کی ہیں اور قافلہ امت سے تسلسل قائم رکھنے کے لیے یہ کافی ہے۔

ایک صدی میں ایک سے زائد مجدد بھی ہو سکتے ہیں جو اپنے اپنے حلقے میں دین میں داخل کی
گئی بدعات سے دین کی تعمیر کرے اور اسلام کو اس کے اصل روپ میں آفاقی نکتہ نظر سے نکھاریں
مقت ہی آفاقی قبرلیت ہوتی ہے اور بدعت میں صرف ملاقاتی رونق۔

مدیثہ مجدد کے الفاظ من یجدد لہما دینہما میں لفظ من واحد اور جمع دونوں کو شامل
ہے جیسے دمن الناس من یقول میں لفظ معنی جمع کے لیے وارد ہے۔

مجدد کے لیے دعوے ضروری نہیں ہوتا۔ مجدد اپنے سجدہ پدی کاموں سے پہچانے جلاتے
ہیں۔ نہایت اعلیٰ روحانیت کے حامل ہوتے ہیں اور دین کی راہ میں یہ کسی ملامت کرنے والے کی
لامت کی پرواہ نہیں کرتے۔ لایحائون لومۃ لادھ ان کی شان عمل ہوتی ہے ان کی عنایت
وقتی نہیں ہوتی۔ جوں جوں زمانہ گزرتا ہے ان کے فکر و عمل میں اور نکھار آتا جاتا ہے۔ ابدال و
اقتطاب اپنی لائن میں اپنا کام کرتے ہیں اور مجددین اپنی لائن میں — دعوے کرنا ان کے
لئے ضروری ہے نہ ان کے لیے — اپنی بات کتاب و سنت کے جذب سے منوانا اور ہے
اور اپنے دعوے کے زور سے منوانا اور ہے۔ ثانی الذکر میں بھی کمزوری ہوتی ہے جو اسے دعوے
کی سٹیمنجے باقی ہے۔

چودھویں صدی کے مجددین میں حضرت محمد نوریؒ کے علاوہ مولانا محمد الیاسؒ جلدیؒ وہ بزرگ
ہیں جسے شریب العزت نے سجدہ پدی کام لیا اور راجہ انکی تبلیغ کی محنت آفاقی پھیلاؤ میں آج بھی ہے۔

اہل بدعت اکابر علماء اُمت کی نظر میں

حضرت ہشام بن عروہؓ کا ارشاد

سیدنا حضرت ہشام بن عروہؓ (۳۶۶ھ) فرماتے ہیں :-
لوگوں سے یہ نہ پوچھو کہ تم نے یہ کیا بدعت ایجاد کیں کیوں کہ انہوں نے اس کے
لیے ایک جواب تیار کر لیا ہے لیکن ان سے یہ پوچھو کہ سنت کیا ہے؟ کیونکہ وہ
سنت نہیں جانتے بلکہ

حضرت سفیان بن عیینہؓ کا ارشاد

سیدنا حضرت سفیان بن عیینہؓ (۱۹۸ھ) فرماتے ہیں :-
جو شخص بدعتی کے جنازے کے ساتھ جائے جب تک واپس نہ آجائے اللہ تعالیٰ
کا غضب اس پر نازل ہوتا رہتا ہے اللہ تعالیٰ نے بدعتی پر لعنت کی ہے بلکہ

حضرت ایوب سختیانیؓ کا ارشاد

حضرت ایوب سختیانیؓ سے ایک بدعتی نے کہا :-
اے ابو بکر! میں آپ سے ایک بات پوچھنا چاہتا ہوں آپ نے اُس سے منہ
موڑ لیا اور فرمایا کہ میں آدمی بات بھی نہیں کرنا چاہتا۔
آپ کا ارشاد ہے :-

بدعتی جس قدر جہد و جہد زیادہ کرتا ہے اسی قدر اللہ تعالیٰ سے زیادہ دُور ہو جاتا ہے۔

حضرت امام غزالیؒ کا ارشاد

حضرت امام غزالیؒ (۵۰۵ھ) بدعت اور اہل بدعت کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں:-
وہ بدعتی جو اپنی بدعت کی طرف دوسروں کا طالب ہو، اس کا حکم یہ ہے کہ اگر بدعت ایسی ہے کہ اس سے کافر ہو جاتا ہو تو اس کا معاملہ ذاتی سے بڑھ کر ہے اس لیے کہ وہ نہ اقرار جز یہ کا کرے اور نہ عقد ذمت اس کے لیے مانع۔ اور اگر ایسی بدعت ہو کہ اس سے کفر لازم نہ آتا ہو تو اس کا معاملہ جو اس کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان ہے کافر کی نسبت زیادہ ضعیف ہے۔

مگر اہل اسلام کو کافر کی بہ نسبت اس طرف اٹکاؤ زیادہ کرنا چاہیئے۔ اس لیے کہ کافر کی بانی مسلمانوں پر متعدی نہیں کہ وہ اس کے کفر کے معتقد ہیں اور نہ وہ دعوئے اپنے مسلمان بہتے اور اعتقاد حق کا کرتا ہے۔ اس کے برعکس بدعتی کہ جو طالب اپنی بدعت کی طرف ہو تو وہ یہی کہتا ہے کہ جس چیز کی طرف میں جاتا ہوں وہی حق ہے پس وہ مخلوق کی گمراہی کا باعث ہے اور اس کی بُرائی دوسروں کو لگتی ہے (اس وقت حکم یہ ہے کہ) اس کو بُرا کہنا اور لوگوں کو اس کے نزدیک آنے سے بچانا نہایت درجہ کو مستحب ہے۔

اگر وہ بدعتی سلام جمع میں کرے تو سلام کا ترک کرنا اولیٰ ہے کہ لوگ اس سے نفرت کریں اور اس کی بدعت کو بُرا سمجھیں اور اسی طرح اس سے خشن ہو کر نہ کرنا خصوصاً ان کاموں میں جو لوگوں پر ظاہر ہو بہتر ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو شخص بدعتی کو جھڑکے اور اس کے قول و فعل کو نہ مانے اللہ تعالیٰ

اس کے دل کو امن و امان سے بھر دے گا اور جو شخص بدعتی کی اعانت کرے گا
 اللہ اس کو قیامت کے دن امن و امان نہ دے گا (میں کہ شیخ عبدالقادر جیلانی قدس
 سرہ نے بھی فرمایا ہے) اور جو اس سے نرمی کرے گا یا تعلیم کرے گا یا اس سے کشادہ
 پیشانی کے ساتھ ملے گا (تو اس کا مطلب یہ ہے) کہ وہ اس بات کو خفیف جانتا ہے
 جو اللہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمایا۔

اگر وہ بدعتی تنہائی میں سلام کہے تو جواب دینے میں کوئی مضائقہ نہیں
 اور اگر یہ معلوم ہو جائے کہ اس سے ہمراہی کرنا اور جواب نہ دینا اس کے دل
 میں بدعت کو بڑا کر دے گا اور اس کی زجر و توبیخ میں اثر کرے گا تو اس صورت میں
 جواب کا نہ دینا بہتر ہے۔ اس لیے کہ جواب سلام اگرچہ واجب ہے مگر ادنیٰ عرض
 مصلحت آمیز کے باعث ساقط ہو جاتا ہے، مثلاً آدمی اگر حمام میں ہو یا قضاے
 حاجت میں ہو۔ (تو اس مصلحت سے جواب سلام اس سے ساقط ہو گا)۔

بدعتی سے احتراز کرنے کی ضرورت اس لیے کہ اس کی صحبت میں یہ خوف
 ہے کہ کہیں اس کی بدعت اپنے اندر اثر نہ کرے اور اس کی خدمت و دوسرے میں
 متعدی نہ ہو جائے اور بدعتی کہ قابل ترک ملاقات اور جدا رہنے کے ہے تو اس
 کی صحبت لینے اختیار کی جائے گی نہ

حضرت امام محمد بن سہل بخاریؒ فرماتے ہیں کہ:-

ہم لوگ امام غزالیؒ کی خدمت میں حاضر تھے۔ آپ نے بدعتیوں کی مذمت شروع کی تو ہم نے
 عرض کیا کہ اگر آپ یہ ذکر چھوڑ کر حدیث کا درس شروع کر دیں تو زیادہ بہتر ہے۔ حضرت امام غزالیؒ
 یہ سن کر جوش میں آ گئے اور فرمایا:-

بدعتیوں کی ترویج میں میرا کام کرنا مجھے ساٹھ سال کی عبادت سے زیادہ پسند ہے۔

امام ابن امیہ الحجاجؒ کا ارشاد

حضرت ابن امیہ الحجاجؒ (۲۷۷ھ) فرماتے ہیں :-
 جس کام کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم یا کسی صحابی نے نہ کیا ہو۔ بلاشبہ اس کا نہ کرنا ہی افضل
 ہوگا اور اس کا کرنا بدعت مانا جائے گا۔
 ایک اور مقام پر ایک بدعت کی تردید کرتے ہوئے لکھتے ہیں :-
 تمہارے اسلاف کا یہ طریقہ نہ تھا۔ حالانکہ وہی سبقت کرنے والے پیشوا ہیں جن
 کی پیروی کی جاتی ہے۔ ہم تو محض ان کی متابعت کرنے والے ہیں۔ ہمارے لیے یہی
 مدتک کسی فعل کی گنجائش ہے جہاں تک ان کے لیے محی اور غیر و بکت اور رحمت
 انہی کے اتباع میں ہے۔

علامہ ابن کثیرؒ کا ارشاد

مفسر قرآن علامہ حافظ ابن کثیرؒ (۷۴۷ھ) کا ارشاد ہے :-
 اہل سنت و اجماعت فرماتے ہیں کہ جو قول و فعل جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے
 صحابہ کرام سے ثابت نہ ہو تو اس کا کرنا بدعت ہے۔ کیونکہ اگر وہ کام اچھا ہو تا تو
 منور صحابہ کرام ہم سے پہلے اس کام کو کرتے۔ اس لیے کہ انہوں نے نیکی کے کسی پہلو اور
 کسی نیک امدادہ نصلت کو نہیں چھوڑا۔ بلکہ وہ ہر کام میں گئے سبقت لے گئے۔

حضرت البوادریؒ خولانیؒ کا ارشاد

حضرت البوادریؒ خولانیؒ (۸۰۰ھ) کا ارشاد ہے :-

ما احدثت امة في دينها بدعة الا دفع الله بها عنهم سنة ١٥

ترجمہ جب بھی کسی امت نے اپنے دین میں کوئی نئی بات (بدعت) پیدا کی، اللہ تعالیٰ

نے ان سے ایک سنت (پہلاروشن طریقہ) اعلیٰ

یعنی بدعت اور سنت ایک ساتھ نہیں چل سکتیں۔ جو بھی کوئی بدعت آئی طریق سنت ختم ہوا۔

آپ کا یہ بھی ارشاد ہے۔

لأن اری فی المسجد نارا لا استطیع اطفاءها أحب الی من أن اری

فیه بدعة لا استطیع تغیرها ١٦

ترجمہ میں مسجد میں آگ دیکھوں جسے میں سمجھانہ سکوں۔ یہ مجھ پر اتنا گراں نہیں جتنا یہ

کہ میں مسجدوں میں بدعات ہوئے دیکھوں اور انہیں بدل نہ سکوں۔

حضرت یحییٰ بن کثیرؒ کا ارشاد

حضرت یحییٰ بن کثیرؒ کا ارشاد ہے۔

واذا الفیت صاحب بدعة فی طریق فخذ فی طریق اخر ١٧

ترجمہ جب تو راستے میں کسی بدعتی کو دیکھے تو دوسری طرف ہو جا۔

یہ اس لیے کہ اس سے عینک سلیم نہ کرنی پڑے کیونکہ اس میں اس کی تعلیم ہوگی جس سے

شریعت روکتی ہے اور یہ بھی ہے کہ اس سے اظہارِ ناخوشی ہو۔۔۔ اور وہ بدعتی سمجھنے لگے کہ اہل حق

مجھ سے نفرت کرتے ہیں۔

حضرت علامہ شاطبیؒ کا ارشاد

حضرت علامہ ابراہیم بن موسیٰ شاطبیؒ (۷۹۰ھ) کی تالیف لطیف ”الاعتصام“

طہ الاعتصام جلد ۱ ص ۶۲ طہ الاعتصام ۶۳

اہل بدعت کے لیے اللہ کی تلواریں ہیں جس میں آپ نے ہر پہلو سے بدعت کا جائزہ لیا ہے اور اس کی ہر طرح سے تردید فرمائی ہے۔ ایک مقام پر اہل اسلام سے بعد نصیحت مخاطب ہیں۔

تم جان لو کہ بدعت کے ساتھ نہ نماز قبول ہوتی ہے نہ روزہ اور نہ صدقہ اور نہ کوئی نیکی۔ صاحب بدعت کے پاس بیٹھنے والے سے اللہ کی حفاظت اٹھ جاتی ہے اور وہ شخص اپنے نفس کے حوالہ کر دیا جاتا ہے۔ بدعتی کے پاس جانے والا اس کی تعلیم کرنے والا اسلام کو گرنے میں مدد کرنے والا ہے۔ تو صاحب بدعت کے بارے میں کیا گمان ہو گا۔ وہ بدعتی شریعت مطہرہ کی نظر میں ملعون ہے اور جہنم جہنم عبادت کے اللہ سے دُور ہوتا جاتا ہے۔ بدعت عداوت اور بغض پیدا کرنے والی ہے اور ان سنتوں کو اٹھانے والی ہے جو ان بدعات کے بالمقابل ہیں۔ اور اس کے موجد پر ان کا گناہ بھی ہے جو اس پر عمل پیرا ہوں گے شفاعتِ محمدیہ سے محروم کرنے والی ہے۔ بدعتی کو توبہ کی توفیق نہیں ملتی۔ بدعتی پر ذلت اور خدا کا غضب نازل ہوتا ہے۔ بدعتی قیامت کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حوضِ کوثر سے دور رکھا جائے گا۔ بدعتی پر ظہر ہے کہ کہیں کفار میں شمار نہ پائے اور ملت سے نہ نکل جائے۔ اور بدعتی کے سوا خاتمہ کا بھی اندیشہ ہے۔ اور دُور ہے کہ بدعتی کا چہرہ آخرت میں سیاہ ہو جائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بدعتی سے برأت ظاہر کر دی ہے اور اس سے اہل اسلام بھی بری ہیں۔ بدعتی پر دُنیا میں فتنہ کا خطرہ ہے اور آخرت میں عذاب کی زیادتی کا ڈر ہے (لعیا بالشر) آپؐ کا ارشاد ہے۔

فان الخیر کله فی الاتباع والشر کله فی الابتداع

ترجمہ بھلائی ساری کی ساری اتباع میں ہے اور برائیوں کی بڑا ابتداء (مسائل مکرنا) ہے۔

شیخ موفق الدینؒ کا ارشاد

حضرت شیخ موفق الدینؒ بدعت اور اہل بدعت کی تردید کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ :-
اہل بدعت کی کتابوں کو دیکھنا منع ہے۔ اکابرین اہل بدعت کی صحبت سے روکتے
اہل ان کی کتابوں کو دیکھنے اہل ان کی باتوں کو سننے سے منع فرماتے تھے۔

علامہ برکلی الحنفیؒ کا ارشاد

حضرت علامہ برکلی الحنفیؒ (۹۸۱ھ) فرماتے ہیں :-
تم جان لو کہ فعل بدعت ترک سنت سے زیادہ نقصان دہ ہے۔ دلیل اس کا یہ
ہے کہ فقہاء فرماتے ہیں کہ جب کوئی حکم سنت اور بدعت کے درمیان وارد ہو
تو اس کا ترک کرنا ضروری ہو گا۔

علامہ ابن رجبؒ کا ارشاد

علامہ حافظ ابن رجب منہاجیؒ (۷۹۵ھ) لکھتے ہیں :-
جس نے بھی کوئی چیز ایجاد کی اور اس کو دین کی طرف منسوب کیا۔ جب کہ اس کی
دین میں کوئی اصل نہیں ہے جس کی طرف، وہ راجع ہو تو وہ گمراہی ہے اور دینِ اسلام
اس سے بُری ہے۔ خواہ وہ ایجاد کردہ چیزیں اقتقادات ہوں یا اعمال یا اقوال ظاہر
و باطن و ہا سلف کے کلام میں بعض بدعات کے حسن کا ثبوت؛ تو (یاد رکھو کہ)
وہ حسن لغوی بدعات میں ہے نہ کہ شرعی بدعات میں۔

علامہ سیوطیؒ کا ارشاد

علامہ جمال الدین سیوطیؒ (۹۱۱ھ) لکھتے ہیں :-

اہل بدعت کے مختلف گروہوں نے باطل اعتقادات قائم کر لیے اور قرآن کریم سے اپنی باطل آراء پر استدلال کر کے اپنی مرضی پر اس کو حلال کیا۔ حالانکہ حضرت محابہ کرامؓ اور تابعینؓ غلامؓ میں ان کا کوئی بھی پیش رو نہیں۔ نہ ملنے میں اور نہ ہی تفسیر میں آگے چل کر لکھتے ہیں :-

حاصل کلام یہ کہ جس نے صحابہ کرامؓ اور تابعینؓ غلامؓ کے مذاہب اور ان کی تفسیر سے اعراض کیا اور اس کے خلاف کو اختیار کیا تو وہ شخص خدا کا ربکہ مبتدع ہو گا۔ کیر نکہ حضرت صحابہ کرامؓ اور تابعینؓ قرآن کریم کی تفسیر اور اس کے معانی کو زیادہ جانتے تھے عیا کہ وہ اس حق کو زیادہ جانتے تھے جو اللہ تعالیٰ نے رسول برحق صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ بھیجا تھا۔

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کا ارشاد

علامہ کرام لکھتے ہیں کہ جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کسی کام کو کرنا سنت ہے اس طرح کسی کام کو چھوڑنا بھی سنت ہے اور اس کی مخالفت بدعت ہے۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی (۱۰۵۲ھ) ایک حدیث پاک کی تفسیر میں فرماتے ہیں :-

اتباع جیسے فعل میں واجب ہے اسی طرح ترک میں بھی اتباع ہوگی۔ سو جس نے کسی لیے کام پر ہمیشگی کی جو شارع علیہ السلام نے نہیں کی تو وہ بدعتی ہو گا۔ ایسا ہی حضرات محدثین نے فرمایا ہے۔

نوٹ

یہ نا اعلیٰ القادریٰ مرقات شرح مشکوٰۃ مبداء مصلحہ پر علامہ ذرا ب قطب الدین منطہ ہر حق مبداء
پر اور شرح مسند امام اعظم ابو حنیفہؒ وغیرہ میں بھی ایسا ہی فرمایا ہے۔

حاصل یہ کہ باوجود داعیہ اور محرک کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کسی فعل کو نہ کرنا ایسا ہی سنت
ہے جیسا آپؐ کا کسی کام کو نہ کرنا سنت ہے اور اس کی مخالفت بدعت اور اس پر عمل کرنا میرا حضرت
محمدؐ شین و فقہاء اور موفیاء عظام کی نظر میں بدعتی ہو گا۔

شرح مسند امام ابو حنیفہؒ بالغیہ کی بحث میں لکھتے ہیں

والاتباع كما يكون في الفعل يكون في الترك.

ترجمہ: اتباع جیسے کسی کام کے کرنے میں کی جاتی ہے اس کے ترک میں بھی ہوتی ہے۔

یہ اصول بریلویوں کے اس مفروضے کی کھلی تردید کرتا ہے کہ جس کام سے حضورؐ نے منع نہیں
فرمایا وہ بلا تردد نیک سمجھ کر کہتے رہ رہیں کہ کلام کا سیلا دکا اجتماعی طور پر نہ منانا اور اس کا قرون
ثالثہ میں نہ ہونا ان کے ہاں کوئی وزن نہیں رکھتا بلکہ کہتے ہیں آپؐ نے اس سے منع تو نہیں فرمایا۔
شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے مقدمہ فتح الملہم میں اس پر یہ سرخی قائم کی ہے۔

تروکہ صلی اللہ علیہ وسلم..... اور اس کے تحت لکھتے ہیں: قال للحمام الشاطبي الفعل منه صلى الله

عليه وسلم دليل على مطلق الاذن فيه عالم يدل دليل على غيرة من قول او قرينة حال او

غبرهما واما الترك فمحل في الاصل غير المأذون فيه وهو المكروه والممنوع۔

کسی کام کا داعیہ موجود ہو اسباب بھی پائے جائیں اور پھر حضورؐ اور صحابہؓ اسے نہ
کریں تو اب یہ ترک بھی اہل سنت کے لیے ان حضرات کی عملی میراث ہے جیسے ان حضرات کا کسی کام
کو نہ کرنا اس امت کے لیے عملی میراث ہے۔

اہل بدعت اولیاء کرام کی نظر میں

حضرت سہیل بن عبد اللہ تستریؒ کا ارشاد

حضرت سہیل بن عبد اللہ تستریؒ کا ارشاد ہے :-
جس نے راہ ہدایت کا اتباع کیا اور کتاب و سنت سے وابستہ رہا وہ راہ
ہدایت سے کبھی گمراہ نہیں ہوگا اور نہ ہی آخرت میں بدعت ہوگا۔

حضرت ابراہیم بن ادھمؒ کا ارشاد

سیدنا حضرت ابراہیم ادھمؒ سے کسی نے پوچھا کہ بھلا کیوں قبول نہیں ہوتیں آپ
نے دس باتیں بتلائیں۔ ان میں سے ایک بات یہ بھی ہے :-
تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا دعویٰ کیا۔ مگر آپ کی سنت کو ترک
کرتے ہو۔

حضرت بشر الحافیؒ کا ارشاد

سیدنا بشر الحافیؒ (۲۲۷ھ) فرماتے ہیں :-
میں نے مرسی (بدعتی پیشوا) کے مرنے کی خبر سچ بازار میں سنی۔ اگر وہ تمام شہرت
نہ ہوتا تو یہ موقع تھا کہ میں ٹھکر کے اللہ تعالیٰ کے لیے سجدہ کرتا کہ الحمد للہ الذی امانہ
یعنی اللہ کا شکر ہے کہ جس نے اس مفید بنی کو موت دیدی۔ تم بھی ایسا ہی کہا کرو۔

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کا ارشاد

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ (۵۹۱ھ) کا ارشاد ہے کہ :-

① ہوشیار اور عقلمند مومن کے لیے بہتر یہ ہے کہ آیات و احادیث کے ظاہری معنوں کے مطابق عمل کرے امدان (آیات و احادیث) کا تابع دار رہے نئی باتیں نہ نکالے نہ اپنی طرف سے کسی مٹی کی کڑے نہ تاویلیں کرے۔ ایسا نہ ہو کہ بدعت اور گمراہی میں پڑ کر ہلاک ہو جائے۔

② ہر مومن کو سنت اور جماعت کی پیروی کرنا واجب ہے۔ سنت اس طریقہ کو کہتے ہیں، جس پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم چلتے رہے اور جماعت اسے کہتے ہیں جس پر چاروں علماء راشدینؓ نے اپنی خلافت کے زمانے میں اتفاق کیا۔ یہ لوگ سیدھی راہ دکھائی دے گی۔ غلطی کیونکہ انہیں سیدھی راہ دکھائی گئی تھی۔

③ اہل بدعت کے ساتھ میل جول نہ رکھا جائے نہ ہی ان کے ساتھ بحث میں پڑے نہ انہیں سلام کرے۔

④ اہل بدعت کے قریب نہ جانا۔ ان کے ساتھ نہ بیٹھنا۔ نہ ان کی کسی خوشی کے موقع پر انہیں مبارکباد دینا۔ نہ ان کے جنازہ میں شرکت کرنا۔ اگر کہیں ایسے لوگوں کا ذکر ہوتا ہو تو ان کے بارے میں رحمت کے کلمے بھی نہ کہنا بلکہ ان سے دور رہ کر ان سے دشمنی کرنا۔ یہ دشمنی محض اللہ کے لیے ہو اور اس نیت سے کہ ان کا مذہب جھوٹا ہے۔ ان (اہل بدعت) کی دشمنی سے ہمیں ڈرنا سب سے بڑا ہے۔

⑤ اس کے برعکس جو شخص بدعتی کے ساتھ ہنسی خوشی ملے جو اس کی خوشی کا باعث ہو اس شخص سے اس چیز کی تمکدات کی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی۔

⑥ جب تو کسی بدعتی کو جانا دیکھے تو وہ راستہ چھوڑ کر دوسرے راستے پر چلا جا۔

حضرت ابراہیم خالصؑ کا ارشاد

میں نے حضرت ابراہیم خالصؑ کا ارشاد ہے۔
 علم کثرت روایت کا نام نہیں بلکہ عالم وہ ہے جو اپنے علم کا موقع ہو اور اس پر عمل
 کرے اور سنت نبویؐ کی اقتدار کرے اگرچہ اس کا علم محدود ہو۔
 کسی نے آپ سے دریافت کیا کہ عافیت کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا:۔
 دین بغیر بدعت کے اور عمل بغیر آفت کے (یعنی بدعات و خمرات کی آفات اس
 میں شامل نہ ہوں) اور قلب فارغ جس کو (غیر اللہ کا) شغل نہ ہو اور نفس جس میں
 شہوت (کا غلبہ نہ ہو)۔

شیخ ابن عربیؒ کا ارشاد

حضرت شیخ محی الدین ابن عربیؒ اہمیت تکمیل دین کی تشریح میں فرماتے ہیں۔
 اللہ وراکملت لکم دینکم کے بعد دین میں زیادتی۔ دین میں نقص پیدا کرنا ہے۔

شیخ ابوالقاسمؒ کا ارشاد

حضرت شیخ ابوالقاسم انصاریؒ کا ارشاد ہے۔
 تصوف کی اصل کتاب و سنت کو لازم پکڑنا۔ بدعات و خمرات کو ترک کر دینا
 رخصتوں اور تاویلات کے ارتکاب سے بچنا ہے۔

حضرت فضیل بن عیاضؓ کا ارشاد

سیدنا حضرت فضیل بن عیاضؓ (۵۲۸ھ) فرماتے ہیں:-

جو شخص کسی بدعتی کے پاس بیٹھتا ہے تم اس سے بچنا۔

آپ یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ:-

اہل بدعت کے ساتھ دوستی رکھنے والے کے نیک اعمال ضائع کر دیئے جاتے ہیں

اور اللہ تعالیٰ اس کے دل سے ایمان کا نور نکال لیتا ہے اور جو شخص اہل بدعت کے

ساتھ دشمنی رکھتا ہے اللہ تعالیٰ اسے بخش دیتا ہے۔ غرض اس کے نیک اعمال تھوڑے

ہوں۔

آپ کا ارشاد ہے:-

اے مخاطب! جب تو کسی بدعتی کو ایک راستہ پر ملتا دیکھے تو دوسرا اختیار کر لے۔

آپ کا یہ بھی ارشاد ہے:-

بدعتی کا کوئی عمل بھی اللہ کی بارگاہ میں بلند نہیں کیا جاتا اور جس نے بدعتی کی اعانت کی

خراب یاد رکھو! آپ نے اسلام کے مصلحانے میں مدد کی ہے۔

کسی نے حضرتؓ سے کہا کہ جس نے اپنی لڑکی کسی بدعتی کے نکاح میں دی تو کیا اس نے قرابت

پدری کا ناطہ اس سے قطع کر لیا؟ آپؓ نے فرمایا:-

جس نے اپنی لڑکی کی شادی کسی بدعتی سے کی تو اس نے قرابت پدری کا ناطہ اس سے

قطع کر دیا۔

آپ کا یہ بھی ارشاد ہے:-

جو کوئی بدعتی کی مجلس میں جاتا ہے اسے حکمت (یعنی صرخت) نہیں دی جاتی۔

حضرت ابوحنس ممداد کا ارشاد

سیدنا حضرت ابوحنس ممداد سے بدعت کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے ارشاد فرمایا:-
خدا کے احکام میں زیادتی کا ارتکاب، سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں سستی و غفلت،
اپنی خواہشات کا اتباع، اور سنتِ صالحین کی اقتدار و اتباع کو ترک کر دینے کا
کانام بدعت ہے۔

حضرت ذوالنون مصریؒ کا ارشاد

سیدنا حضرت ذوالنون مصریؒ (د ۲۴۷ھ) کا ارشاد
اللہ تعالیٰ کی محبت کی علامت یہ ہے کہ اخلاق و اعمال اور تمام امور اور سنن میں
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کیا جائے۔
پھر آپ نے فساد کے اسباب بیان کرتے ہوئے فرمایا:-
وہ اپنی ایجاد کردہ چیزوں کے تابع ہو گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت
کو ترک کر دیا اور مشائخِ سلف اور بزرگانِ سلف اور بزرگانِ متقدمین میں سے اگر
کسی سے کوئی لغزش صادر ہو گئی تو ان لوگوں نے اسی کو اپنا مذہب بنالیا اور ان
کے فعل کو اپنے لیے حجت سمجھ لیا اور ان کے باقی تمام فضائل و مناقب کو دفن کر دیا۔
ایک شخص نے آپ سے نصیحت چاہی تو آپ نے فرمایا:-
تم پر لازم ہے کہ سب سے زیادہ اہتمام اللہ کے فرائض و واجبات کے سیکھنے اور
ان پر عمل کرنے کا کرو اور جس چیز سے اللہ نے منع کر دیا اس کے پاس نہ جاؤ کیونکہ
حق تعالیٰ کی عبادت کا وہ طریقہ جو اس نے خود سکھایا اس طریقہ سے بہت

بہتر ہے جو تم خود اپنے لیے بناتے ہو اور یہ سمجھتے ہو کہ ہمارے لیے اس میں زیادہ
اجر و ثواب ہے جیسے صن لوگ رہبانیت اعتقاد کے خلاف سنت کرتے ہیں۔

شیخ بندار بن حسینؒ کا ارشاد

حضرت شیخ بندار بن حسینؒ کا ارشاد ہے :-
صحبۃ اهل البدع قودث الاعراض عن الحق بل
تجمع اہل بدعت کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا حق سے دوری پیدا کر دیتا ہے۔

شیخ نظام الدینؒ اولیاء کا ارشاد

حضرت شیخ نظام الدینؒ (۷۴۱ھ) فرماتے ہیں :-
بدعت کا درجہ مصیبت سے اوپر ہے اور کفر کا درجہ بدعت سے اوپر (لیکن)
بدعت کفر سے نزدیک ہے۔

حضرت اسلم باروسیؒ کا ارشاد

سیدنا حضرت اسلم بن الحسین باروسیؒ فرماتے ہیں :-
جس پر بھی نورا ایمان سے کچھ ظاہر ہو اور وہ محض اتباع سنت، اور بدعت کی مخالفت
و اجتناب ہو اور جس جگہ تم ظاہری مجاہدہ محنت اور کوشش زیادہ دیکھو مگر اس میں
نورانیت ظاہر نہ ہو تو سمجھو کہ یہاں کوئی بدعت چھپی ہوئی ہے۔

حضرت ابو علی جوارنیؒ کا ارشاد

سیدنا حضرت ابو علی جوارنیؒ سے کسی نے سوال کیا کہ اتباعِ سنت کا طریقہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: بدعات سے اجتناب اور ان مقام و احکام کا اتباع جن پر علماء اسلام کے مدارِ اول کا اجماع ہے۔ ان کی اقتداء کو لازم سمجھنا۔

حضرت ابو بکر ترندیؒ کا ارشاد

سیدنا حضرت ابو بکر ترندیؒ فرماتے ہیں:-
کمال بہت اس کے تمام اوصاف کے ساتھ سوائے اہل محبت کسی کو حاصل نہیں ہوئی اور یہ درجہ ان کو محض اتباعِ سنت اور بدعات کے ترک کرنے کی وجہ سے حاصل ہوا ہے۔

خلاصہ کلام یہ کہ بدعت اور اہل بدعت اسلام صحابہ کرام اور اکابرینِ ملت کی نفوس بہت ہی قابلِ نفرت ہیں۔ کیونکہ بدعت سے دینِ قیم کا روشن چہرہ و انداز بن جاتا ہے۔ اس لیے تمام اکابرین نے بدعت و اہل بدعت سے بچنے کی تاکید فرمائی ہے۔

دعا ہے کہ اللہ رب العزت سنت پر استقامت اور اس کی نشر و اشاعت کی توفیق دے۔

حضرت مولانا اسماعیل شہیدؒ کی دعا

میرا تیرے اپنے فضل سے ہم کو شرک و تنزیہ کے معنی سمجھائے اور لا الہ الا اللہ کا مضمون خوب تعلیم کیا اور شرک لوگوں سے نکال کر موحّد پاکِ سمان بنایا اسی طرح اپنے فضل سے عبت و سنت کے معنی خوب سمجھا اور محمد رسول اللہ کا مضمون خوب تعلیم کر۔ اور یحییٰ مذہبوں سے نکال کر سنی پاکِ متبعِ سنت کا کرتے

وقت کی نفیض پر ہاتھ رکھیں

الحمد لله وسلام على عباده الذين اصطفى۔ اِمَامِ اَبُو

حضرات صحابہ کرامؓ تابعین نظامؓ مجتہدین کرامؓ علمائے اعلام اور اولیائے کرامؓ سے ان ارشادات کے بعد ہمارے قارئین ہم سے ضرور مطالبہ کریں گے کہ اب جب کہ ہمیں بدعت سے بہت زیادہ نفرت ہو گئی ہے اور یوں محسوس ہوتا ہے کہ ایک سیاہ ساپ ہمارے نیک اعمال کے گرد بل کھاتے بیٹھا ہے۔ خدا را ہمیں جلد بتائیں کہ اس دور میں اہل بدعت نے کون کون سی بدعات کی دکانیں زیادہ بھاری ہیں۔ تاکہ ہم اہل السنۃ والجماعۃ ان بدعات سے بیکرنا کاوشی اختیار کر سکیں۔

اگر کوئی بدعت کسی تاویل سے دائرہ بدعات سے نکل سکتی ہو تو خدا را ہمیں وہ تاویل نہ بتائیں۔ سنت کی جڑیں مٹ کر کے ہوتے ہوئے ہمیں متشابہات میں پڑنے اور ان سے تمسک کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ احتیاط کا تقاضا ہے کہ جس عمل کا بدعت ہر نامتنازعہ فیہ بھی ہو ہم اس سے بچیں اور دین کو تاویل کے سہارے دے دے کہ اپنی آخرت کو برباد نہ کریں۔ یہ صرف مقام سنت ہے کہ اسے کسی قیمت پر چھوڑا نہیں جاسکتا۔ سنت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہو یا خلفائے راشدینؓ کی۔ ہم دونوں سے تمسک کے پابند ہیں۔ اللہ تعالیٰ سنت کی محبت ہمارے قارئین کے دلوں میں مرجزن رکھے اور بدعت سے ہمیں کلیۃً بچنے کی توفیق بخشنے۔

تعمیل ارشادیں ہم کس کس بدعت کی نشاندہی کریں۔ ہمارے جاہل عوام سراسر بدعت کے اندھیروں میں ڈوب چکے ہیں۔ تاہم چند بدعات کی ہم کچھ نشاندہی کئے دیتے ہیں۔ بے علم مسلمانوں کی عملی بدعات کا ایک مختصر نقشہ ہے انہیں ہم نے کتاب رسنت کے آئینہ میں آٹا تو اندھنوں کی بعض کھڑکیوں پر لٹائی ہے۔ تاہم اسے موضوع بنانا چاہتے تھے لیکن کائنات کو چھوڑ کر جکڑنا بھی اس امت کی بہت بڑی ذمہ داری ہے۔ مابودیم بدیں مرتبہ راضی غالب شعر خود خواہش اس کر دکا کہ گرد و دھن ما

عبادات بدعت کی زد میں

عبادات وہ عمل ہیں جس سے جہہ اپنے مالک کے قریب ہوتا ہے اور وہ ہوتا اس کے آگے جتنا جاتا ہے اس کے قریب میں بڑھتا جاتا ہے واسجد واقترب میں اسی کی تعلیم دی گئی ہے۔ عید کا مہرود سے یہ رشتہ شیطان کے لیے بہت بھاری ہے۔ وہ پوری کوشش کرتا ہے کہ اس کی اس محنت کو بے اثر بنا دے اور اس کی اس عبادت کو بدعت کے اندھیروں سے بے نور کر دے۔

پانچ وقت اذان ہوتی ہے شیطان پریشان ہوتا ہے کہ کہیں اذان میں روح جالی نہ آجائے وہ اپنے دوستوں کے کانوں میں بھونکتا ہے اذان وہاں سے شروع نہ کرو جہاں سے حضرت بلالؓ کرتے تھے۔ تم پہلے پورے زور سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام پڑھو — درود و سلام سے بہتیں کوئی روک نہ سکے گا لیکن التزام کی یہ بدعت کم از کم اذان کو بے نور و مرد کر دے گی اور نمازی کبھی نہ بڑھیں گے۔ اگر ایسی اذان کبھی رائے و تدبیر بھی رواج پا جائے تو وہاں بھی نمازوں کے یہ جلدے کبھی نہ دکھائی دیں جو ان دونوں نظر آرہے ہیں۔ ان الشیاطین لیں حون الی اولیاء محمد سے کوئی انکار نہیں کر سکتا۔

اگر کہیں کوئی خوش نصیب مسجد میں آگیا اور اسے نماز باجماعت مل گئی تو اب نماز کے آخر میں (جو قبولیت دعا کا وقت ہوتا ہے) اتنے زور سے ذکر کرو کہ نماز سے حاصل شدہ نور رب جاتا ہے اور یہ نماز وہ نماز نہ ہے جو صحابہ کرامؓ کی ہوتی تھی۔ جس کے بارے میں ارشاد ہوتا ہے۔
 ان الصلوۃ تنہی عن الفحشاء والمنکر (روپ العنکبوت)

جو کوئی غائب ہو۔ ہے درودہ اپنی ٹھنڈی رکعتیں پوری کر رہے ہیں انہیں اتنی تکلیف دہ کہ وہ یا پڑھنا محسوس جائیں یا رکعتیں غبار جائیں۔ اگر کوئی پہلے سے فارغ نمازی کسی کرتے میں بیٹھا قرآن پڑھ رہا ہے وہ مہربان سے اس شور سے قرآن پڑھتا محسوس جائے۔ بس ایسا ادھم چاؤ کہ نماز اللہ کی

یاد رہے۔ اچھا خاصہ میلہ بن جائے۔

اگر کسی مسلمان کو جہانہ پڑھ کر اللہ کے پُروردہ کو جہانہ کے گرد جو سنت کا نڈھ پھیلنے والا ہے اسے اس عمل سے دُور کر دے جو صحابہ کرامؓ اور اولیاء اللہؒ کی نماز جہانہ میں نہ ہوتا تھا۔ وہ عمل کیا ہے؟ نماز جہانہ کے بعد وہیں کھڑے کھڑے دعا کرے۔ اور اگر کوئی اہل السنۃ والجماعہ یہ کہے کہ نماز جہانہ سنت کے مطابق ادا کی جائے تاکہ سنت کا نور میت کو اپنی لپیٹ میں لے لے تو فوراً اسکو اُتھاؤ کہ قرآن و حدیث میں کہیں منع تو نہیں کیا گیا۔ حرج کیا ہے؟۔ تم منع کی دلیل لاؤ۔ غرض جس طرح بھی ہو سکے ان عبادات کو بدعات کے اندھیروں سے بے نور کر دو۔

عبادات میں بدعات کے کانٹے بچھانے کی یہ وہ راہیں ہیں جن سے علماء اہل السنۃ ہمیشہ منع کرتے آئے ہیں، جمعہ کا دن مبارک ہے، اس دن ایک بدعت اور بڑھاد ناک جمعہ جتنا مبارک ہے بدعت کی سیاہ کار روئی اس کے برابر عمل میں آسکے، وہ یہ کہ نماز جمعہ کے بعد وہیں کھڑے کھڑے دائرہ باندھو اور کانوں کان کہہ دو کہ حضورؐ آگئے ہیں اور بلند آواز سے صلوٰۃ و سلام پڑھنا شروع کر دو ایسی آواز سے جو متہارے خیال میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سے بھی اونچی ہو۔

بدعات کا نصاب اب یہ ہے

- ① اذان میں صلوٰۃ و سلام کا اضافہ کر دے اور یہ اذان سے پہلے پڑھو۔
- ② جماعت کے لیے جب تکبیر ہو تو قد قامت الصلوٰۃ سے پہلے کھڑے ہونے کو کر دے سمجھو۔
- ③ فرض نمازوں کے بعد ایسا ذکر یا نچھ کر دے کہ مسبوق نمازیوں کے لیے تہجدی آواز اذیتناک ہو۔
- ④ جمعہ کی نماز کے بعد کھڑے ہو کر دائرہ باندھ کر حضورؐ کو بلاؤ اور پھر آپ پر صلوٰۃ و سلام عرض کر دے۔
- ⑤ کسی مسلمان کی نماز جہانہ پڑھو تو سنت کے مطابق نہ پڑھو۔ دعا نماز کے اندھ نہیں نماز کے بعد مانگو۔

یہ پانچ ائمہ وہ نصاب بدعات ہے جس کے بغیر آج کسی شخص کو بریلویت کی سند نہیں ملتی۔

اولیاء اللہ کے اہمیت پر احسانات

اولیاء اللہ کے اس اہمیت پر ہزاروں احسانات ہیں۔ انہوں نے الشرب العزت کی نعمت ولایت سے لاکھوں مسلمانوں کے دل میں خدا کی محبت کے چراغ روشن کیے۔ اب ان کے ایصالِ ثواب میں قرآن کریم پڑھنا یتیموں اور مسکینوں کو خیرات دینا ان محبوں کو یوں بے شکر کیا جاسکتا ہے کہ ان اعمال خیر پر بدعات کے زیادہ سے زیادہ غلاف پڑھا دو اور ان کو بالکل بدعات بنادو۔

- ① قرآن کریم پڑھا جائے تو حافظوں اور قاریوں کو ہدیہ دینے کے نام سے اجبت دی جائے۔
- ② کھانا کھلایا جائے تو اچھے خاصے صاحبِ حیثیت رشتہ داروں اور دوستوں کو۔
- ③ کپڑے خیرات کئے جائیں تو حضرت مولانا کے سائز کے تاکہ وہ انہیں پہن کر غلبہ لے سکیں۔
- ④ ایصالِ ثواب کی تمام خیرات کو تیجے دوسری اکیسویں اور چالیسویں کی تعینات کیے بے اثر اور بے شکر کر دیا جائے۔

⑤ پھر ان بزرگوں کی قبروں پر (وہ گھروں میں ہوں تو گھروں کے ان گھروں میں) جمعرات کو چراغ جلاؤ اور جہاں تک خدا کی رحمت کو روک سکورو۔

⑥ نیکی کا یہ عمل صرف بدعات سے نہیں شرک سے بھی اکودہ کیا جائے۔ وہ اس طرح کہ ان کے مزاروں پر کچھ لوگ ایسے بیٹھے ہوں جو ان کو سجدہ کریں تاکہ آنے والے جاہل زائرین کچھ اس شرک میں حصہ لے سکیں اور پھر یہاں سجدے پر سجدہ ہو۔

⑦ پھر ان خزانوں پر اپنے کاموں کے لیے منتیں اور نذرین مانو، لڑکا لینے کی فیس لڑکی سے زیادہ جانو وفات پر خوشیاں منانے کے مختلف انداز ان اہل بدعت کی تعینات ہیں ورنہ خوشیاں تو سرور کے موقع پر ہوتی ہیں غموں کے موقع پر نہیں۔ مگر شیطان چونکہ انسان کی آدمی فطرت (حضرت آدم سے دیرینہ دشمنی کے باعث) مسخ کرنا چاہتا ہے۔ اس لیے وہ غموں اور مصدموں کو بھی رونقوں سے رنگین کرتا ہے اور اس کے چاہنے والوں کو اہل میت کے ہاں دعوتیں اڑانے سے وہ مزہ حاصل ہوتا ہے

جوشادوں کی دھڑکیوں میں بھی، ہمیں نہیں ملتا۔

۱۲۔ رجب کو کا تب مدنی حضرت امیر معاویہ فوت ہوئے۔ اسی وفات کی خوشی میں ان لوگوں نے ملائے پوری کے کرندے بھرے اور دوسرے ظلم یہ کیا کہ اپنے اس محل کو انہوں نے حضرت امام جعفر صادقؑ کی طرف منسوب کیا اور تیسرا ظلم یہ کیا کہ اپنے اس سیاہ محل کے نیچے انہوں نے اپنی بہت سی مزارات اور قبرا میں لاکھیاں کہ ظلمات بعضہا فوق بعض کا پورا عملی نقشہ سامنے آگیا۔

پھر ۱۲ ربیع الاول کو یہ لوگ بارہ وفات کی تقریب اس شان سے مناتے ہیں کہ عقل حیران ہوتی ہے۔ بازاروں اور گلیوں کو جھنڈیوں سے آراستہ کیا جاتا ہے۔ رات کو مکانات اور مسجدوں میں چراغاں کرتے ہیں جلوس نکالے جاتے ہیں اور خوشی سے پندرہ دن سانس ملے علماء و خطباء اور ان کے نعت خواں باز اوروں اور کٹر لوگوں پر بہت فرحان و شادمان نظر آتے ہیں کہیں منگائیاں تقسیم ہو رہی ہیں کہیں پلاؤ دردے کے قلاب تقسیم ہو رہے ہیں۔ کس لیے کہ آج ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا یوم وفات ہے انا للہ وانا الیہ راجعون۔

بہ سوخت عقل و حیرت کہ اس چہ بول عجیبست

میسائیل نے کرسمس منایا تو حضرت عیسیٰ کی پیدائش کی خوشی میں اور یہ ان کا اپنا مذہبی شعار ہے حیرت ان مسلمانوں پر ہوتی ہے جو ایسی خوشیاں جنہد صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر کرتے ہیں۔ آپ کی ولادت ۹ ربیع الاول کو ہوئی تھی اور وفات ۱۲ ربیع الاول کو — بارہ وفات کی خوشی اور وہ بھی عید میلاد النبی کے نام سے اس کی کوئی تاریخی تفسیر کی تھی یا انیسویں مگر ہمیں آج تک سمجھ میں نہیں آئی عجیب قوم سے پلا پڑا ہے کچھ سمجھا میں تو اُسے فتوے لگاتے ہیں تم بے ادب اور گستاخ ہو بارہ وفات کی خوشی نہیں مناتے۔ نہ سمجھا تو قلیل دیا رہیز (انگلستان) میں ہماری پوری قوم دوسری قوموں میں مضحکہ مندی ہے کہ اپنے نبی کی وفات پر بہت خوش ہیں۔

ہم نے ان چند صفحات میں اپنے گمراہ پیش مصلی بدعات کی کچھ نشاندہی کر دی ہے اگر آپ صحابہ و تابعین ائمہ مجتہدین سلف صالحین اور اولیاء کاملین کی ان آراء سے جو ہم نے آپ کے سامنے

ہیش کی ہیں اتفاق کہتے ہیں قرآن تمام بدعات سے بچیں جن سے آج بڑی حضرات راجل استندہ
ابھارتہ سے الگ ہوتے ہیں اور اب اس نشہ بدعت میں ان کی اذانیں ہماری اذنان سے اور ان
کی نمازیں ہماری نمازوں سے الگ ہو کر رہ گئی ہیں اور کئی نبی خواہت ایسا نہیں جو اس تقریب کی کارروائی
پر آئندہ بہانے بغیر رکھے۔

بدعات کا ملی جائزہ

اگر آپ ان پیش آمدہ بدعات کا کچھ ملی جائزہ لینا چاہتے ہیں تو حضرت مولانا مفتی کنایت اللہ
محدث دہلوی، شیخ الحدیث حضرت مولانا عبد الفتی، مترلف الجنتہ لابل استہ، مناظر اسلام حضرت مولانا
محمد منظر نعمانی دامت برکاتہم شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خاں مقصد دامت برکاتہم مترلف راوشت
اور شیخ اسلام حضرت مولانا علامہ خالد محمود صاحب دامت برکاتہم کی تالیف مطالعہ بریڈیٹ حصہ ششم
کا استیعاباً مطالعہ کریں۔

نامناسب نہ ہو گا کہ اس کتاب کے آخر میں حضرت علامہ صاحب دامت برکاتہم کا ایک فاضلانہ مضمون تبے علم
مسلمانوں کی ملی بدعات، بھی کچھ مختصر کہ کے بدیہ ناظرین کو دل تاکہ ہمارے دورست ان مروجہ بدعات
کے بارے میں ان کے ملی پس منظر پر بھی مطلع ہو سکیں۔

میرا مقصد اس وقت صرف ان بدعات کی نشاندہی ہے ان کی تفصیل پیش نظر نہیں میں سمجھتا ہوں
کہ حضرت علامہ صاحب دامت برکاتہم کے اس مضمون سے اور اس کے بار بار پڑھنے سے بہت سے
اہل بدعت پھر اہل سنت کی مغل میں دوبارہ کوٹ سکیں گے۔

(حافظ) محمد اقبال محمد اللہ عنہ

مدیر ماہنامہ الہلال مانچسٹر

اسلامک اکیڈمی آف مانچسٹر



بے علم مسلمانوں کی عملی ہدایت

اور اُن کا علمی جائزہ

ڈاکٹر المعارف

الفضل مارکیٹ، اردو بازار، لاہور

ربع صدی کے بعد پہلے منظر عام پر

عقبات

مِنْ بَابِ الْأَسْتِفْسَارَاتِ

خلفائے راشدین جلد دوم

تتبع اہل سنت پاکستان کے ہفت روزہ جریدہ دعوت کے بین المذاہب کے باب الاستفسارات کی پانچ سو صفحات میں یکجا پیشکش ہے۔ حضرت علامہ غلام محمد صاحب کے فیضانِ قلم نے خلفائے راشدین کے خلاف پھیلائی گئی تاریخوں، الجھنوں کو دور کرتے ہوئے سمندرِ دل کو کونسے میں بند کر دیا ہے۔ بیسیوں دن متوالوں کے گرد گھومتی یہ علمی دستاویز مدنی صدی پہلے شائع ہوئی تھی۔ اب اسے نئی کتابت سے دوبارہ شائع کیا جا رہا ہے۔ اسے خلفائے راشدین جلد اول جس میں صدیق اکبر، فاطمہ فاروق اعظم، عمر، عثمان، علی اور علی المرتضیٰ نے لکھے ہیں کی دوسری جلد بھیجے جن عزات کے پاس علامہ غلام محمد صاحب کی کتاب خلفائے راشدین موجود ہے وہ عقبات کو خرید کر اپنی اس کتاب کی تکمیل کریں۔

۹۸ گرام کا اعلیٰ سفید کاغذ — کتابت اور طباعت عمدہ — اسلی ڈانی دار جلد —
ہوشیار باگرائی کے باوجود ہر یادداشت شراک صرف سو روپے ہے۔

پور بین ممالک کے اردو خوان مسلمان طلبہ اور طالبات کے اسلامی عقائد کے تحفظ کے لیے غیر متواتر سے اپیل ہے کہ اس کتاب کی دو دو جلدیں یو کے اور امریکہ کی تمام بڑی بڑی لائبریریوں میں رکھوا کر سعادت دارین حاصل کریں۔

حافظ محمد اقبال رنگونی خاں، اسلامک ایکڈمی آف مینجسٹر

بے علم مسلمانوں کی عملی بدعات

الحمد لله وسلام علی عبادہ الذین اصطفى۔ امانہ۔

بدعات سنن ثبوت کے گرد کانٹوں کی ایک باڑی ہے اور دین محمدی میں ایک امانہ۔ اسلام کی بنیاد پانچ ارکان پر ہے کلمہ، نماز، زکوٰۃ، روزہ اور حج۔ شیطان تحریف دین کے لیے زیادہ انہی کے گرد گومتا ہے۔ ایک بڑھنیا ایک بڑی عبادت ہے کچھ بدعات اس کے گرد جمع کر دیں ۲۰ نماز دین کا ستون ہے کچھ بدعات اذان اور نماز میں ڈال دیں ۳۰ صدقات و خیرات کو تیجے دسویں اور چالیسویں سے داغدار کیا گیا۔ مامولہ کیا رہیں اور سالانہ بڑی گیارہویں کو عوام میں زکوٰۃ سے زیادہ اہم بنا دیا گیا ۴۰ رمضان کے آخری عشرہ میں عزیمت سے زیادہ چراغاں کرنا اور نفل نمازیں تداوی سے بڑھنا اعمال اسلام قرار دیئے گئے۔ ۵۰ حج کے موقعہ پر ائمہ سرین کے پیچھے نماز نہ پڑھنا اور جمعہ کے دن ظہر پڑھنا اپنا نشان بنادیا۔

عید میلاد کے نام سے ایک تیسری عید کا امانہ۔ عرسوں کے نام سے قبروں کے میلے۔ بہشتی دروازوں سے گزرنے کے سبیلے اور امام جعفر صادقؑ کے نام سے ۱۲ رجب کے کوئٹے اور ان جیسی اور کئی بدعات ان کے علاوہ ہیں جنہیں جاہلی مسلمان نیکی اور عبادت سمجھ کر بجالاتے ہیں۔

اہل سنت مسلمانوں کو چاہیے کہ ان اعمال کو فقہ حنفی کی روشنی میں دیکھیں۔ علمائے اہل بیت اپنے اس نئے مذہب کو فقہ حنفی سے کبھی پیش نہیں کرتے نہ کہہ سکتے ہیں وہ صرف معمولات قرآن اور تفسیر بالرای سے کام لیتے ہیں۔ اس حدیث و پیش کرتے ہیں جو سرے سے موجود نہیں ہوئی یا ضعیف ہوئی ہیں جو عقائد کے باب میں قابل قبول نہیں ہوتیں اگر یہ لوگ فقہ حنفی کی روشنی میں کتاب و سنت میں اترتے تو یہاں انہیں کبھی بدعت کی گنجائش نہ ملتی۔

اے ملکِ حقیقی ان بے علم مسلمانوں کی ان ظالم علماء سے مخالفت فرما۔ انہیں ہدایت دے یہ جانتے نہیں اور وہ دامنِ ان کے درپے ایمان ہیں۔
خالد محمد مغلطہ

کلمہ پڑھنے میں بدعت کی راہیں

کہ شریف نہایت پاک کلمہ ہے جس مسلمان کا آخری کلام یہ کلمہ ہو۔ وہ یقیناً جنتی ہے۔ یہ وہ پاک اقرا ہے جس پر دنیا کے بھی بہت سے احکام مرتب ہوتے ہیں اور آخرت میں انسان اس سے خدا کی بادشاہی میں داخل ہوتا ہے۔

لیکن کلمہ پڑھنے کو کسی خاص وقت یا کسی خاص ہمت یا کسی خاص عمل سے خاص کر لینا یہ اپنی طرف سے ایجاد بندہ ہے۔ شرع کے احکام کی حدود و قیود بھی شرع سے ہی ملتی۔ جاہلیوں نے کہ انسان ان اعمال میں سے کسی عمل کو اپنی مرضی سے کسی وقت کے ساتھ خاص کر لے۔ اس شخص کو وقت پہنچا دیا۔ دلیل درکار ہے۔

① فرض نمازوں کے بعد بلند آواز سے کلمہ پڑھنا

بریلویوں نے فرض نمازوں کے بعد بلند آواز سے کلمہ پڑھنے یا درود پڑھنے کی بدعت اختیار کر رکھی ہے۔ انھوں نے صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے صحابہ کرامؓ کبھی فرض نمازوں کے بعد بلند آواز سے کلمہ نہ پڑھتے تھے نہ درود شریف۔ اس خاص ہمت میں جس طرح آجکل بریلوی مسجدوں میں نماز کے ختم پر باد از بلند کلمہ پڑھا جاتا ہے۔ یہ عمل غیر القرون ہیں کہیں نہ تھا۔

البتہ اللہ اکبر کہنا اور وہ بھی بار بار نہیں۔ بعض روایات میں ثابت ہے مگر وہ روایات جتنی کے اصول کے مطابق پر لائق احتجاج نہیں۔ ان کے راوی عمرو بن دینار نے خود اس روایت کا جیسا کہ صحیح مسلم میں ہے اپنے استاد ابو معبد سے انکار نقل کیا ہے۔ حضرت ابو معبد نے عمرو سے کہا کہ میں نے تو اسے روایت نہیں کیا۔ وہ روایت یہ ہے۔

حضرت عبد اللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں ہم حضورؐ کی نماز ختم ہونا آپ کے بلند آواز سے اللہ اکبر کہنے سے پہچانتے تھے۔ اس روایت کے بارے میں استاد نے شاگرد سے روایت کرنے کی نفی کی

ہے صحیح مسلم میں ہے۔

قال عمرو بن دینار حدثنا عن ابن عمر قال لهما حدثك بهذا

ترجمہ: عمرو بن دینار کہتے ہیں میں نے اپنے استاد ابو عمرو سے اس روایت کا ذکر کیا اور کہا میں نے تو تمہارے پاس یہ روایت بیان نہیں کی۔

سوال: یہ روایت صحیح مسلم میں ہی نہیں صحیح بخاری میں بھی ہے بریلوی اسے وہاں سے پیش کرتے ہیں؟

جواب: صحیح بخاری میں بھی اسے عمرو بن دینار ابو عمرو سے روایت کرتے ہیں تو صحیح مسلم کی اس تفصیل سے صحیح بخاری کی یہ روایت بھی حنفیہ کے اصول پر لائق احتجاج نہیں رہتی۔

سوال: صحابہ کے عہد میں بعض مسجدوں میں یہ اجتماعی صورت میں کھڑے اور درود پڑھنے کا رواج ہو چکا تھا؟

جواب: صحابہؓ اس عمل میں سرگزشت ایک نہ ہوتے تھے اور جہاں ان کا بس چلے وہاں وہ ان بدعتوں کو مسجد سے نکال دیتے تھے جنہوں کی معتبر کتاب شامی میں ہے۔

صحیح عن ابن مسعود انه اخرج جماعة من المسجد يملكون ويصلون

على النبي صلى الله عليه وسلم جهرا وقال لهم ما اراكم الا مبتدعين

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود سے صحیح طور پر ثابت ہو چکا ہے کہ آپ نے کچھ لوگوں

کو جو مسجد میں کھڑے اور درود شریف بلند آواز سے پڑھ رہے تھے مسجد سے باہر

نکال دیا اور فرمایا تم مجھے بدعتی دکھائی دے رہے ہو۔

سوال: فرض نمازوں کے بعد بلند آواز سے ذکر کرنا کیا کبھی ائمہ اربعہ میں اختلافی مسئلہ رہا ہے آخر یہ

عمل کسی امام کے ہاں تو جائز ہو گا۔ سو اسے کر لیا جائے تو تہج کیا ہے؟

جواب: یہ عمل ائمہ اربعہ میں سے کسی کے ہاں بھی پسندیدہ نہیں، چاروں مذاہب کے لوگ اس کے

کمل کرنا چاہتا ہے تو یہ کیا اس کا حق نہیں کہ وہ اپنی نماز مسجد میں مکمل کر سکے۔ بریلویں کا اس پر یوں
برسنا کہ تو دیر سے کیوں آیا ہے۔ اس پر سے تمام کو بدلنا ہے جس کے لیے مسجدیں بنائی گئی ہیں۔

مشائخ علی پور کا بریلویوں سے اختلاف

علی پور ضلع سیالکوٹ میں دو بزرگ پیر جماعت علی شاہ نام کے ہر نے بڑے پیر صاحب کے
جانشین مولانا محمد حسین علی پوری ہرے جنہوں نے دورہ حدیث حضرت مولانا مفتی کنایت اللہ محدث پوری
سے پڑھا تھا اور علی پور کے دوسرے پیر جماعت علی شاہ ثانی صاحب کے نام سے معروف ہوئے۔ اب
اول و ثانی دونوں بزرگوں کے متعلق بریلوی سمجھے جاتے ہیں۔ حالانکہ ان دونوں بزرگوں نے جو حضرت بابا
غیر محمد تشبندی کے خلیفہ تھے کبھی مولانا احمد رضا خاں کو اپنا امام یا مجدد مانتے چہار دہم نہ مانا تھا۔ مولانا
احمد رضا خاں ذہنی طور پر حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ کو اپنا بزرگ نہ مانتے تھے اور یہ حضرت
حضرت مجدد الف ثانیؒ پر جان دیتے تھے۔ بڑے پیر جماعت علی شاہ صاحب نے اپنے آخری دنوں
میں علمائے دیوبند سے مصالحت کر لی تھی۔ یہ مصالحت لاہور میں کوہنوی، علمائے دیوبند کی طرف
سے اس میں سر شیل شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ تھے۔ اس صلح کی شہادت تاریخ میں محفوظ ہے۔
پیر جماعت علی شاہ صاحب مولانا احمد رضا خاں کی طرح مختار المسلمین نہ تھے۔ نہ وہ اس بات
کے حامی تھے کہ ہندوستان میں اہل سنت و اجماعت کو دو دھروں میں تقسیم کر کے شیعوں کو قوت فراہم
کی جائے۔ ان کا یہ فتوے نہ تھا کہ دیوبندیوں سے اسلام ملے گی کہنا اور ان سے ہاتھ لانا حرام ہے۔ اور
ان میں سے کوئی مر جائے تو اس کی تعزیت میں جانا بھی حرام ہے۔ آپ مشترک احمد میں علمائے دیوبند کے
ساتھ عام اُٹھتے بیٹھتے تھے۔

امرتسر کے مشہور علمائے دیوبند میں حضرت مولانا سہاؤ الحق قاسمیؒ (ہم کے نام سے
کرن واقف نہیں۔ آپ پاکستان کے مشہور صحافی جناب معمار الحق قاسمی کے والد مرحوم تھے۔ بڑا ناہنقا)

قاسمی کے والد مولانا علامہ مصطفیٰ العلماء کشمیر میں نہایت جلیل القدر اور عمیق العلم فاضل گزرے ہیں۔ آپ محضوم العلماء حضرت مولانا مفتی محمد حسن بانی جامعہ اشرفیہ لاہور کے استاد تھے۔

ایک صدی پہلے کی بات ہے حضرت مولانا غلام مصطفیٰ نے ۱۳۱۴ھ میں سکندریہ سیل پر عربی میں ایک رسالہ لکھا۔ اس کا اردو ترجمہ امرتسر کے مطبع چشمہ نذر نے ۱۹۰۱ء میں شائع کیا۔ اس کے اخیر میں جہاں فاضل جلیل حضرت مولانا احمد پسروری کے دستخط ہیں پیر جماعت علی شاہ کے دستخط بھی ساتھ ہیں۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ پیر جماعت علی شاہ صاحب نے کبھی اپنے آپ کو مولانا احمد رضا خاں کے درجہ میں آنے نہ دیا تھا۔ آپ پیر مہر علی شاہ صاحب کی طرح تفریق بین المسلمین کے قائل نہ تھے۔

علی پور کے پیر جماعت علی شاہ ثانی ان سے بھی زیادہ اعتدال پسند تھے۔ علی پور سیدال کے ان حضرات نے جب بریلویوں کی اس روش کو دیکھا کہ مسجدوں میں فرض نمازوں کے بعد باوجودیکہ مسبوق حضرات اپنی باقی ماندہ نماز پوری کر رہے ہوتے تھے بلند آواز سے ذکر کرتے ہیں تو انہوں نے اس پر بریلویوں سے کھلے بندوں اختلاف فرمایا۔ مدرسہ نقشبندیہ علی پور سیدال کے صدر مدرس مولانا غلام رسول نے ۳۰ دسمبر ۱۹۰۸ء کو اس پر فتویٰ صادر فرمایا۔ بلکہ آپ نے یہ بھی کہا کہ یہ اس اختراع پر عمل کرنے والے اس میں مولانا احمد رضا خاں کے مرقف پر بھی نہیں ہیں۔ مولانا غلام رسول صاحب نے فتاویٰ رضویہ ص ۵۹۶ سے مولانا احمد رضا خاں کی یہ عبارت نقل فرمائی ہے۔

بے شک ایسی صورت میں اس کو تہر سے منع کرنا فقط جائز نہیں بلکہ واجب ہے۔

پھر ص ۵۹۶ سے نقل کرتے ہیں۔

جہاں کوئی نماز پڑھتا ہو یا سوتا ہو کہ آواز پڑھنے سے اس کی نیند میں خلل آئے گا وہاں

لے آپ مولانا محمد سلیمان (مالک لڑکپنی انارکلی لاہور) سابق خلیفہ جامع مسجد مدینہ پراپی انارکلی لاہور کے والد مرحوم تھے۔ آپ نے امرتسر میں امام ربانی مجدد الف ثانیؒ کے محکمات شریف پر بہت محنت کی اور انہیں نو حصوں میں بٹی آپ و تاب سے شائع فرمایا۔ آپ بھی بانی مدرسہ حضرت مفتی محمد حسن صاحب غنیہ حضرت حکیم الامت برکے استاد تھے۔

قرآن مجید اور فطیہ ایسی آواز سے پڑھنا منع ہے۔

اور آخیں مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد ۲ ص ۲۴۳ طبع قدیم سے یہ عبارت پیش کی ہے۔

وفیه نظر من وجوه منها نسبة نفی مطلق الکراهة الى الامام الاعظم
وهو اختراع علیه اذ مذهبہ کراهة رفع الصوت فی المسجد ولولہ بالذکر
حیث لم یشوش علی المصلین اولم یکن هناك مصلون۔

ترجمہ۔ اور اس میں کئی وجہ سے اعتراض ہے ان میں سے ایک یہ ہے کہ مطلق کراہت
کی نفی کی نسبت امام اعظم کی طرف ہے وہ آپ پر بہتان ہے کیونکہ آپ کا مذہب
ہے کہ بلند آواز مسجد میں مکروہ ہے اگرچہ ذکر ہی کیوں نہ ہو خواہ وہاں نمازیوں
کو تشویش ہو یا نہ ہو یا نمازی ہوں یا نہ

مولانا غلام رسول صاحب صدر مدرس مدرسہ نقشبندیہ علی پور ستیال پھر اپنے سارے فتویٰ
کی تلخیص ان نکتوں میں پیش کرتے ہیں۔

تلخیص کلام یہ ہے کہ اکثر احناف بلکہ جمیع فقہاء کرام بلند آواز سے ذکر کرنے کو منع
کرتے ہیں جب کہ نمازیوں کی نماز اور سونے والوں کی نیند وغیرہ میں خلل پیدا
کرے۔ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی طرف کراہت کی نفی کی جو نسبت کی گئی ہے اس
کے متعلق رئیس الحنفیہ ملا علی قاریؒ تردید کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں کہ یہ امام اعظم
پر اقتراء اور بہتان ہے کیونکہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ہی یہ ہے کہ مسجد میں
بلند آواز سے ذکر ممنوع اور مکروہ ہے اگرچہ وہاں نمازی نہ ہوں۔ صاحب ہدایہ
جو کہ احناف کے عظیم فقیہ ہونے کے علاوہ فقہائے کرام کے پانچویں طبقہ اصحاب
ترجمہ سے ہیں۔ اصول بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ذکر جہراً بدعت ہے پھر جہاں
پر صرف ذکر جہراً مکروہ کہا گیا ہے وہاں مکروہ تحریمی مراد ہے کیونکہ ضابطہ یہ ہے
کہ جہاں پر مطلق کراہت ہو وہاں کراہت تحریمی مراد ہے۔ صاحب کبریٰ علیہ السلام

تحریمی پر نبض کر دی ہے اور کہہ رہے ہیں کہ یہ ائمہ کرام کا مختار اور مفتی یہ قائل ہے پھر اس طرح کا ذکر جو کہ صورت مسئلہ میں استفسار کیا ہے ایک اعتراضی اور وضعی اور جعلی صورت ہے جس کا ثبوت دور تک نہیں ملتا جب کہ طریقہ بنوید علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام اور تشریفی صورت اور سلف صاحبین کے خلاف ہے پھر فقہاء کرام کا مسئلہ ذکر بالجہر کو مکروہات صلوٰۃ کے عند ان کے تحت ذکر کرنا ہیئت کذا یہ کنی تائید بیگی کی واضح دلیل ہے کہ ایسا ذکر مکروہ تحریمی اور ناجائز ہے۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نور اللہ مرقدہ نے تو ایسے ذکر (صورت مسئلہ) کو اپنی من النکحہ کا فرد اور جزئی قرار دے کر ممنوع قرار دیا ہے تاکہ ایسے ذکر کی صورت جواز باقی نہ رہے۔ کیونکہ ایسے ذکر سے منع اپنی من النکحہ ہے اور ذکر کی ہیئت کذا یہ مذکورہ مسئلہ منکحہ ہے اور اس سے مانع امر بالمعروف کا مصداق ہے۔

حرمہ ۱ غلام رسول

صدر مدرس مدرسہ نقشبندیہ علی پور شریف ضلع سیالکوٹ

علامہ غلام رسول نے اس میں مرتجع طور پر اس عمل کو جو آج کل بریلویوں کی مسجدوں میں رائج ہے بدعت کہہ لیا ہے اب یہ تو مولانا محمود احمد رضوی ان سے پوچھیں کہ اصل ہر چیز میں اباحت ہے تم منع کی دلیل لاء قرآن و حدیث نے کہاں اس سے منع کیا ہے۔ ہم اس وقت اس اختلاف میں نہیں الجھتے کہ علی پور سیدال داولں نے اسے کیوں بدعت قرار دیا اور مولانا احمد رضا خاں نے اس سے منع کیا۔ نوٹ: مولانا غلام رسول صاحب نے پھر فتاویٰ نظامیہ جلد ۲ ص ۳۲ کو بھی اپنی تائید میں پیش کیا ہے ہم یہاں صرف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ بے علم مسلمانوں میں جو بدعت راہ پا چکی ہیں، ان میں یہ عمل بھی ایک بدعت ہے اور مکروہ تحریمی ہے۔

اب مولانا غلام رسول کے اس فتوے پر سجادہ نشین علی پور سیدال جناب میر اختر حسین شاہ صاحب کی یہ تقریر بھی ملاحظہ فرمائیں :-

محمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم۔

منفی قلام رسول صاحب صدر مدرس مدرسہ فقہیہ ملی پورستیدال نے نہایت محققانہ عالمانہ تحقیق کے ساتھ ثابت کر دیا ہے کہ فرض نماز پڑھنے والوں کے پاس کسی قسم کا کوئی مرد و عیضہ تلاوت قرآن مجید یا ذکر اذکار جو نمازی کی فرض نماز میں غلط انداز ہوں اور اس کو بھلا دیں اور اس کے خیال کو بہکا دیں یا کسی بیمار یا دنیادی کام کاج میں مشغول یا ناظم یعنی سونے والا ہو تو اس کو بیزار کر دیں اور وہ اس کے سننے کے لیے فارغ نہ ہوں۔ ایسے مواقع میں قرآن پاک کا پڑھنا منع ہے بلکہ نہ سننے والے کا گناہ بھی پڑھنے والے کے ذمہ ہے۔ میں نے دیکھا ہے منفی صاحب مذکور نے نہایت عمدہ طریقہ سے فقہ کے جزئیات مجہ حوالہ جات نقل کئے ہیں۔

حنفی المذہب ان کا انکار کس طرح کر سکتا ہے۔ فقہ کے تمام دلائل دیکھنے اور سننے کے باوجود اگر کوئی حنفی المذہب انکار کرے تو یہ اس کی دیدہ دلیری ہے اور پھر وہی رٹ لگائے اور اس پر عمل کرے تو وہ حنفی کہلانے کا مستحق نہیں ہے۔ البتہ اہل حدیث یا دہلوی کہلانے کا مستحق ہے کیونکہ وہ تمام فقہ کا انکار کر رہا ہے اور امام کے فرمان اور فقہائے کرام کے جزئیات کو ٹھکرا رہا ہے۔ بلکہ اپنی ضد اور سبٹ دھرمی پراڈا ہو رہا ہے اور اپنے پورچ دلائل کو اور من گھڑت باتوں بلکہ قصہ کہانیوں سے اپنے مدعا کو ثابت کر رہا ہے۔ مقلدین کے پاس اپنے امام کے اقوال سے بڑھ کر اور کیا دلیل ہو سکتی ہے۔

امدیس حالات تمام احناف سے ادب کے ساتھ گزارش ہے کہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اقوال پر عمل پیرا ہو جائیں یا پھر حنفی کہانا بھڑکیں۔ خاص طور پر تناظر و کریں کہ خاص حنفی المذہب صحیح مقلدین پر بہتان طرازی سے باز آجائیں۔ وما علینا الا البلاغ
سید اختر حسین جماعتی علی پوری ضلع سیالکوٹ۔

پھر اس پر مولانا محمد اسماعیل صاحب جماعتی علی پوری اور جناب سید افضل حسین شاہ جماعتی علی پوری اور حافظ ذئاب دین صاحب ملی پوری کے بھی تصدیقی دستخط ہیں۔ مزید تفصیل کے لیے علی پور کے رسالہ انوارِ صفیہ کے ۱۹۷۹ء کا جنوری فردی کا شمارہ ۲۵ سے ۳۷ تک ملاحظہ فرمائیں۔

بریلوی علمائے احناف کے مقابلہ میں حضرت ابن عباسؓ کی جس حدیث کو لیے پھرتے ہیں کہ ہم آنحضرتؐ کی نماز کا اتمام ذکر بالجہر سے پہچانتے تھے وہ تنفیہ کے اصول پر لائق استدلال نہیں ہے معلوم نہیں بریلوی ضرورت کے موقع پر کیوں اہل حدیث ہوجاتے ہیں۔

استاد جب انکار کر دے کہ میں نے یہ حدیث روایت نہیں کی تو شاید کتنا ہی ثقہ کیوں نہ ہو اس کی روایت کمزور پڑ جائے گی اور یہی حال حضرت ابن عباسؓ کی اس روایت کا ہے۔ گو اسے امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ دونوں نے روایت کیا ہے۔ امام نوویؒ (۷۴۶ھ) اس حدیث پر لکھتے ہیں:-

فی احتیاج مسلم بهذا الحديث دليل على دهابه الى حصه الحديث الذي

يروى على هذا الوجه مع انكار المحدث له اذا حدث به عنه ثقة

وخالقه الكرخي من اصحاب ابى حنيفة رضي الله عنهما فقال لا ينجح به .

ترجمہ: امام مسلم کا اس حدیث سے عجت پکڑنا بتلاتا ہے کہ آپ اس حدیث کی صحت کے

قابل تھے جو اس طرح مروی ہو کہ استاد انکار کرے اور اس سے کوئی ثقہ روایت

کر رہا ہو اور امام ابوحنیفہ کے اصحاب میں امام کرخی نے اللہ ان دونوں کے راضی

ہو اس کی مخالفت کی ہے اور کہہا ہے کہ اس حدیث سے احتجاج نہ کیا جائے۔

نوٹ: اصولِ تنفیہ پر یہ پختہ راوی صرف اسی روایت میں ساقط الاعتبار ہوگا نہ کہ ان

تمام روایات میں بھی جن میں شیخ روایت کا کہیں انکار نہ ہو۔

لا یتحد ذلك في باقي احاديث الراوى كما صرح به المحدثون.

مسجد میں اصلاً نمازوں کے لیے ہیں۔ یہاں کوئی عمل جو مسبق کی نمازوں کو خراب کرے ہرگز نہ ہونا چاہیے۔ انوس کہ بریلویوں نے اس بدعت ظلماء سے اپنی مسجدوں کو وحشت کے مورچے بنا رکھا ہے۔

② جنازہ کے ساتھ ساتھ بلند آواز سے کلمہ پڑھنا

مولانا احمد رضا خاں کے غلیفہ مولانا نعیم الدین مراد آبادی کے جانشین مفتی احمد یار خاں لکھتے ہیں:-
 عن ابن عمر قال لم یکن یُسمع من رسول الله صلى الله عليه وسلم وهو
 یمشی خلف الجنائز الا قول لا اله الا الله مبدئاً وراجعاً۔ اگر یہ حدیث
 ضعیف بھی ہو پھر بھی فضائل اعمال میں مجتہد ہے۔
 ترجمہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی جنازہ
 کے پیچھے چل رہے ہوتے تو جالتے اور آتے کبھی لا الہ الا اللہ کے سوا کچھ نہ پڑھتے۔

جواب

بریلویوں نے فقہ کی کتابیں چھوڑ کر حدیث سے براہ راست استدلال کرنے کی غیر متقلدانہ روش
 تو اپنائی لیکن یہ سمجھ نہ پائے کہ حدیث جاننے کے لیے اس کے راویوں کا علم ہونا بھی ضروری ہے اور یہ
 بھی کہ اس کی اپنے موضوع پر دلالت واضح ہے یا نہ۔
 یہ حدیث صرف ضعیف نہیں اس کی سند میں ابراہیم بن ابی حمید ہے جو جعلی حدیثیں وضع
 کرتا تھا۔ امام ابو نعیمؒ کہتے ہیں:-

كان يضع الحديث۔

ثانیاً۔ اس میں یہ کہاں ہے کہ آپ کلمہ اپنی آواز سے پڑھتے تھے۔ بہت قریب کا آدمی سن

لے تو اس سے جہر کا ثبوت کیسے ہو گیا۔

حضرت امام محمدؒ کہتے ہیں صحابہ کرامؓ تین موقوف پر آواز ادا بھی کرنے کو مکروہ سمجھتے تھے جنازہ کے ساتھ۔ جنگ کے وقت اور اللہ کا ذکر کرتے ہوئے۔

كان اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم يكرهون الصوت عند ثلث
الجنائز والقتال والذكر

حضرت زید بن ارقمؓ (۷۶۶ھ) خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی نقل کرتے ہیں آپؐ نے فرمایا :-

ان الله يحب الصمت عند ثلث عند تلاوة القرآن وعند الزحف و
عند الجنائز

ترجمہ۔ بے شک اللہ تعالیٰ تین موقوفوں پر خاموشی کو پسند کرتے ہیں۔ ذکر و تلاوت کے وقت۔ جنگ کے وقت اور جنازہ کے موقع پر۔

فہمائے احناف کا موطے بھی یہی ہے۔ علامہ ابن نجیمؒ (۹۶۹ھ) کہتے ہیں:-

ويكره رفع الصوت بالذكر وقرأة القرآن وغيرهما في الجنائز والكراهة
فيها كراهة تجزيم

ترجمہ۔ جنازہ کے ساتھ آواز بلند کرنا۔ ذکر کے ساتھ ہر یا تلاوت قرآن کے ساتھ یا کسی اور کلمہ کے ساتھ یہ سب مکروہ ہے۔ اور مکروہ تحریمی ہے۔

ہاں اگر کوئی شخص جنازہ کے ساتھ آہستہ آواز سے اللہ کا ذکر کرتا ہے تو اس میں حرج نہیں۔ فہمائے کرام نے اس کی اجازت دی ہے۔ قتاد نے قاضی خاں میں ہے:-

ويكره رفع الصوت بالذكر فان اراد ان يذكر الله يذكر في نفسه

ترجمہ۔ اد بھی آواز سے (جنازہ کے ساتھ) اللہ کا ذکر کرنا مکروہ ہے اگر کوئی ذکر کرے

۱۔ میر کبیر جلد ۸۹ ص ۱۹۹ تفسیر ابن کثیر جلد ۲ ص ۱۹۹ ۲۔ البحر الرائق جلد ۲ ص ۱۹۹ ۳۔ فتاویٰ قاضی خاں جلد ۱ ص ۱۹۹

کہ اپنے جی میں ذکر کرے۔

بریلوی علماء کو بھی معلوم ہے کہ مطلق ذکر سے ذکر بالجہر ثابت نہیں ہوتا۔ جنازہ کے ساتھ باتیں کرتے جانا درست نہیں ذکر میں مشغول رہنا بہتر ہے۔ لیکن ان کے پاس ذکر بالجہر کی کوئی دلیل نہیں ہے۔

عبودا مولوی محمد معصوم صاحب اچھروی نے یہ دلیل وضع کی ہے۔

ذکر جہری بالیسیت کہنا اہل سنت کے لیے ضروری ہے کیونکہ مسلمانوں کو دعا پانی اور خفی کے جنازے کا علم ہو جائے۔

کسی مرحوم کے لیے کوئی شخص مرثیہ کہے اور اس میں اپنے علم کا اظہار کرے یا اس کی منقبت بیان کرے تو اس کی فقہانہ نے اجازت دی ہے مگر اس کا جنازے سے کوئی تعلق نہیں۔ مولانا محمد عمر نے اس اجازت کو بھی جنازے کے ساتھ جوڑ دیا ہے۔ فرماتے ہیں:۔
تم اپنے جنازہ کے ساتھ فقہانہ کی اتباع میں مرثیہ خوانی کر لیا کرو۔

نماز میں بدعت کی راہیں

اس سے آپ اس بے چارگی کا اندازہ کریں جس میں یہ بریلوی علماء مبتلا ہیں کہ دلیل بنے نہ بنے یہ بہر حال کچھ نہ کچھ کہے جاتے ہیں اور یہی بریلویت کی حقیقت ہے۔

① اذان میں صلوٰۃ و سلام کا اضافہ

اسلام میں عبادات سب ترقیقی ہیں جن کا صحابہ کرامؓ سے منقول و ماثور ہونا ضروری ہے۔ راہ حق کی تعیین حضرت خاتم النبیینؐ نے مانا انا علیہ و اصحابی سے کر دی ہوئی ہے اور یہ بات اپنی جگہ پختہ ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی اذان میں صلوٰۃ و سلام ہرگز نہ تھا۔ نہ شیعہ اذان میں

نہ آخر اذان میں نہ درمیان میں — اذان میں اگر کچھ بھی اضافے کی گنجائش ہوتی تو اذان کے آخری جملے
 لا الہ الا اللہ کے ساتھ کلمہ رسالت محمد رسول اللہ ضرور ملا لیا جاتا۔ جب یہ نہیں تو کوئی اور
 کلمہ یا صلوٰۃ و سلام اس حکم میں نہیں کہ اسے اذان میں داخل کیا جاسکے۔

بریلوی مولویوں کا طریق واردات

بریلوی مولویوں میں جب دین میں کوئی نئی چیز داخل کرنی ہو تو وہ عام طور پر اسے شخصیں کی
 راہ سے لاتے ہیں ان کا دعوے خاص ہوتا ہے لیکن اس پر دلیل وہ عام لاتے ہیں کسی عمل کو کسی
 خاص وقت سے یا کسی خاص بہنیت سے مخصوص کرنے کا حق صرف شریعت کہے گا اس نے اسے
 کسی خاص وقت یا کسی خاص بہنیت سے خاص نہیں کیا تو بریلوی اسے کسی خاص وقت سے خاص
 کر کے ایک بدعت کیوں کھڑی کر دیتے ہیں اور جب ان سے اس کی دلیل پوچھی جائے تو وہ دلیل
 میں لاتے ہیں ان عموماً کہ جن کا اس خاص وقت یا خاص بہنیت سے سرے سے کوئی تعلق نہیں
 ہوتا — بات چل رہی ہوتی ہے اذان کے ساتھ صلوٰۃ و سلام پڑھنے کی اور وہ آیت پڑھنی
 شروع کر دیتے ہیں جس میں مطلق درود و سلام پڑھنے کا حکم ہے۔ اب یہ لوگوں کو مخالف دینا نہیں تو
 اور کیا ہے۔ دعوے خاص اور دلیل عام۔

عوام کو چاہیے کہ وہ ان کے اس طریق واردات سے آگاہ رہیں جب وہ اس طرح مخالف
 دین تو انہیں صاف کہیں آپ کا دعوے خاص ہے آپ اذان کے ساتھ درود و سلام پڑھتے
 ہیں اور آپ جو دلیل پیش کر رہے ہیں یہ عام ہے اس میں اذان کا کوئی ذکر نہیں۔ سو آپ کے
 دعوے اور دلیل میں کوئی مطابقت نہیں ہے۔

افسوس کہ مولانا احمد رضا خاں بھی اسی راہ پر چلے ہیں۔ بات اذان کی ہو رہی تھی آپ مطلق
 درود کو لے بیٹھے۔ دیکھئے کتنی دُھنائی سے لکھتے ہیں :-

جس امر کا اللہ عزوجل قرآن مجید میں مطلق حکم دیتا ہو اور خود اپنا اور اپنے ملائکہ کا

کافل بتاتا ہو اسے (اذان کے ساتھ پڑھنے کو) بدعت کہہ کر منع کرنا نہیں ہمارا
 کا کام ہے اور وہاں یہ گمراہ نہ ہوں گے تو ابیں بھی گمراہ نہ ہوگا اس کی گمراہی
 ان سے ملتی ہے بلکہ

دیکھئے اعلیٰ حضرت کس دے انداز میں شیطان کی خیر خواہی کر گئے ہیں۔ بریلویوں کا یہ بھی
 عقیدہ ہے کہ شیطان نماز پڑھتا ہے اور وہ بھی دکھانے کے لیے نہیں بلکہ اس لیے کہ شاید اس کی
 مغفرت ہو جائے۔

شیعوں کی اذان کا بہانہ

بعض نادان بریلوی کہتے ہیں کہ چونکہ اشاعری شیعوں نے اپنی اذان میں خلافت علی بلا فضل
 کا اضافہ کر رکھا ہے۔ اس لیے ہم اپنی اذان میں اضافہ کیوں نہ کریں۔ مصر میں فاطمیوں نے جو اسامیٰ علی عقیدہ
 رکھتے تھے۔ اذان میں السلام علی الملک الظاہر کا اضافہ کر رکھا تھا۔ سلطان صلاح الدین الیوبیؒ
 نے اسے بدل کر بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوة و سلام شروع کر دیا تو ہمارا یہ اضافہ اب صرف
 شیعوں کے مقابل میں ہیں۔

جو نابارض ہے کیا متہارے لیے شیعہ ہی مشعل راہ رہ گئے ہیں۔ تم کہاں تک ان کے پیچھے چلے گئے
 ہمارے لیے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ما انا علیہ واصحابی کو سنگ میل بنایا تھا تم شیعوں کو اپنا پیشوا
 بنا بیٹھے شیعوں میں ایک فرقہ منفرد گزرا ہے جس نے اذان میں اضافہ کیا تھا۔ اشاعری شیعہ محدث
 شیخ صدوق ابن بابویہ المتی (۵۳۸) نے من لایحضرہ الفقیہ میں اس کی پرزور تردید کی ہے اور لکھا کہ
 حضرت علیؑ بے شک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حق ولایت رکھتے ہیں۔ لیکن یہ جملہ اذان میں سے نہیں
 اسے اذان میں کیوں داخل کر دیا گیا ہے۔ ابن بابویہ قتی نے اس پر صریح لفظوں میں منوعہ پر لعنت
 کی ہے۔

سلطان صلاح الدین ایوبی نے جب اسماعیلیوں پر فتح پائی تو اسے پھر سے ان کی بغاوت کا اندیشہ تھا۔ وہ نہ چاہتا تھا کہ دیہات اور صحرا کی آبادیوں میں یہ بات چلے کہ سلطان نے اذان میں صلوٰۃ و سلام جدا کر دیا ہے۔ اس نے اس سیاسی مصیبت سے اس بدعت کا کچھ امالہ کر دیا کہ اب سبائے اسماعیلیوں کے امام ظاہر کے صلوٰۃ و سلام حضرت خاتم النبیین پر پڑھا جانے لگا اور پھر جب حالات درست ہو گئے تو یہ صلوٰۃ و سلام بھی مصر کی اذانوں سے جاتا رہا۔ اور آج مصر میں یہ کسی مسجد میں اذان کے ساتھ نہیں پڑھا جاتا۔ اس سے پتہ چلا کہ وہ محض ایک وقتی مصیبت تھی۔

اذان کے بعد صلوٰۃ و سلام کہنا یہ آٹھویں صدی کی یاد ہے۔ اس سے پہلے یہ کہیں نہ تھا۔ خود مولانا احمد رضا خاں لکھتے ہیں:-

در مختار میں ہے۔ والتسلیم بعد الاذان حدث فی ربيع الآخر ۱۱۷۷ سبغ مائتہ واحدی وثمانین فی حشا و لیلة الاثنین ۱۱

اب آپ ہی حمد فرمائیں جو چیز اسلام کی پہلی سات صدیوں میں کہیں نہ پائی گئی نہ کہیں نہی گئی۔ وہ اسلام میں کیسے مستحسن ہو گئی۔ استحسان اور استحباب شرعی کچھ ہیں۔ ان کے لیے دلیل شریعت سے ہونی چاہیے کسی بادشاہ کا فرمان اس کے لیے کافی نہیں ہو سکتا ہے اس کے کسی مجبوری میں فیصلہ کیا ہو۔

پاکستان میں پیر جماعت علی شاہ صاحب (علی پر ضلع سیالکوٹ) کے پیروؤں نے اس مسئلہ پر بریلویوں کی کھل کر مخالفت کی ہے۔

اذان کے ساتھ درود ملائے کی ایک بریلوی دلیل

سہاسیال منیر سرگودھا کے علاقہ میں ایک بریلوی شیخ الحدیث بکرمجہ اس حدیث سے اپنی مفروضہ اذان ثابت کرتے سنائی دے رہے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ (۷۶ھ) کہتے ہیں کہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا۔

اذا سمعتم المؤذن فقولوا مثل ما يقولوا ثم صلوا علی فانہ من صلی علی صلوۃ
صلی اللہ علیہ بہا عشر اہل

ترجمہ: جب تم مؤذن کو (اذان دیتے) سنو تو تم بھی وہ کلمات کہو جو وہ مؤذن کہہ رہا
ہے پھر تم مجھ پر درود پڑھو جو مجھ پر ایک دفعہ درود پڑھے اللہ تعالیٰ اس پر دس
رعیشیں بھیجتا ہے۔

بریلوی استدلال

اس حدیث سے پتہ چلا کہ درود شریف سے ایک بڑی مناسبت ہے۔ اذان کے ساتھ اسے
پڑھنا بڑا ہی مناسب ہے۔ اذان کے بعد ہم اس لیے درود پڑھتے ہیں کہ سب سننے والوں کو اس طرف
توجہ ہو جائے اور وہ بھی پڑھیں سو یہ ہمارا پڑھنا تعلیم ہے۔

انجواب

یہ درود شریف پڑھنے کا حکم اذان سننے والوں کو ہے اذان دینے والے کو نہیں۔ اذان ایک دعوت
اور اعلان ہے۔ دعوت اور اعلان کی اصل یہ ہے کہ وہ جہرا ہو تاکہ دوسرے کو پتہ چلے اور درود شریف پڑھنا
لے سننے والی داد و جلد اداۃ صحتہ کے فرمایا۔ المؤذن لیفعلہ مدی صوتہ۔ مؤذن کی اس حد تک منفرد
ہوتی ہے جہاں تک اس کی آواز پہنچے۔ (رداء ابو داؤد)

ایک دعا ہے اور دعا کا مزاج یہ ہے کہ وہ آہستہ ہو۔ اذان سننے والے جس طرح آہستہ آواز سے کلمات اذان ساتھ ساتھ دہراتے ہیں، اسی آواز سے وہ آگے درود شریف پڑھیں گے۔ مؤذن با آواز بلند درود شریف اذان کے ساتھ تلائے۔ یہ بات کہاں سے نکل آئی۔ اس پر غور کیجئے۔

② جو بات تعیناً با آواز بلند کہی جائے وہ کچھ دنوں بعد تھوڑی سی حاتی ہے تاکہ عبادت اپنی اصل پر آجائے۔ آنحضرتؐ نے آمین بھی با آواز بلند کہی تاکہ مقتدیوں کو آمین کے محل اور تلفظ کا پتہ چل جائے۔ پھر جو آمین سنت قائمہ قرار پائی۔ وہ اب تک اصناف کے ہاں آہستہ آواز سے کہی جاتی ہے۔

اِذَا دُعِيَ بِالْدُعَاءِ الْمَأْثُورِ جَهْرًا وَمَعَهُ الْقَوْمُ لِيَتَعْلَمُوا الدُّعَاءَ لَا يَأْسُ بِهِ وَاذْ تَعْلَمُوا
حِينَئِذٍ يَكُونُ جَهْرًا الْقَوْمُ بِدَعَاةٍ ۝

ترجمہ جب امام ایسی دعا میں جو آثار میں ملتی ہیں بلند آواز سے مانگے اور قوم بھی اس کے ساتھ اسی طرح کریں تاکہ وہ سیکھ جائیں تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ ہاں جب وہ سیکھ لیں تو اس وقت ان کا بلند آواز سے دعا کرنا بدعت ہوگا۔

③ آپ بریلویوں کی مسجدوں میں آج کل جو اذان کے ساتھ صلوٰۃ وسلام لاتے ہیں وہ اذان سے پہلے پڑھتے ہیں اذان کی باری بعد میں آتی ہے اسے شفعہ صلوٰۃ اعلیٰ کا تمسک تمنا کی صاحبِ علم کا کام نہیں ہو سکتا۔ پھر صحابہ کرامؓ نے حضورؐ کے اس ارشاد پر کبھی عمل کیا یا نہیں۔ اس ارشاد کے اولین مخاطب وہی تھے کیا کبھی انہوں نے اپنی اذانوں میں کلمات اذان کے ساتھ کبھی درود وسلام بلند آواز سے ملایا تھا؟ غایتِ بدوا یا اولیٰ الابصار۔

ذکر اور درود میں فرق

اصل ذکر اور درود دونوں میں یہ ہے کہ آہستہ آواز سے ہو۔ البتہ بعض حالات میں گہرے بلند آواز سے بھی جائز ہے۔ بشرطیکہ اس سے مسجد میں کسی قرآن پڑھنے والے کو کسی نماز پڑھنے والے کو اور

کسی سونے والے مشکف کو کوئی تکلیف نہ ہو۔ لیکن درود شریف کبھی با آواز بلند پڑھنے کی اجازت نہیں۔ اسے ہمیشہ آہستہ ہی پڑھنا ہوگا۔ فقہ حنفی میں یہ مسئلہ مرحمت سے موجود ہے۔

والسنة ان يخفي صوته بالدعاء ۱

ترجمہ۔ اور سنت طریقہ یہ ہے کہ دعا کے لیے اپنی آواز کو آہستہ رکھے اور روشنی

اقدس پر جب صلوٰۃ وسلام عرض کرے تو ادب ملحوظ رکھے۔

ولا يرفع صوته ولا يقتصد ۲

ترجمہ۔ اور صلوٰۃ وسلام میں اپنی آواز اونچائی نہ کرے۔ اور میانی آواز نکالے۔

یعنی بالکل آہستہ بالکل دبی آواز سے صلوٰۃ وسلام عرض کرے۔ یہ گلے پھاڑ پھاڑ کر درود و

سلام کہنا امد سے اذان کی طرح تہر کہ نہ اس سے زیادہ آداب درود کی ہے جتنی کیا ہوگی۔

ہدایہ کی مخرج فتح القدیر میں ہے۔

ويستحب ان يصلي على النبي المعلم للخير صلى الله عليه وسلم اذا فرغ

من تلبية ويخفض صوته بذلك ۳

ترجمہ۔ امد مستحب ہے کہ تلبیہ سے فارغ ہو کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر خیر سکھانے

والے ہیں ان پر درود پڑھے اور درود پڑھتے آواز آہستہ رکھے۔

علماء اختلاف تہر کہیں کہ درود شریف کا (برجہ دعا ہونے کے) مزاج یہ ہے کہ اسے نہایت

دبی آواز سے پڑھا جائے اور یہ نام کے حنفی اذان کے ساتھ درود وسلام اتنی بلند آواز سے گلا پھاڑ

پھاڑ کر پیش کرتے ہیں۔ علامہ ابن نجیم (۹۶۹ھ) الرحیقۃ ثانی بھی کہا جاتا ہے وہ بھی لکھتے ہیں۔

ثم اذا احرم صلى على النبي صلى الله عليه وسلم عقب احرامه سراً و

لهكذا يفعل عقب التلبية ۴

۱۔ فتاویٰ مالگیری جلد ۲ ص ۲۳۱ ۲۔ ایضاً کتاب النساک جلد ۲ ص ۲۴۵ ۳۔ فتح القدیر جلد ۲ ص ۱۴۱

۴۔ البحر الرائق جلد ۲ ص ۲۳۱

ترجمہ: پھر جب احرام باندھ لے اور محرم ہو جائے تو اس کے متصلاً بعد (نہایت آہستہ سے) جیسے کوئی راز کی بات ہو درود شریف پڑھے اور اسی طرح آہستہ آواز سے لبیک کے بعد بھی درود شریف پڑھے۔

کشتی بچکے کھانے لگے اور مسافر گھبرا جائیں تو ذکر آہستہ آواز سے کریں۔ لڑائی کے وقت بھی ذکر الہی نہایت آہستہ آواز سے ہو اور درود شریف میں توفیق اسی میں ہے کہ آہستہ ہو گلا چھاڑ پھاڑ کر نہ ہو۔ نیز لاؤ سپیکر پڑھا جائے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔

والا خفاء افضل عند الفزع في السفينة وملاعبتهم بالسيف وكذا
الصلاة على النبي صلى الله عليه وسلم

ترجمہ: کشتی میں گھبراہٹ کے وقت بھی آہستہ اللہ کا ذکر کرے۔ تلواروں سے کھیلنے کے وقت بھی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھتے وقت بھی آواز کو آہستہ رکھے۔

درود شریف بلند آواز سے پڑھنا پھر اسی آواز میں جس میں اذان کہتے ہیں اس کا فقہ حنفی میں رائی کے دانے کے برابر جواز نہیں ملتا۔ چہ جائیکہ اسے حنفی مذہب کا نشان سمجھا جائے۔ ہاں کوئی خود کہنے پر ضد کر لے تو ہم اس کا کیا کر سکتے ہیں۔

تبلیغ تو اس آواز سے نہیں کہا جاتا جس میں اذان کہتے ہیں یہ ایسی آواز سے کہتے ہیں کہ ساتھ والے سنتے ہیں درود والے نہیں اور درود شریف کے بارے میں حکم ہے کہ اسے تبلیغ کی آواز سے بھی آہستہ آواز میں پڑھا جائے۔ دسویں صدی کے مجدد ملا علی قاری علیہ رحمۃ ربہ المبارک بھی لکھتے ہیں۔

روی الدارقطني والبيهقي انه عليه السلام كان يصلي على نفسه بعد التلبية
وليستحب ان يكون صوته به اخفض من التلبية

ترجمہ۔ دارقطنی اور بیہقی روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی لمبیک پکارنے کے بعد اپنے اوپر خود بھی درود پڑھتے تھے اور مستحب یہ ہے کہ درود پڑھنے کی آواز تبلیسی کی آواز سے بھی دینی اور بخیر ہو۔

حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ نے کچھ لوگوں کو مسجد میں بلند آواز سے درود پڑھتے دیکھا تو علی الاطلاق فرمایا۔ ما اراکم الا مبتدعین۔ تم سب بدعتی ہو۔ یہ کہا اور انہیں مسجد سے نکال دیا۔

ان تفصیلات سے یہ بات کھل کر آپ کے سامنے آگئی ہوگی کہ یہ موقوف صرف اذان میں صلوٰۃ وسلام کے اضافے کا نہیں۔ درود وسلام کو جہر سے پڑھنے کا بھی ہے اور یہ وہ صورتِ عمل ہے جس کی نقہ حنفی میں خود انکشاف نہیں ہے۔

مور بریلوی مساجد کا ٹیبل کرئوزن اذان کی آواز کے ساتھ درود وسلام پڑھتا ہے۔ ایسی بدعت ہے کہ اہل السنۃ والجماعہ کی مقلوں میں اس کے لیے کوئی مقام نہیں۔ اہل السنۃ والجماعۃ اور بریلویوں کا یہ اختلاف ایک اصولی اختلاف ہے یہ کوئی برسرِ راہے کا اختلاف نہیں۔

لہذا ما عندی وعند الناس ما عندہم واللہ علیٰ ما اقول شہید۔

میں سال سب سے پہلے اذان میں صلوٰۃ وسلام تلا یا گیا اور یہ سنتِ اسلام پہلی دفعہ مجروح ہوئی تو امام سیوطیؒ کے بیان کے مطابق بنی نوع انسان میں پہلی جنسی تبدیلی اسی سال واقع ہوئی۔ لڑکیاں لڑکے بننے لگے اور لڑکے لڑکیاں اور آج کل کی یہ مخلوط نسا اذان کو مخلط نطق کرنے کی واقعی ایک قومی سزا ہے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔ یہ سن ۸۱، مرتھا۔ جب اہل سنت کی اذان پہلی دفعہ کسی اضافے سے مخلوط کی گئی۔

② اذان میں حضورؐ کے نام پر انگوٹھے چومنا

بریلویوں میں ایک یہ بدعت بھی پائی جاتی ہے کہ اذان سنتے وقت وہ اپنے انگوٹھوں کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے انگوٹھے قرار دے کر سہایت محبت اور عقیدت میں ان انگوٹھوں کو چومتے ہیں۔ اب اپنے انگوٹھوں کو حضورؐ کے انگوٹھے قرار دینے کی اس گستاخی پر ان کی ایک دلیل ملاحظہ ہو۔

سید الکائنات نے کیا بیعت رضوان کے موقع پر کیا اپنے ہاتھ کو سیدی حضرت عثمانؓ کا ہاتھ نہ ٹھہرایا؟ کیا سید الکائنات نے پھر اپنے دائیں ہاتھ سے سیدی حضرت عثمانؓ کی بیعت نہ لی؟ اگر ہم اپنے انگوٹھوں کو اذان میں حضور سید الکائناتؓ کے انگوٹھے سمجھ کر انہیں بوسہ عقیدت دیں تو یہ ناہانہ کیسے ہو گیا کیا صحیح بخاری میں اس کی اصل نہیں ملتی کہ سید الکائنات نے اپنے ہاتھ کو سیدی حضرت عثمانؓ کا ہاتھ نہ ٹھہرایا اور پندرہ سو صحابہؓ نے اس پر سکوت کیا کسی نے نکیر نہ کی۔ کیا صحابہؓ کا اجماع محبت نہیں ہے؟

غیر مجتہد جب اجتہاد پر آجائے تو ایسے ہی گم گھٹاتا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے پیغمبر ہیں۔ اللہ کے پیغمبر کا حکام اللہ تعالیٰ کی چٹاغت اور عصمت کے سائے میں ہوتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بیعت رضوان میں جو حضرت عثمانؓ کی بیعت لی یہ وحی الہی سے تھی۔ گو یہ وحی غیر متلد تھی اور اس طرح حضرت عثمانؓ کے مثالی ہاتھ پر اللہ رب العزت کا ہاتھ تھا اس کا ذکر وحی متلد (قرآن کریم) میں موجود ہے۔

پھر حضرت عثمانؓ کا حضور رسالت مآبؐ کا احترام ملاحظہ ہو۔ آپ فرماتے ہیں: میں نے جب سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کی میں نے اپنے اس ہاتھ سے شرمگاہ کو نہیں چھوڑا۔

لے کشتہ بار واجب الاعتبار (مولانا) مختار احمد مطبوعہ کانپور لے رواہ ابن ماجہ ص ۲

اب کئی ان اہل بدعت سے پوچھے کہ جب تم اذان میں اپنے انگوٹھوں کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے انگوٹھے قرار دیتے ہو تو پھر کیا تم اپنے ان ہاتھوں سے استسجا نہیں کرتے؟ کیا مہتابی احترام مصطفیٰ ہے؟ اور کیا مہتابیے پاس بھی کوئی وحی آئی ہے کہ مہتابیے انگوٹھے حضور سرور کائنات کے انگوٹھوں کے درجہ کو پہنچ گئے ہیں؟ کچھ تو خدا کا خوف کرو اور حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی اس گستاخی سے بچو۔

پھر اپنی اس گستاخی پر بریلویوں نے ایک موضوع ردِ ایت کا سہارا لے رکھا ہے اس پر عمل کرنے سے پہلے بریلویوں کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد پر پوری نظر رکھنی چاہیے۔
 من کذب علی متعمداً فلیتبوا مقعده من النار۔
 جو جو جس نے جانتے بُرے جھوٹ باندھا اسے چاہیے کہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے۔

حضرت ابو بکر صدیق اپنی تمام زندگی میں حضور کے ساتھ اس طرح چلے ہیں جیسے سایہ اپنی اصل کے ساتھ چلتا ہے۔ سو حضرت ابو بکرؓ پر جھوٹ باندھنا بھی جہنی ہونے کا ہی ایک نشان ہے۔ وہ موضوع روایت یہ ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جب مؤذن کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لیتے سنا تو آپ نے اپنی انگلیوں کے باطنی حصے کو چوما اور آنکھوں سے لگا یا۔ یہ روایت علامہ ذہبیؒ کی کتاب منہ الغررؒ کے حوالے سے نقل کی جاتی ہے۔

فن حدیث میں جو کتابیں موضوعات (گھڑی ہوئی احادیث) پر لکھی گئی ہیں ان میں علامہ طاہریؒ کی تذکرۃ الموضوعات اور علامہ قاریؒ کی موضوعات کبیر بہت معروف ہیں۔ ان دونوں میں علی الترتیب ص ۳۶ اور صفحہ ۲۱۲ پر یہ روایت لایا گیا کہ کہہ کر نقل کی گئی ہے۔ اس کا ان موضوعات کی کتابوں میں اس طرح نقل ہونا جاتا ہے کہ یہ روایت موضوع ہے۔ موضوعات کی بحث میں جب کسی حدیث کے تعلق کہا جائے لایا ص ۱۱ اور آگے اس کے من یا ضعیف ہونے کا کوئی ذکر نہ ہو تو اس سے مراد اس

حدیث کا سرے سے نہ ثابت ہونا ہی ہوتا ہے۔ یہ نہیں کہ اس سے حسن یا ضعیف ہونے کی نفی نہ ہو اور ان کتابوں کا اسلوب سمجھنے والوں پر یہ بات مخفی نہیں ہے۔ یہاں لایصح کا مطلب یہی ہے کہ یہ روایت سرے سے ثابت نہیں۔ علامہ سخاویؒ نے اسے مقاصد میں بھی نقل کیا ہے۔ مگر لاعلی قاریؒ نے موضوعات کبیر میں اسے علامہ سخاویؒ کے حوالے سے ہی لایصح کے الفاظ سے نقل کیا ہے۔

جب کسی ضعیف حدیث کو مجروح کیا جائے تو اس کا مطلب اس کے سوا کچھ نہیں کہ یہ موضوع ہے۔ ورنہ ضعیف کے نیچے اور کون سا درجہ ہے کہ ضعیف پر جرح کر کے اسے اس درجہ تک لایا جائے۔ مولانا احمد رضا خاں نے انگوٹھوں کے چومنے کی روایات کو صرف ضعیفہ نہیں کہا ضعیفہ مجروح کہا ہے۔ آپ لکھتے ہیں :-

ادان میں وقت استماع نام پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وسلم انگوٹھوں کے ناخن چومنا ۲ انگٹوں پر رکھنا کسی حدیث صحیحہ مرفوعہ سے ثابت نہیں نہ جو کچھ اس میں روایت کیا جاتا ہے کلام سے خالی ہے جو اس کے لیے ایسا ثبوت مانے یا اسے مسنون جانیں یا نفس ترک کر باعث زجر و ملامت کہے و عہے شک ظنی پر ہے ہاں بعض اسلامیہ ضعیفہ مجروحہ میں تقبیل وارد ہے

یہاں مولانا احمد رضا خاں نے مزید طور پر ان روایات کو اس درجے میں ضعیف مانا ہے کہ ان پر ضعف سے آگے بھی جرح ہے۔ اب ضعف سے آگے وضع کے سوا اور کیا درجہ باقی رہ جاتا ہے اس پر آپ خرد غور فرمائیں۔

ضعیف حدیث پر عمل بھی اس شرط کے ساتھ جائز ہے کہ اس پر عمل کرنے والا یہ متیہ نہ رکھتا ہو کہ اس کا ثبوت حدیث میں موجود ہے۔

لا یقتد عند العمل بہ ثبوتہ

ترجمہ اس پر عمل کرنے والا یہ عقیدہ نہ رکھتا ہو کہ بہ عمل شرفا ثابت ہے۔
اب آپ ہی بتائیں اذان میں یہ انگٹھے چومنے والے اپنے اس عمل پر کیا عقیدہ رکھتے ہیں
اور نہ کرنے والے کو کس نظر سے دیکھتے ہیں۔

بریلوی حضرات کہ اگر واقعی یہ یقین ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے موضوع نہیں تو انہیں چاہیے کہ
اس کی کوئی ایسی سند پیش کریں جس میں کوئی راوی متہم بالوضع نہ ہو۔ ہم میں ایک راوی بھی وضاع ہو تو
حدیث ضعیف نہ رہے گی۔ ضعیف حدیث پر عمل بھی صرف اس صورت میں جائز ہے کہ وہ موضوع درجے
تک نہ پہنچی ہو۔ علامہ سخاویؒ (۹۰۷ھ) لکھتے ہیں:-

يجوز ويستحب العمل في الفضائل والترغيب والترهيب بالحديث
الضعيف مالم يكن موضوعاً

ترجمہ۔ فضائل اور ترغیب و ترویج میں ضعیف حدیث پر عمل کرنا اسی وقت تک
جائز اور تحسن ہے کہ وہ موضوع ہونے کے درجے تک نہ پہنچی ہو۔

علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے تیسرے مقال میں ان احادیث کے بارے میں منیہ یہ دیا ہے:-

الحديث التي رويت في تقبيل الاقدام وجعلها على العينين عنه سماع
اسمه صلى الله عليه وسلم عن المودن في كلمة الشهادۃ كلها موضوعات

ترجمہ۔ وہ احادیث جو حضورؐ کا نام لینے کے وقت انگلیوں کے چومنے اور انہیں
آنکھوں پر رکھنے کے بارے میں روایت کی گئی ہیں سب کی سب موضوع ہیں۔

مولانا احمد رضا خاں اور مفتی احمد یار خاں میں اختلاف

مولانا احمد رضا خاں جس درجے میں بھی اس مسئلے کا اقرار کرتے ہیں وہ مسئلہ انگٹھے چومنے
کا ہے انگلیاں چومنے کا نہیں اور مفتی احمد یار خاں صاحب انگٹھے چومنے کی بجائے انگلیوں کے

چرمنے کے قائل ہیں مولانا احمد رضا خاں انگوٹھوں کے ناخنوں کو انگوٹھوں پر رکھنے کا مسئلہ بیان کرتے ہیں مگر مفتی صاحب انگوٹھوں کے اندر کے حصوں کو چرمنے کے قائل ہیں مولانا احمد رضا خاں کی یہ کتاب منیر العینین فی تفصیل الابہامین انگوٹھوں کے حق میں ہے۔ مگر مفتی صاحب کو انگوٹھوں کی عادت بھی بریلویوں میں دو نول طرح یہ عمل جاری ہے۔

ایک دفعہ دونوں گروہوں کے کچھ لوگ بات کے قصصیہ کے لیے بیٹھے کہ انگوٹھے چوسے جائیں یا انگلیاں مسنے کا فیصلہ تو ان میں نہ ہو سکا۔ البتہ مولانا محمد عمر اچرودی نے دونوں میں اس طرح صلح کرادی کہ سری نمازوں کی اذان میں انگلیاں اور جہری نمازوں کی اذان میں انگوٹھے چوسے جائیں مناسب ہے اسی پر دونوں فریق راضی ہو گئے۔

ہم کہتے ہیں جب اصل مسئلہ ہی کہیں موجود نہیں تو اس کی یہ تفصیل کہاں موجود ہوگی ہم مولانا محمد عمر صاحب سے اس کی دلیل نہیں پوچھتے۔ وہ اپنی ان بدعات کا جواب دینے کے لیے خود اللہ کے حضور پہنچ چکے ہیں۔

اہل بدعت نے اپنے اس خود ساختہ مسئلے کے لیے پہلے غیظہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے نام سے روایت گھڑی اور اس کی حقیقت آپ عترت اہل عدۃین سے سن چکے ہیں۔ اس دور کے اہل بدعت نے کہا زمین پر پہلے غیظہ تو حضرت آدم علیہ السلام ہیں۔ اب ان کے نام سے بھی انہوں نے ایک روایت گھڑی مفتی احمد یار خاں صاحب لکھتے ہیں۔

حضرت آدم علیہ السلام نے روح القدس کے دیکھنے کی تمنا کی تو وہ نور ان کے انگوٹھوں کے ناخنوں میں چمکایا گیا۔ انہوں نے فرط محبت سے ان ناخنوں کو چوباد اور انگوٹھوں کا کیا۔

مفتی صاحب کہتے ہیں یہاں روح القدس سے مراد نور مصطفوی ہے جو آدم علیہ السلام کے انگوٹھوں میں چمکایا گیا تھا کیا ہم مفتی صاحب سے پوچھ سکتے ہیں کہ کیا آپ کے انگوٹھوں میں بھی کبھی نور مصطفوی چمکا ہے جو آپ انہیں بار بار چومتے ہیں کہیں ایسا تو نہیں کہ آدم ثانی کا دھوئے کرنا

آپ کے پیش نظر ہو۔ اس پر آپ اپنے انگوٹھوں میں ٹوہ مصطفویٰ بچکنے کے مدعی ہوں۔
 پہلے غنیۃ النضر فی الاوضاع ہوں (جیسے آدم علیہ السلام) یا پہلے غنیۃ راشد (حضرت ابو بکر صدیقؓ) بریلوں
 نے ان کے نام سے اذان میں انگوٹھے چومنے کی روایت بنا رکھی ہیں۔
نوٹ: منقہ صاحب نے یہ روایت کہاں سے لی ہے؟ اپنے استاد مولانا نعیم الدین مراد آبادی سے
 انہوں نے اسے کہاں سے لیا ہے وہ ان کی زبان سے سنئے اور ان محققین کے اس اعتماد پر
 سرزد حنیفہ۔

ولایت سے انہیں کا ایک بہت پرانا نسخہ برآمد ہوا..... اس میں لکھا ہے۔
 پہنچی وہیں پہ خاک جہاں کا غیر تھا

(۳) قد قامت الصلوٰۃ سے پہلے کھڑے ہونے کو ناجائز سمجھنا

اس زمانے کی بدعات میں ایک بدعت جماعت کے لیے قد قامت الصلوٰۃ پر کھڑے ہونے
 کی لازمی پابندی ہے۔ اہل بدعت کی مسجدوں میں امام کے مصلے پر آنے کے بعد تکبیر کے شروع میں اگر
 لوگ صف میں کھڑے ہونے لگیں تو انہیں روکا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے قد قامت الصلوٰۃ سے پہلے
 کھڑا ہونا جائز نہیں۔

نمازی جماعت کے لیے کس وقت کھڑے ہوں؟ اس کے لیے شریعت نے کوئی مد مقرر
 نہیں کی کہ اس کے خلاف کرنا مکروہ ہو۔ ہاں آخری مد قد قامت الصلوٰۃ پر کھڑے ہونا ہے اس سے
 زیادہ تاخیر مکروہ ہے۔

حضرت امام مالکؒ مدینہ منورہ میں رہتے تھے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں درس
 دیتے تھے اور وہیں نماز پڑھتے تھے۔ ان کا زمانہ خلافت راشدہ سے کچھ زیادہ فاصلے پر نہ تھا۔ ان کے
 دور میں مسجد نبویؐ میں کیا عمل تھا اسے آپ کی زبان سے سنئے۔ آپ لکھتے ہیں:-

أما قيام الناس حين تمام الصلوة فإني لم اسمع في قيام الناس بعد محدود
إلا أني أرى ذلك على طاعة الناس^۱

ترجمہ: نماز کھڑی ہو کر لوگ کب کھڑے ہوں؟ میں نے اس میں کوئی حدِ معین کی روایت
نہیں سنی میں سمجھتا ہوں کہ یہ لوگوں کی اپنی ہمت پر موقوف ہے۔

یعنی جو بعدی کھڑا ہو سکے وہ بعدی کھڑا ہو جائے جو کمزور ہو وہ ذرا دیر سے کھڑا ہوئے مستحب
یہ ہے کہ اس وقت کھڑا ہو جب مؤذن تکبیر کہنے لگے — مؤذن کے تکبیر شروع کرنے کے بعد بھی بیٹھا رہنا
اور قد قامت الصلوة کا انتظار کرنا اس سے پہلے کھڑے ہونے کو ناجائز سمجھنا اس بدعت نے ان دونوں
بعض مسجدوں میں عجیب حال پیدا کر رکھا ہے۔ حضرت امام مالکؒ خود تکبیر کے شروع میں کھڑے ہوتے
تھے۔ حافظ ابن حزم اندلسیؒ (۴۵۶ھ) لکھتے ہیں:۔

روى عن مالك أنه يقوم في أول الإقامة^۲

ترجمہ: امام مالکؒ سے مروی ہے کہ آپ شروع اقامت میں کھڑے ہوتے تھے۔

حضرت علامہ عینیؒ (۸۵۵ھ) لکھتے ہیں:۔

قد اختلف الناس متى يقوم الناس الى الصلوة فذهب مالك وجماهير

العلماء الى انه ليس لقيامهم محد ولكن استحباب عاقبتهم القيام اذا

اخذ المؤذن في اقامته^۳

ترجمہ: سلف میں اس میں اختلاف رہا ہے کہ لوگ نماز کے لیے کب کھڑے ہوں۔ امام
مالکؒ اور جمہور علماء اس کی رائے ہے کہ مقتدیوں کے کھڑا ہونے کے لیے شریعت نے کوئی
مقرر نہیں کیا تاہم مستحب یہ ہے کہ مؤذن جب اقامت شروع کرے تو لوگ
کھڑے ہو جائیں۔

مسجد نبویؐ کے علی وارث کی یہ شہادت آپ کے سامنے ہے اور جو اقامت کے شروع پر

کھڑے ہونے کو کہتے ہیں وہ بھی محتب سے آگے نہیں بڑھتے اور یہ بریلوی ہیں جو قد قامت الصلوة پر کھڑے ہونے کو واجب سے زیادہ اہمیت دیتے ہیں اور جو پہلے کھڑا ہو جائے اس پر سخت نیچر کرتے ہیں۔

حضرت عمرؓ کا عمل

عن ابن عمرؓ ان عمر ابن الخطاب كان يأمر رجالاً يتسوية الصفوف
فاذا اجاموه فاخبروه يتسوية تهاك بتر بعد لله
ترجمہ حضرت عمرؓ کچھ لوگوں کو امر فرماتے کہ صفیں سیدھی کر ایں جب وہ لوگ آپ
کو آپ کو اطلاع دیتے کہ صفیں سیدھی ہو گئی ہیں تو پھر تبخیر کہتے۔

حضرت عثمانؓ کا عمل

آپؓ جب نماز کھڑی ہوتی تو کہتے
فاعدوا الصفوف وحاذوا بالمناكب فان اعتدال الصفوف من
تمام الصلوة۔
ترجمہ صفیں سیدھی کرو اور کندھے سے کندھا ملاؤ کیونکہ صفیں سیدھی کرنا بھی
نماز کا عمل ہے۔

پھر لوگ آپؓ کو اطلاع دیتے کہ صفیں سیدھی ہو گئی ہیں پھر آپؓ تبخیر کہتے یہاں سوال
اٹھتا ہے کہ مؤذن نے تبخیر کیا کہا؟ اگر یہ تو یہ صفوف کی ساری محنت (لوگوں کو اس کی تحقیق کے
لیے بھیجنا اور ان کا آپؓ کو اگر اطلاع دینا کہ صفیں سیدھی ہو گئی ہیں) اس کے بعد کی گئی ہے تو تبخیر
مؤذن اہل امام کے نماز شروع کرنے کے مابین ایک لمبا وقفہ قائم ہوتا ہے جس کا شرعاً کوئی ثبوت

نہیں تھا اور امام ابو حنیفہؒ کا ارشاد ہے کہ جب مؤذن تکبیر کہے تو امام تکبیر تحریمہ کہے۔ وقفہ کہاں گیا؟ امام محمدؒ کہتے ہیں:-

فاذا اقام المؤذن الصلوة كبر الامام وهو قول ابي حنيفةؒ

ترجمہ: سوجوب مؤذن اقامت کہہ دے امام نماز شروع کر دے امام ابو حنیفہؒ کا قول یہی ہے۔

حضرت امام محمدؒ کہتے ہیں:-

ينبغي للقوم اذا قال المؤذن حي على الفلاح ان يقوموا الى الصلوة فيصفوا ويسقوا الصفوف ويمحاذوا بين المناكب

ترجمہ: لوگوں کو چاہیے جب مؤذن حی علی الفلاح کہے تو نماز کے لیے اٹھ کھڑا ہوا کریں صفیں باندھ لیا کریں اور انہیں سیدھی بھی کر لیں اور کندھے سے کندھا ملائیں۔ یہاں اٹھ کھڑے ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس کے بعد بھی بیٹھے نہ رہیں اور امام نے تو تکبیر ختم کر دی ہے ہی تکبیر تحریمہ کہہ دینی ہوتی ہے۔ اس کے بعد کھڑے ہوں گے تو صفیں سیدھی کر کے اور کندھے سے کندھا ملانے کا وقت نہیں ملے گا تو نمازیوں کو اب کھڑا ہونے میں دیر نہ کرنی چاہیے۔ فقہاء کرام نے اس عبارت پر کہ مؤذن جب حی علی الفلاح تک پہنچے تو مقتدیوں کو کھڑا ہر جانا چاہیے کا مطلب یہی سمجھا ہے کہ اس سے زیادہ تاخیر نہ ہو کہ حی علی الفلاح کے بعد بیٹھے رہیں۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ اس سے پہلے کھڑا ہونا ناجائز ہے۔ حضرت علامہ عطاء الدین غفرلہ کی تشریح میں کہتے ہیں:-

والظاهر انه استراذ من التأخير لا من التقديم حتى لو قلم اول الاقلمة
لو باس وجاز

ترجمہ: اور یہ ظاہر ہے کہ آپ نے یہاں تاخیر سے بچنے کا کہا ہے (کہ حی علی الفلاح

کے بعد مٹھا نہ رہے، تقدیم سے بچنے کا نہیں کہ اس سے پہلے کھڑا ہونا جائز ہو۔
 حتیٰ کہ اگر کوئی اقامت کے شروع میں ہی کھڑا ہو گیا تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ پہلے کھڑا ہونا
 جائز ہے (ماں تاخیر درست نہیں) بریلریں کو یسقی للمقوم اذا قال المؤذن حی علی الفلاح
 ان یقوموا الی الصلوة سے یہ مغالطہ ہوا ہے کہ وہ مقتدی (اس سے پہلے کھڑے نہ ہوں حالانکہ
 اس عبارت کا مطلب وہ ہے جو ہم پہلے بیان کر گئے ہیں) — شرح وقایہ کی عبارت کا بھی مطلب
 یہی ہے اور اگر اس کے ظاہر پر بھی عمل ہو جائے تو زیادہ سے زیادہ یہ ایک عمل مندوب ہو گا اور
 ظاہر ہے کہ امر مندوب پر اصرار نہیں ہوتا اور جب اس پر اصرار ہونے لگے تو اسے چھوڑنا ضروری
 ہو جاتا ہے۔

اقتل التابعین حضرت سعید بن المسیبؓ (۹۴ھ) کا فیصلہ بھی سن لیں۔

عن سعید بن المسیب قال اذا قال المؤذن اللہ اکبر وجب القيام
 اذا قال حی علی الصلوة عدلت الصفوف واذا قال لا الہ الا اللہ کبر
 الامامؑ

ترجمہ: حضرت سعید بن المسیبؓ سے مروی ہے کہ مؤذن جب تکبیر شروع کرے تو
 مقتدی کے لیے کھڑا ہونا واجب ہو جاتا ہے جب وہ حی علی الصلوة کہے تو صفیں
 سیدھی کر لی جائیں اور جب مؤذن لا الہ الا اللہ کہے تو امام نماز شروع کرے
 حضرت علامہ مینیؒ اسے تابعی جلیل حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ (۱۰۰ھ) سے بھی اسی طرح نقل
 کرتے ہیں۔

یہ ان اکابر کا فیصلہ ہے اسے یکسر غلط قرار دینا اور قد قامت الصلوة سے پہلے کھڑے ہونے
 کو ناجائز کہنا یہ بدعت ہے اور اس کی کوئی اصل نہیں۔ اسے مستحب بھی مانا جائے تو ترک مستحب سے
 اس کا مکروہ ہونا لازم نہیں آتا۔ جب یہ مکروہ نہیں تو اس پر بریلویوں کی یہ تکبیر کیوں ہے۔ علامہ ابن خنیمؒ

صاحب البحر الرائق لکھتے ہیں :-

ولا يلزم من ترك المستحب ثبوت الكراهة.

ترجمہ: مستحب کے ترک سے کسی کام کا مکروہ نہ ہونا لازم نہیں آتا۔

ام مندوب پر اصرار جائز نہیں۔ اگر اس پر ایسا اصرار ہو جو اس کے واجب ہونے کا شبہ پیدا کرے تو اس کا ترک ضروری ہو جاتا ہے۔ شریعت نے مقتدی کے کھڑا ہونے کو امام کے دیکھنے سے واجب کیا ہے۔ مؤذن کی کھیر سے نہیں اور اس کے لیے حضور کا یہ فرمان کافی و رافی ہے۔

لا تقوموا حتى تروني وعليكم بالسكينة.

ترجمہ: جماعت کے لیے اس وقت تک کھڑے نہ ہو اگر وہ جب تک مجھے نہ دیکھو

اور کھڑے ہونے میں (جو ہم نہ کرو) سکون و اطمینان سے کھڑے ہو کر دو۔

صواب نماز کے لیے کھڑا ہونے کو بیکر مؤذن کے ماتحت قرار دینا اور اس پر اتنا اصرار کرنا

کہ اگر کوئی پہلے کھڑا ہو جائے اس پر بیکر عام کرنا اور اگر تا یہ ہرگز امور شرع میں سے نہیں۔

④ نماز میں نیت بدلنے کی بدعت

نماز میں نمازی اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہونے کی نیت باندھتا ہے اور بیکر تحریم سے لے کر سلام پھیرنے تک وہ خدا کے ہی حضور حاضر رہتا ہے۔ اسے اپنا دھیان خدا سے ہٹا کر کسی اور طرف توجہ باندھنے کی اجازت نہیں۔ نماز عبادت ہے اور اس میں کسی اور کو شریک نہیں کیا جاسکتا۔ علماء لکھتے ہیں نمازی نماز میں اپنی توجہ کسی اور طرف نہ پھیرے۔ توجہ پھیرنے کو صرف ہمت کہتے ہیں کہ انسان اپنی پوری ہمت بس اسی طرف لگائے اور خدا سے دھیان ہٹالے۔ صرف ہمت توجہ پھیرنے اور کسی اور طرف دھیان باندھنے کا نام ہے۔

بریلوی حضرات نماز میں احتیاط میں اس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف توجہ باندھتے ہیں

کہ گویا اب وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش ہیں اور آپ پر السلام علیک ایہا النبی کہہ کر خود سلام پیش کر رہے ہیں یہ نہیں کہ فرشتہ ان کے اس سلام کو پہنچائے۔

خدا تعالیٰ سے توجہ پھیرنا اور حضور کا دھیان باندھ لینا یہ نماز کے لیے بڑی آفت ہے اور شرک کی کھلی دعوت ہے۔ ائمہ اربعہ اور ان کے مسک کے علمائے محدثین اور فقہاء نے اس کی ہرگز اجازت نہیں دی۔ نماز عبادت ہے اور صرف خدا کی عبادت ہے اور شروع سے لے کر آخر تک عبادت ہے۔

بریلوی نماز میں صرف ہمت کرتے ہیں اور اپنی توجہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف پھیرتے ہیں اس کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ جو عالم حق صرف ہمت سے منع کرتے ہیں یہ ان کی مخالفت کرتے ہیں اور خود نماز میں خدا سے دھیان ہٹا کر اپنے بزرگوں پر توجہ باندھ لیتے ہیں۔

جو امام نماز میں صرف ہمت کرتا ہر اہل سنت مجاہد کو چاہیے کہ اس کے پیچھے نماز نہ پڑھیں۔ اس کے پیچھے نماز نہیں ہوتی۔ وہ شرک کی دلدل میں دھنسا جا رہا ہے۔ ہاں اگر وہ صرف ہمت نہ کرے نہ خیال باندھے تو خیال آنے میں کوئی بُرائی نہیں۔ نماز میں قرأت میں جب انبیائے کرام کے نام آئیں گے تو خیال لازماً اُدھر جائے گا یا درود شریف میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک ہے تو خیال اُدھر بھی جائے گا۔ لیکن یہ محض خیال ہے۔ نماز میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال آجانے میں کوئی حرج نہیں نہ اس سے نماز ٹوٹتی ہے۔ معمولی اور خسیں چیزوں کا خیال آجانے سے بھی نماز نہیں ٹوٹتی جو چیز نماز کی آفت ہے وہ صرف ہمت ہے اور نماز میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور حاضری کی نیت باندھنے والا شرک میں مبتلا ہے جس کی بخشش نہ ہوگی۔

نماز میں اگر کسی کو حضور کی زیارت ہو جائے تو بھی اپنے آپ کو اللہ سے فارغ نہ کرے یوں سمجھے کہ بادشاہ کے حضور حاضر ہوا تھا وہاں وزیر اعظم کو بھی موجود اور حاضر پایا۔ اب بادشاہ سے صرف نظر کیے بغیر وہ وزیر اعظم کو بھی سلام عرض کر دے۔ یہ احتیاط ہے کہ اللہ تعالیٰ سے کسی طرح بھی صرف ہمت نہ ہو۔

⑤ نماز جنازہ کے بعد وہیں اجتماعی دُعا مانگنا

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدینؓ نے کبھی کسی جنازہ پر نماز جنازہ کے بعد اجتماعی دعا مانگنی نہ تھی۔ جنازہ میں میت کے لیے دعا نماز کے اندر ہی نماز کے باہر نہیں۔ نماز جنازہ کی دعا آپ جس سے پڑھیں یہی بتلائے گا۔

اللہم اغفر لحیننا ومیتنا وشاہدنا وعاثینا..... الخ

اب آپ ہی بتائیں یہ دعا کہاں پڑھی جاتی ہے، نماز کے اندر یا نماز کے باہر۔ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ کے جنازہ پر بعد نماز اجتماعی دعا اسی لیے نہ کی گئی کہ سنت میں اس کا کہیں ثبوت نہیں ملتا۔ اور حضرت انتہاد سے کے پابند سنت تھے۔

غذا بن محمد دیر کی ایک تاریخی دستاویز روضۃ القیومیہ کے نام سے چھپی ہے اور اسے مکتبہ نبویہ گنج بخش مدو لاہور نے شائع کیا ہے۔ اس میں حضرت امام ربانیؒ کے جنازہ کے بارے میں لکھا ہے۔

حضرت فاضل الرحمنؒ نے نماز جنازہ کی امامت کی۔ کیرنجیوہی آئینہ کے منتخب کردہ امام تھے۔ نماز جنازہ کے بعد دعا کے لیے توقف نہ کیا کہ سنت نبویؐ اقتضائے نہیں کرتی۔ علاوہ ازیں معتبر کتابوں میں لکھا ہے کہ جنازہ کے بعد کھڑے ہو کر دعا کرنا مکروہ ہے۔ سنت نبویؐ اور سلفِ خلفائے راشدینؓ میں واقعی دعا بعد جنازہ کا کہیں پتہ نہیں ملتا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ جو حکم ہے۔

اذا صلیتہ علی المیت فاخلفہ اللہ العاقل

ترجمہ: جب تم کسی جنازہ پر نماز پڑھو تو میت کے لیے بڑے اخلاص سے دُعا مانگو۔ اس کا مطلب نماز کے اندر کی دعا ہے۔ یہ نہیں کہ یہ سارا اخلاص نماز کے بعد ہو

اور نماز پر بھی بغیر اغلاص پڑھ لی جائے۔

ابن عمرؓ علیؓ نے حکم دیا تو صحابہ کرامؓ اس کا کیا معنی سمجھ نماز میں اغلاص یا نماز سے باہر اور ان کا عمل اس باب میں خود کیا رہا ہمارا حدیث سمجھنے کے لیے عمل صحابہؓ کو دیکھنا ضروری ہے۔
نوٹ: فاخصلوا میں فار تعقیب کی نہیں تفریع و تفصیل کی ہے۔ بریلوی فار تعقیب کا مغالہ دینے کے لیے اس کا ترجمہ کرتے ہیں۔

جب تم کسی جنازہ پر نماز پڑھ چکو تو میت کے لیے اغلاص سے دُعا کرو۔
 ہم نے ترجمہ کیا ہے۔

جب تم کسی جنازہ پر نماز پڑھو..... الخ یہ اس طرح ہے۔

اذا قرأت القرآن فاستعذ بالله من الشیطن الرجیم۔ (پ ۱۲، انجیل ع ۱۳)

ترجمہ۔ جب تم قرآن پڑھو تو (پہلے) اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم پڑھ لیا کرو۔

اس کا یہ مطلب نہیں کہ جب تم قرآن پڑھ چکو تو پھر اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم پڑھ لیا کرو۔ قرآن پاک پڑھنے کا طریقہ یہ بتایا ہے کہ اس سے پہلے تعوذ ہو۔

اسی طرح آیت اذا اقتعدوا الى الصلوة فاعسلوا وجوهکم کا ترجمہ یہ نہیں کہ جب تم نماز پڑھ چکو تو چہرہ دھو کر لیا کرو۔ (دیکھیے پ المائدہ رکوع ۲) بلکہ یہ ہے کہ جب نماز میں کھڑا ہونا چاہو تو وضو کر لیا کرو۔

قرآن کریم میں جہاں حرم رسالت سے بات کرنے کے آداب کھلائے گئے وہاں حکم فرمایا۔

واذا سألتموهن متاعاً فاسئلهن من وراء حجاب۔ (سپ ۲۱، الانزاب ع ۴)

ترجمہ۔ اور جب تم ان سے برتنے کی کوئی چیز مانگو تو پردے کے چھپے سے مانگو۔

یہاں کوئی شخص یہ ترجمہ نہ کرے گا کہ جب تم ان سے کوئی چیز مانگو تو پردے کے چھپے

سے ان سے کلام کیا کرو۔ (معاذ اللہ)

سومحدیث فاخصلوا والدعاء میں بھی یہ ترجمہ نہیں کہ جب تم میت پر نماز پڑھو تو چہرہ میت

کے لیے اغلاص سے دُعا مانگو۔

یہاں اغلاص سے دُعا کرنا نماز کے اندر ضرور ہے نہ کہ نماز کے باہر اور اس کے بعد۔ حضور کا یہ حکم نماز کے انس کے لیے ہے۔ فقہاء کہتے ہیں آپ کا یہ حکم نماز کے اندر اغلاص سے دُعا کرنے کا تھا۔

قال في الصلوة على الميت فاخلصوا بالدعاء

ترجمہ۔ آنحضرتؐ کے ایک صحابی کہتے ہیں میت پر نماز میں اغلاص سے دُعا کیا کرو۔

اس سے پتہ چلتا ہے کہ صحابہ نے حضورؐ کے ارشاد فاخلصوا بالدعاء سے نماز کے اندر

کی دُعا ہی مراد لی ہے۔

عن الزهري قال اخبرني ابو امامة بن سہل انه اخبره رجل من اصحاب

النبي صلى الله عليه وسلم ان السنة في الصلوة على الجنائز ان يركب

الامام شعر يقرأ بفاتحة الكتاب بعد التكبيرة الاولى سراً في نفسه

ثم يصلي على النبي صلى الله عليه وسلم ويخلص الدعاء للجنائز في

التكبيرات لا يقرأ في شيء ممن ثم يسلم سراً في نفسه

ترجمہ۔ نماز جنازہ کا مسلک طریق یہ ہے کہ امام بجیر کہے اور پھر فاتحہ کے ساتھ پڑھے

(سبحانك اللهم وبحمدك) آہستہ سے اپنے جی میں۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم

پر درود پڑھے اور (اس کے بعد) میت کے لیے بڑے اغلاص سے دُعا مانگے

اس میں کسی مقام پر قرأت نہ کرے (اگر فاتحہ پڑھی تو وہ بنیت دُعا تھی بنیت قرآن

نہ تھی) اور پھر آہستہ سے سلام پھیر دے۔

اس میں یہ تصریح ہے کہ بخلص الدعاء للجنائز سلام پھیرنے سے پہلے کا عمل ہے پھر حضور

صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنا عمل بھی یہی رہا کہ نماز جنازہ میں بڑے اغلاص اور تفرع سے دُعا کرتے۔ حضرت

عوف بن مالکؓ کہتے ہیں میں نے ایک موقع پر حضورؐ کو دُعا اللهم اغفر له وارحمه وعافه واعف

عنہ ۱/ اس انداز سے کہتے ہیں کہ سنا کہ میری تمنا بھڑکی کاش کہ یہ میرا جنازہ ہوتا۔

حتیٰ تمئیت ان اکون ذلک المیت۔^۱

محدثین نے بھی حضورؐ کے اس ارشاد اذّا صلیتم علی الجنائزۃ فاخصلوا له الدعاء کا مطلب نماز جنازہ کی دعا سمجھا ہے۔ خطیب کو ہی لیجئے اس نے مشکوٰۃ میں یہ حدیث نقل کرنے کے فوراً بعد جنازہ کی دُعا اللّٰهُمَّ اخفِ رُحْلَیْنَا وَمِیْتَنَا قُلِّیْ کی ہے۔ اس منبع سے پتہ چلتا ہے کہ اس حدیث میں مراد نماز جنازہ کی دعائیں اخلاص ہے۔ نماز کے بعد کی کوئی دعا مراد نہیں۔

نوٹ

یہاں امام کے پیچھے فاتحہ پڑھنے کا گمان نہ کیا جاتے۔ اس میں فاتحہ بہ نیت دعا ہے قرآن کریم کے الفاظ بہ نیت دعا، امام کے پیچھے بھی پڑھے جاسکتے ہیں جیسے متعدی رب اجعلنی مقید الصلوٰۃ ومن خدیجی کے الفاظ امام کے پیچھے بھی پڑھتا ہے اور اس سے امام کے پیچھے قرآن پڑھنے کا الزام قائم نہیں ہوتا نہ اس نے اس سے پیچھے اوز یا اشر پڑھا ہے۔

نماز جنازہ میں تیسری تکبیر اور چوتھی تکبیر کے درمیان کچھ نہ پڑھے

نماز جنازہ میں تین بڑے حقوق ہیں:-

- ① اللّٰہ ربّ العزت کا حق
- ② حضور رسالت مآبؐ کا حق
- ③ میت کا حق

جب یہ تین حقوق پورے ہو جائیں تو پھر آگے کوئی بات نہیں چوتھی تکبیر کے بعد کچھ نہیں پڑھنا، بس سلام پھیرنا ہے۔ نماز جنازہ کا کوئی حصہ بھی باقی ہوتا تو وہ چوتھی تکبیر کے بعد پڑھا جاتا۔

اسی طرح مفتی احمد یار صاحب کا یہ کہنا کہ حضورؐ نے حضرت جعفر بن ابی طالبؓ اور حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کی نماز جنازہ غائبانہ نہ پڑھی تھی اور ان کے لیے دعا کی یہ بھی صحیح نہیں۔ پھر یہ بھی سوچئے کہ غزوہ مدینہ میں تین سالہ دوزخ کی شہادت ہوئی تھی۔ دو یہ اور تیسرے حضرت زید بن عارضہؓ تھے نماز جنازہ ہوئی تو تینوں کی — یہ دو کی نماز امد وہ بھی غائبانہ۔ اس کی تفصیل شاید بریلوی علماء بھی نہ بتا سکیں ہمارے مذہب میں تو غائبانہ نماز کا کوئی جواز نہیں ہے۔ نہجاشی کی نماز جنازہ میں اصل جگہ فرض کفایہ ادا نہ ہوا تھا امد اب یہ دور سر جنازہ نہ تھا اور جنازہ بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کر دیا گیا تھا۔

حضرت عبد اللہ بن سلامؓ ایک جنازہ پر پہنچے۔ جنازہ ہو چکا تھا۔ میت کا دفن ہو نا ا بھی باقی تھا اور ظاہر ہے کہ دفن کے بعد کی دعا ا بھی نہ ہوئی تھی۔ انہوں نے کہا اگر میں جنازہ نہیں پڑھ سکا تو یہ دعا میں ہی شامل ہو جائے گا۔ اس میں یہ بات کہیں نہیں کہ نماز جنازہ کے بعد متصلاً کوئی دعا ہوئی تھی۔ دعا معہودہ جبران دوزخ ہوئی تھی امد صحابہؓ اس میں شامل ہوتے تھے وہ وہی ہے جو دفن کے بعد کی دعا ہے اسے خواہ مخواہ نماز جنازہ کے بعد کی متصل دعا قرار دینا اس پر قطعاً کوئی دلیل موجود نہیں ہے۔

بریلوی استدلال

جب اس روایت میں دوزخ احتمال موجود ہیں تو اگر ہم اس سے نماز جنازہ کے متصل دعا مراد لیں تو کیا حرج ہے۔ حضرت عبداللہ بن سلامؓ نے کہا تھا۔

ان سبقتونی بالصلوۃ علیہ فلا تسبقونی بالدعاء

ترجمہ: اگر آپ میت کی نماز جنازہ میں مجھ پر سبقت لے جائیں گے میں تو اس پر دعا کرنے میں مجھ سے آگے نہ بڑھیں۔

جواب: آپ اس حدیث سے استدلال کر رہے ہیں۔ استدلال کرنے والے کی دلیل

اس کے دعوے پر ایسی دلائل و دلائل ہونی چاہیے کہ اس میں کسی دوسرے احتمال کی گنجائش نہ ہو۔ اگر دوسرا احتمال مکمل آئے تو استدلال کرنے والے کا استدلال ختم ہو جائے گا۔ اذا جمل الاحتمال بطل الاستدلال یہ روایت ہم نے اپنے دعوے پر پیش نہیں کی۔ ہم نے صرف یہ عرض کی ہے کہ جب اس میں اس دعا کی بھی گنجائش ہے جو بعد دفن ان دنوں ہوتی تھی تو اب اس سے خواہ مخواہ ایک دوسرے معنی مراد لینا اگر ایک بدعت نہیں تو اور کیا ہے۔ نئے مسائل اور نئے دلائل میں پھر یہی حال ہوتا ہے۔

عید قبور کی بدعت

(۱)

قبروں پر کی جانے والی بدعات میں سب سے بڑی بدعت قبر کی سالانہ عید ہے۔ اسلام میں دو ہی عیدیں ہیں عید الفطر اور عید الاضحیٰ۔ مگر برقیوں نے چار عیدیں بنا رکھی ہیں۔ عید میلاد النبی اور اپنے علاقے کے مرکزی بزرگ کی قبر کی سالانہ عید سے عرس بھی کہتے ہیں اور قبر ملی پر زائرین کا جہوم اور پھرن کی کھلانے پینے کی مناسبتیں بالکل عید کی طرح ہوتی ہیں۔ یہی عام طور پر چٹائی کا ہوتا ہے اور ارد گرد سے لوگ عید سے زیادہ اجتماع کے ساتھ اس بزرگ کی قبر پر حاضر ہوتے ہیں۔

زیارت قبور اور عید قبور میں فرق

اسلام میں زیارت قبور کا حکم موجود ہے۔ قبریں آخرت کی یاد دلاتی ہیں اور وہاں دعا کرنے والوں سے اہل قبور کو فائدہ پہنچتا ہے۔ لیکن وہاں اجتماعی شکل میں جانا اور اس کے لیے ایک یا تین دن مقدر کھانا اور ہر سال ان تارکین کی پابندی یہ وہ عید قبور ہے جس سے اسلام نے منع کیا ہے۔ نہایت افسوس کی بات ہے کہ بریلی حضرات یہ عید قبور (عرس) اس اہتمام سے مناتے ہیں کہ عید الفطر اور عید الاضحیٰ بھی ان عرسوں کے آگے کوئی اہمیت نہیں رکھتیں۔ ان بدعات کے آگے سب منتیں ماند پڑ جاتی ہیں۔ عرسوں کی محفلوں میں عورتوں اور مردوں کا ازدانہ امتلاط قوالی کی مجلسیں اُترتی دیگن کی

خوشبو میں ملوں کے بدلے ہاروں سے لدے گلے اور چرخوں اور چتوں میں طبعوس پیر پاؤں میں گھنگرو پہنے رقص کرتے آنے والے زائرین اور ان کی پھلی چادروں میں نذرانوں اور منتوں کے ٹوٹ اور یہ نذرانے وہ اعمال ہیں جو غریبوں کے جان اور بریلوں کی پہچان ہیں۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ کیا قبروں کی اس سالانہ حاضری اور پھر اجتماعی حاضری کا کوئی تصور اسلام میں موجود ہے؟ کیا اسلام میں کسی قبر پر عید کا سا ہجوم کرنا اور اسے پر رونق بنانا جائز ہے؟ اسلام میں اس عید پر کایا درجہ ہے آئیے اس کے لیے ہم سب سے بڑے روحانی مرکز گنبد غفر نے کی طرف متوجہ ہوں کیا وہاں عید پر کایا کوئی دن مقرر ہوتا ہے؟ اور کیا وہاں بھی کبھی کوئی عرس ہوا ہے؟

اب تو بریلوی کہہ سکتے ہیں کہ وہاں اکل سود کی حکومت ہے۔ وہ تو عید کے پتوں سے پابند ہیں شرک و بدعت کو اپنے ہاں راہ نہیں دیتے۔ چلو یہی سہی لیکن خدا اس بات پر بھی تو نظر رکھے کہ کیا غنائے راشدینؑ کے درمیں وہاں کبھی کوئی عرس منایا گیا کیا غنائے راشدینؑ بھی محاذ الشریب کے سب بد مذہب تھے؟

فَاتَى الْغُرَفَيْنِ احْقِ بِالْاَمْنِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ۔ (پ الا انعام آیت ۲)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔

لَا تَجْعَلُوا ابْوَيْكُمْ قُبُورًا وَلَا تَجْعَلُوا ابْوَيْ عِيْدًا وَصَلُّوْا عَلٰی فَاَنْ صَلَّوْكُمْ تَبْلُغُنِيْ حَيْثُ كُنْتُمْ۔

ترجمہ۔ تم اپنے گھروں کو قبریں نہ بنا رکھنا کہ تمہارے گھر نمازوں سے خالی رہیں، اور نہ میری قبر کو عید بنانا کہ وہاں ایک دن اکٹھے ہو کر آدم جینا کہ عید کے دن ہوتا ہے، اور مجھ پر درود پڑھتے رہو (دور رہنے کی وجہ سے یہ نہ سمجھنا کہ مجھے درود نہ پہنچے گا، تمہارا درود تم جہاں بھی ہو وہاں سے مجھے پہنچایا جاتا ہے۔

اس حدیث میں یہ بات کہ میری قبر کو عید نہ بنانا، اس کی شرح میں حضرت شاہ ولی اللہ

حدث دہویؒ لکھتے ہیں۔

لا تجعلوا قبری عیداً اخبروا هذه الاشارة الى سد مدخل المتعريف كما فعل
اليهود والنصارى بقبور انبيائهم وجعلوها عيدا او موسما بمنزلة الحج
ترجمہ میں کہتا ہوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد میں کہ میری قبر کو عید نہ بنانا
یہ اشارہ ہے کہ دین بگاڑنے کا دروازہ بند کر دیا جائے یہود و نصاریٰ نے اپنے انبیاء
کی قبروں کو عید بنا رکھا تھا اور ہر طرح حج کا ایک موسم مقرر ہے وہ ان قبروں پر
خاص دنوں میں رونمائی کرتے تھے۔

مولوی محمد عمر صاحب کہتے ہیں یہاں شاہ صاحب نے اسے تشبہ بالیہود و النصارى کی وجہ سے
منع کیا ہے۔ نتیجہ آپ نے اس پر صرف ارشاد رسالت کی وجہ سے نکیر کیا ہے یہود و نصاریٰ کے عمل
کو آپ محض مثال کے طور پر لائے ہیں۔ مگر آپ اسے دین میں تحریف کرنے والوں کی سب سے بڑی
بدعت سمجھتے ہیں۔ اولیاء کرام کی قبروں پر انہوں نے سالانہ میلے منبر رکھے ہیں جہاں یہ لوگ عید کی طرح
ہجوم کرتے ہیں اور چادریں پھیلاتے اور دُور سے نیگے پاؤں آئے وہاں مافری دیتے ہیں۔
ومن اعظم البدع ما اخترعوا في امر القبور واتخذوا هاعيدا۔

ترجمہ۔ ان کی بڑی بدعات میں سے ان کا وہ عمل بھی ہے جو انہوں نے قبروں کے
پاس منبر رکھا ہے اور وہ ان کی عید قبر کی تقریبات ہیں۔

ابھی ان تقریبات پر نظر عرس اتنا معروف نہ تھا۔ یہ لفظ دراز آگے چل کر اس دائرہ قباحت
میں داخل ہوا ہے۔ پہلے عرس مشائخ کے ساتھ جا کر قبروں کی زیارت کرنے کا نام تھا۔ ہجرات کی مبارک
سے یہی متبادر ہوتا ہے۔

وازیں جانت حفظ اعراض مشائخ و مواظبت زیارت قبور ایشال۔

ترجمہ مشائخ کے عرس اور ان کا زیارت قبر کے لیے برابر جلتے رہنا اسی لیے ہے۔

لہ حجۃ اللہ البالغہ جلد ۲ ص ۱۷۱ تہ تقنیات جلد ۲ ص ۱۷۱ تہ ہجرات ص ۱۷۱ اسلامی پریس سنہ محمدیہ

لیکن بعد میں یہ عرس زندہ بزرگوں کی محبت میں قبروں پر جانے کے ذریعے مرحومین کی قبروں پر سالانہ اجتماع بن گئے۔

”تقشیدی سلسلہ کے عظیم روحانی بزرگ حضرت قاضی ثناء اللہ پاتی پتیؒ بھی لکھتے ہیں:-
 لا یجوز ما یفعلہ الجہال بقبور الاولیاء والشہداء من السجود والطواف
 حولہا واخذ السرج والمساجد الیہا ومن الاجتماع بعد الحول کالاعیاد
 ویومئذ عرساً۔“

ترجمہ۔ یہ جاہل لوگ اولیاء و شہداء کی قبروں پر جو سجدے کرتے ہیں اور ان کے گرد
 طواف کرتے ہیں اور وہاں چراغ جلاتے ہیں اور وہاں نمازوں کی جگہ بناتے ہیں یہ
 جائز نہیں اور اسی طرح یہ جو وہاں سالانہ عید کرتے ہیں اور اس کا نام عرس رکھتے
 ہیں یہ بھی جائز نہیں۔

بلکہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے یہ بھی لکھا ہے:-

جو شخص اجیر میں حضرت خواجہ چشتی کی قبر پر یا حضرت سالار مسعود غازی کی قبر پر یا
 ان کی مانند اور کسی قبر پر اس لیے گیا کہ وہاں کوئی حاجت طلب کرے تو اس نے
 ایسا گناہ کیا کہ جو (شرک ہونے کے باعث) قتل اور زنا سے بھی بدتر ہے۔“

سرتاج مملکت ہند حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ لکھتے ہیں:-

برائے زیارت قبور روز معین نمودن بدعت است و اصل زیارت جائز و تعین
 وقت در سلف نبود و اس بدعت ازال قبیل است کہ اصل جائز است و خصوصیت
 وقت بدعت ہے۔“

ترجمہ۔ قبروں پر جانے کے لیے دن مقرر کرنا بدعت ہے اور مطلق زیارت جائز
 ہے۔ قبروں پر جانے کے لیے دنوں کی تعین سلف میں نہ تھی یہ بدعت اس نوع

کی ہے کہ اس کی بنیاد تو صحیح تھی لیکن تعیین وقت اس کو بدست بنا گیا۔

وقت مقرر نہ کرنے سے زیارتِ قبور کی اصل شرعی ممنوع ہونے سے بچ جائے گی اور زیارتِ قبور تو رہے گی پر عرس نہ ہو سکیں گے۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں:-

رقنِ قبور بعد سالے یک روز معین کردہ سرِ صورت است۔ اول آنکہ یک روز معین نموده یک شخص یا دو شخص بغیر ہیئت اجتماعیه مردمان کثیر بر قبور محض بنا بر زیارت و استغفار بروند۔ ایں قدر از دوسے از دوسے روایات ثابت است و در تفسیر در منشور نقل نموده کہ ہر سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بر مقابسے رقتند و دعا برائے مغفرت اہل قبور سے نمودند۔

ترجمہ۔ قبروں پر سال بعد ایک دن معین کر کے جانا اس کی تین صورتیں ہیں۔ اول یہ کہ ایک دن مقرر کر کے ایک دو آدمی بغیر کسی ہیئت اجتماعیه اور لوگوں کی ہمیشہ کے قبروں پر زیارت کے لیے جائیں اور (مرحومین کے لیے) استغفار کریں، اتنی بات روایات سے ثابت ہے اور تفسیر و منشور میں منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر سال قبروں پر جاتے اور اہل قبور کے لیے بخشش کی دعا کرتے

مواگر یہ روایات کسی درجے میں قبول ہوں تو ان کا حاصل اس سے آگے نہیں جو حضرت شاہ صاحبؒ نے فرمایا ہے۔ ہر سال نیا دن مقرر ہو اور یہ تعیین محض انتظامی ہو۔

اس سالانہ عارضی کی دوسری صورت یہ ہے کہ قرآن کریم کا ختم ہو اور حاضرین کو کھانا کھلا دیا جائے۔ ایسا نہ ہو کہ نفی لگائے کہ میں یا اس میں نمود و ریا پائی جائے وہ خرافات بھی نہ ہوں جو آج کل عرسوں میں ہوتی ہیں اس کے بارے میں شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں:-

ایں قسم معمول در زمانہ پنہیر خدا و غفلتے راشدین نمود۔ اگر کسے ایں طور بکند باک نیست زیرا کہ در ایں قسم قبیح نیست۔

لہ فناء کے عزیزی جلد اول مشاعرہ دنِ محفوکہ نابر موقع پر نیا ہو گا۔

اور لوگ ان کا طواف بھی کر رہے ہوں یہ قسم اجتماع (عرس رائج) حرام اور منوع ہے
 بلکہ ان میں سے بعض باتیں کفر کی حد کو چھوڑتی ہیں۔ یہی محل ہے ان دو احادیث کا۔
 تم میری قبر کو حید نہ بنانا۔ اور۔ اے اللہ! میری قبر کو تہان کے درجے میں نہ لانا
 کہ اس کی عبادت ہونے لگے (اس پر سجدے کئے جانے لگیں) یہ دونوں حدیثیں مشکوٰۃ
 میں موجود ہیں۔

قبور شہداء پر سالانہ حاضری کی روایات

مولانا احمد رضا خاں نے ہادی الناس فی رسوم الاعراس میں کچھ ایسی روایات نقل کی ہیں کہ
 حضور ہر سال شہداء کی قبروں پر دعا کے لیے جاتے تھے۔ یہ روایات زیادہ تر بے سند ہیں اور
 ان کتابوں میں ہیں جو آخری درجے کی کمزور کتابیں شمار ہوتی ہیں۔ حضرت شاہ عبدالعزیزؒ نے ان روایات
 کو تفسیر و منثور سے روایت کیا ہے اور اس کی شرح میں کہا ہے کہ اس سے مراد ایک دو اشخاص کا بغیر
 کسی اجتماعی صورت کے قبروں پر جانا ہے۔ یہ اجتماعی شکل میں وہاں جانا میرا کہ آجکل عرسوں میں
 ہوتا ہے یہاں ہرگز مراد نہیں۔ اور ہر سال جانے سے مراد بھی ہر سال کسی ایک معین تاریخ پر جانا
 نہیں نہ اس میں اس تاریخ کا التزام تھا جب جنگ امدادی گئی تھی۔ آج کل اگر کوئی شخص
 دن مقرر کرے تو چاہیے کہ وہ تعیین انتظامی ہر سال کے لیے التزمی نہ ہو۔

سوال: اشادی کے لیے دن مقرر کرنا، جسے گے لیے دن مقرر کرنا، سفر حج کے لیے اسیر ٹریڈ سے تاریخ
 مقرر کرنا یا کسی دکان کے اقتراح کے لیے کوئی دن طے کرنا یہ جائز ہیں یا نہیں؟

جواب: دونوں کی یہ تعیین محض انتظامی ہے اعتقادی نہیں۔ ان لوگوں میں سے کسی کا یہ عقیدہ نہیں
 ہوتا کہ اس دن کی کوئی شرعی اصل ہے۔ محض انتظام کے درجہ میں تاریخ درج کی جاتی ہے اور ان تاریخوں
 کو کسی کی موت و حیات سے تعلق نہیں ہوتا۔

پھر اس انتظامی تعیین کے بھی دو درجے ہیں۔ اتفاقی امد التزمی۔ اتفاقی یہ ہے کہ بس اپنی

مصلحت سے کوئی تاریخ طے کر دی۔ یہ تعین بس ایک ہی دفعہ کے لیے ہے۔ یہ تاریخ کوئی ضابطہ نہیں بن گئی، اور تعین التزامی یہ ہے کہ وہ آئندہ بھی اسی تاریخ کا التزام کرے مثلاً ایک بیٹے کی شادی ۱۰ ذوالحجہ کو کی ہے تو دوسرے کی شادی میں بھی اسی تاریخ کا التزام کرے اور پھر پوتے خاندان میں آئندہ یہی تاریخ طے پا جائے۔ یہ اتلامی تعین بھی اگر التزامی درجے میں آجائے تو ممنوع ہو جائے گی۔

سفر اور تعین میں فرق

کسی قبر کی زیارت کے لیے سفر کرنا یہ نہیں کہ اتفاق سے راستے میں کسی بزرگ کی قبر آگئی تو اس کے پاس سے گزرنے والے نے اس کی زیارت کر لی اور قبروں پر جو سلام کہا جاتا ہے کہہ دیا، جائز ہے یا نہیں؟ یہ ایک اختلافی مسئلہ ہے۔ لیکن کسی نیک کام کے لیے دنوں کی تعین اور وہ بھی التزامی درجے میں — یہ اسلام میں کوئی اختلافی مسئلہ نہیں اسے سب ناجائز سمجھتے ہیں مسئلہ سفر میں تو پس پیش اٹھنا چاہیے۔ جب سلف میں کسی مسئلے میں اختلاف ہو گیا تو اس میں ایک دوسرے کو برداشت نہ کرنا چاہیے، لیکن دونوں کی غیر شرعی تعین کو ہرگز برداشت نہ کرنا چاہیے۔ سنی مسلمان اس سے پوری کوشش سے بچے رہے۔ بدعتی لوگ تو وہ خود اس کے جاہدہ ہوں گے اگر ان کا خاتمہ ایمان پر ہو گیا۔ یہ اگر کی بات ہم نے اس لیے کی ہے کہ بدعتی کا خاتمہ باخیر بہت خطرے میں ہوتا ہے۔

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ سفر اور تعین میں فرق کرتے ہوئے لکھتے ہیں:-

قبر بزرگان کی زیارت کو سفر کر کے جانا مختلف فیہ ہے بعض علماء درست کہتے ہیں

اور بعض منع کرتے ہیں یہ مسئلہ مختلف ہے اس میں نزاع و شکوہ نہ چاہیے۔ مگر ہاں

عرس کے دن زیارت کو جانا حرام ہے۔ فقط۔

زیارت کے لیے جانا ممنوع نہیں اس کے لیے واقعی طور پر کسی دن کا ارادہ کر لیا جائے تو یہ جائز ہے

یہ نہ تخصیص ایام ہے نہ اس کا التزام — ہاں خاص عرس کے دن زیارت کے لیے جانا اہل بدعت کی

بدعت میں اور ان کی تعلیمی مجلسوں میں من وجہ شرکت ہے اور جو شخص کسی قوم کی گنتی کو بڑھائے وہ انہی میں اٹھایا جانے کے خطرہ میں ہے۔

تعیین اعتقادی اور تعین التزامی

مجموعہ کی فضیلت باقی دنوں پر اور رمضان کی فضیلت باقی مہینوں پر اور مسجد کی فضیلت باقی جگہوں پر یہ شرع میں ثابت ہے یہ تعین اعتقادی ہے اور اس پر مبنی فضیلت شریعت میں ایک درجہ رکھتی ہے۔ لیکن ایصال ثواب کے لیے تہیجے، دسویں، اکیسویں اور چالیسویں دنوں کی تعیین کرنا اور انہیں اہم جاننا یا گیارہ تاریخ کو افضل ٹھہرانا اور اس تاریخ میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ کو ایصال ثواب کرنا یہ ان اوقات کو اعتقادی فضیلت میں لانا ہے جن کے لیے شریعت میں الفضیلت وارد نہیں ہوئی۔ اب جو شخص ان اوقات اور دنوں کی تعیین التزامی کرتا ہے وہ دراصل ان اوقات اور دنوں کی فضیلت اعتقادی کا قائل ہے اور یہی بدعت کی تعریف ہے کہ جو چیز دین نہیں اسے دین سمجھا جائے اور جاہلوں میں اسے بطور دین قائم کر دیا جائے۔

تخصیص اوقات اور تخصیص مقامات

جس طرح کسی وقت کی فضیلت بدوں شرع ثابت نہیں ہو سکتی کسی جگہ اور مقام کی فضیلت بھی دلیل شرعی کی محتاج ہے۔ ایصال ثواب کے لیے قرآن کریم پڑھنا قبر کے پاس ہو یا مسجد میں یا گھر میں ثواب میں سب برابر ہے کسی ایک جگہ پڑھنے کو اعتقاد افضل جاننا درست نہیں۔ ہاں قبر کے پاس اس لیے پڑھے کہ اس سے میت مانوس ہوتی ہے تو یہ بنا بر اعتقاد سماج موقی جائز ہو سکتا ہے لیکن فضیلت اعتقادی اسے بھی حاصل نہیں۔

② قبروں پر پھولوں کی چادریں اور سبز ٹہنیاں

حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دو معذب (عذاب یافتہ) قبروں کے پاس سے گزرے اور آپ نے ان پر کھجور کی دو ٹہنیاں گاڑ دیں اور فرمایا کہ جب تک یہ ٹہنیاں تر رہیں گی ہر سکتا ہے ان کے عذاب میں تخفیف رہے۔

بریلوی علماء اس سے استدلال کرتے ہیں کہ گنہگاروں کی قبروں پر اگر سبز ٹہنیاں رکھی گئیں تو بزرگوں کی قبروں پر پھولوں کی چادریں ڈالنی چاہئیں۔ جس طرح ٹہنیاں سے پھول فائق ہیں، عالم لوگوں سے اولیاء اللہ فائق ہیں۔

حضرت ہابیر بن عبد اللہ کی روایت میں مزید یہ شرح طور پر شفاعت نبوی کے الفاظ موجود ہیں۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

انی مودت بقرین یعد بان فاجبت بشفاعتی ان یرفعہ ذلک عنہما
 مادام الفصن ان رطبین۔ (صحیح مسلم جلد ۲ ص ۴۱۵)

ترجمہ میں دو قبروں کے پاس گزرا جن کو عذاب ہو رہا تھا۔ میں نے چاہا کہ میری شفاعت سے ان پر عذاب اس وقت تک ہلکا ہو جائے۔ جب تک یہ دو ٹہنیاں سبز رہیں۔

یہ روایت حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے بھی مختلف الفاظ سے مروی ہے۔ اس میں بھی دو سبز ٹہنیاں کہ عذاب میں تخفیف کا نشان بتایا گیا ہے۔ اگر یہ کوئی دوسرا واقعہ بھی ہوتا تو ہم یہ مندر ہے کہ وہاں بھی عذاب میں تخفیف حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا اور شفاعت سے ہی ہوئی۔ یہ حضرت ہابیرؓ کی روایت اس روایت کے لیے بمنزلہ شرح ہو جائے گی۔ جس طرح قرآن کریم کی بعض آیات بعض دوسری آیتوں کی تفسیر کرتی ہیں، بعض احادیث بھی بعض دوسری احادیث کے لیے بمنزلہ شرح ہیں۔

الجواب

بریلوی منتقروں کا مذکورہ ہتھکڑا عجیب ہے جنہوں کی رکھی سبز ٹہنیاں جب تک تر رہیں

ان گنہگاروں کے عذاب میں تخفیف رہی۔ اور لیا کہ کرام کی قبروں پر جب تک یہ پھول تر رہیں گے وہاں کن کے عذاب میں تخفیف ملحوظ نظر ہے؛ سبز ٹہنیوں اور تازہ پھولوں میں تر ہونا قدر مشترک ہے اور کچھ وقت بعد دو دروں چیزیں خشک ہو جاتی ہیں۔ یہ دو دروں چیزیں خشک نہ ہو گئیں لیکن اب بھی یہ چیزیں تو ہیں اور اس مہم میں داخل ہیں۔

وان من شئ والایسبح بحمده ولكن لا تقفون تسبیحہ (پ: بنی اسرائیل ص ۵)

ترجمہ۔ اور کوئی چیز ایسی نہیں مگر یہ کہ وہ اللہ تعالیٰ کی حمد کا تسبیح کرتی ہے مگر تم ان کی تسبیح کو سمجھ نہیں پاتے۔

معلوم ہوا سبز ٹہنیوں اور تازہ پھولوں میں یہ تسبیح پر مددگار ملحوظ نظر نہیں۔ یصفت تو اب بھی ان میں موجود ہے کہ دو دروں چیزیں خشک ہونے کے باوجود چیز ہونے کے دائرے سے نہیں نکلیں کہ اب ان سے تسبیح باری تعالیٰ منقطع ہو جائے۔

اس تفصیل کے بعد معلوم ہونا چاہیے کہ عذاب میں تخفیف کا اصل باعث کیا ہے؟ جو اباعرض ہے کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ کی برکت اور آپ کی اللہ تعالیٰ کے حضور ان معذبین کی شفاعت ہے۔ آپ نے ان کی اللہ کے حضور شفاعت کرتے ہوئے ان دو ٹہنیوں کو چھو دیا اور ان قبروں پر گلاڑ دیا۔ اب اگر ان کی برکت سے ان گنہگاروں کے عذاب میں کمی کر دی جائے تو یہ خالصتہً حضور کی تہجد کا اکرام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان قبروں والوں سے یہ معاملہ صرف اس لیے کیا کہ اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی قبولیت اور ان ہاتھوں کا اکرام تھا جنہوں نے وہاں ٹہنیاں رکھیں۔ دعا سے عذاب میں کمیوں تخفیف کی گئی پھر عذاب ہی کیوں نہ اٹھا لیا گیا اور یہ تخفیف بھی اسی وقت تک رہی جب تک وہ سبز رہیں تو اس کی وجہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعائیں کی نہیں۔ بات یہ ہے کہ ہر فیصلہ اللہ کے ہاتھ میں ہے وہ جتنے وقت کے لیے چاہے اور جتنا کرم فرمائے یہ اس کی مرضی پر موقوف ہے۔ ہم اپنی مرضی سے اس کے ارادے کو مضابطوں میں لانے کے مجاز نہیں۔ ہم مفتی احمد یار صاحب کی اس بات سے اتفاق نہیں کر سکتے کہ حدیث میں ان ٹہنیوں کے خشک ہونے کی قید حضور

نے کیوں لگائی۔ ان کے مذاب سے ہمیشہ کے لیے تخفیف کیوں نہ کر دی گئی۔ ہم کون ہیں خدا کے ارادے پر حکم چلانے والے۔

منفی احمد یار صاحب کا مقدمہ قلم ملاحظہ ہو کس دلیری سے انکار کرتے ہیں کہ یہ سب کچھ حضورؐ کی دعا اور شفاعت کا صدقہ تھا۔ آپ لکھتے ہیں:-

مذاب قبر کی کمی سبزے کی شیع کی برکت سے ہے نہ کہ محض حضور علیہ السلام کی دعا سے
اگر محض دعا سے کمی ہوتی تو حدیث میں مشک ہوئے کی کیوں قید لگائی جاتی۔

اللہ تعالیٰ جس درجے میں دعا کو قبول فرمائیں اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کا ذکر کر دیں تو ہم کون ہیں کہنے والے کہ صرف اس وقت تک تخفیف فرمائی جب تک وہ ٹہنیاں تر رہیں گی۔ ہم کون ہیں یہ حکم چلانے والے منفی صاحب اگر اللہ تعالیٰ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر کیوں کا سوال اٹھائیں تو یہ ان کا کمال ہے ہم کوئی بریلوی تو نہیں کہ خدا اور اس کے رسولؐ خاتم پر اعتراض کرنے لگیں۔

حقیقت یہ ہے کہ ان قبروں سے مذاب کی تخفیف کا واقعہ بالکل خلاف قیاس ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا اور توجہ کا فیضان ہے جس کے منفی صاحب میگو ہیں۔ اگر یہ کوئی ضابطے کی بات ہوتی حضور کرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلفائے راشدینؓ اور دیگر صحابہ کرامؓ اور ائمہ دین اس پر کیوں حمل نہ کرتے۔ غیر القرون میں اس کا قطعاً کوئی ثبوت نہیں ملتا۔

اور پھر بزرگوں کی قبروں کو یا اپنے اعزہ و اقارب کی قبروں کو ان زیر مذاب لوگوں پر قیاس کرنا اور ان کی قبروں پر سبز ٹہنیاں یا پھول چڑھانا اس میں ایک مصلحت کا فرما ہے اور فقہ کی کس کتاب میں اس مسئلے کو جگہ دی گئی ہے۔

③ قبروں کے عرق گلاب سے غسل اور پھولوں کی چادریں

اس دوسری بدعات میں ایک عمل یہ بھی دیکھنے میں آیا ہے کہ بعض بزرگوں کی قبروں کو سالانہ

نسل دیا جاتا ہے اور وہ غسل بھی پانی سے نہیں بلکہ عرق گلاب سے اور اس میں اتنا اسراف کیا جاتا ہے کہ اس کے تقویر سے شعور مجروح ہوتا ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔

یہ بدعت اپنی کوکھ میں کن کن بدعتوں کو ساتھ لائی ہے ذرا ان پر بھی غور کریں۔

① — بزرگوں کی قبریں کچی ہوں قبر نرہ کی طرح کچی نہ ہوں — کیوں؟ یہ اس لیے کچی قبریں تو دھوئی نہیں جاسکتیں۔ یہ کچی قبریں میں اور وہ بھی مر مر ہیں، جنہیں دھویا جاسکتا ہے — غابر ہے کہ اس میں فتنہ خنی کے اس فیصلے سے کھلا تصادم ہے جسے امام محمدؒ نے نقل کیا ہے آپ لکھتے ہیں۔

ولا نرى ان يزداد على ما خرج منه ونكره ان يخصص او يعطى ان
النبي صلى الله عليه وسلم نقل عن ترميع القبور وتخصيصها قال محمد بنه
ناخذ وهو قول ابى حنيفة۔

ترجمہ۔ اور ہم اسے صحیح نہیں جانتے کہ جر مٹی قبر سے نکلی سختی اس سے زیادہ اس پر
ڈالی جائے اور ہم اسے مکروہ جانتے ہیں کہ قبر کو چوڑے سے پختہ کیا جائے یا اس
پر لپائی کی جائے۔ بے شک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر کو چکر نہ بنانے
سے اور اسے چونا گچ کرنے سے منع فرمایا ہے۔ امام محمدؒ کہتے ہیں یہ ہمارا فیصلہ ہے
اور یہی امام ابوحنیفہؒ کا قول ہے۔

یہ وہم نہ ہو کہ شاید امام ابو یوسفؒ کی یہ رائے نہ ہو۔ ہرگز ایسا نہیں۔ علامہ علیؒ (۱۵۶۷ھ) لکھتے ہیں۔
وکیہ تخصیص التبن وتطمينه وبه قالت الائمة الثلاثة۔

ترجمہ۔ جو دیول کی قبروں پر بلند عمارتیں بناتے ہیں اور چراغ روشن کرتے ہیں اور اس
طرح کے جو کام کرتے ہیں سب حرام ہیں۔

اور امام محمدؒ نے جس حدیث کے مطابق یہ فیصلہ لکھا ہے اس کی تائید دو تین صدیوں میں

بھی بالکل اسی طرح سنی جا رہی ہے۔ دیکھئے پھر تیرہویں صدی میں بھی فتنہ خنی کا یہی فیصلہ پیش کیا گیا ہے

قاضی ثناء۔ مہد صاحب پانی پتیؒ (۱۱۷۵ھ) لکھتے ہیں۔

آپ بزرگوار اولیاءِ عظامت، ہمارے رفیع بنائے کنندہ و چراغاںِ مدشنِ مے کنندہ و انہیں

قبیلِ ہرچہ سے کنندہ حرام است۔

ترجمہ۔ اہلِ کفر کو چرنے کی بجائے انہیں اس کی پانی کننا مکروہ ہے اور یہی دہمارے، تین اماموں

کا فیصلہ ہے۔

② — یہ سالانہ تقریب (مزار مبارک کو غسل دینا) سالانہ عرس کا پیشِ خمیہ بنتی ہے اور عرسوں میں جس قدر مکروہات اور ممنوعاتِ عمل میں آتے ہیں وہ کسی صاحبِ نظر سے مخفی نہیں — عورتیں جس طرح بن سوز کر عرسوں میں آتی ہیں اور دوسری طرف نوجوانِ مفید تیں قربان کرتے مزار اولیاء کی طرف بڑھتے ہیں اس ازدِ اختلاط سے کیا نتائج پیدا ہوتے ہیں یا برکتیں ہیں آپ ان کا اندازہ خود کر لیں۔

③ — مہنگائی کے اس دور میں جب ہماری سوسائٹی کا پچھلا طبقہ ایک بڑی مقدار میں ضروریاتِ زندگی تک سے محروم ہے وہاں عرقِ گلاب کا اس قدر ضیاع اور مال کا اس قدر اسراف جو سبائے خود گناہ محتاب اسے کا خیر سمجھ کر عمل میں لایا جا رہا ہے اور یہی بدعت کی حقیقت ہے۔ پھر یہ غسلِ حکومت کی سرپرستی میں عمل میں لایا جائے تو افسوس ہے کہ اس کے ساتھ اور بھی کئی قباحتیں شامل ہو جائیں گی۔

④ — یہ گلاب کا عرق جب قبر سے بہہ کر آگے جائے تو لوگ اسے بوتلوں میں بھر کر آگے اپنے دیہات میں لے جاتے ہیں اور پھر اس سے برکت ڈھونڈنے والے مرد اور برکت ڈھونڈنے والی عورتیں ایسی ایسی خرافات میں مبتلا ہوتے ہیں کہ شرک و بدعت کی کوئی آہستہ نہیں جو ان مجلسوں میں نہ آتی ہو اور یہ سب کچھ قبر پرستی کے ایک حاشیے کی صورت میں جاہلِ دل و دماغ پر اتار دیا جاتا ہے۔

⑤ — مزار مبارک کو غسل دینے والے علماء اور نعت خواں اس دھروں کو پھر اپنی مقدس دائرہ حیدر سے ملتے ہیں جو سنت کے نام سے رکھی گئی تھیں۔ یہ بدعت کی آلائش سے سنت کی کھلی

تو میں ہے — پھر جب یہ غسل حکومت کی سرپرستی میں ہر تو ان علماء کو بھی ان تقریبات میں آنا پڑتا ہے جو سرے سے ان بدعات کے قائل نہ ہوں — ایک مولوی صاحب ایک ایسی تقریب میں شامل ہوئے تو انہیں باطل و غلطی یہ حدیث پڑھنی پڑی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی قبر پر پانی پھڑکا ہے۔ دس علیہ السلام اور وہ حضرت خود بھی سمجھ رہے تھے کہ یہ نئی قبر بننے پر پانی کا پھڑکاؤ تھا۔ جو اس کی مٹی کو برابر کر دینے کے لیے ڈالا گیا تھا یہ کوئی مزار و حوٹے کی کارروائی نہ تھی — تاہم وہ حضرت یہ حدیث پڑھتے کچھ مسکرا بھی رہے تھے۔

قبروں کے غسل اور پھولوں کی چادروں میں اور بھی متعدد قباحتیں لپٹی پڑی ہیں۔ ان کا کہاں تک اعاطہ کیا جائے یہ چند امور مثال کے طور پر پیش کر دیئے گئے ہیں۔ ان تقریبات کے مشاہدے سے اور بھی کئی خرافات آپس کے سامنے آئیں گی۔ اعاذنا اللہ منہما۔

۴) قبول پرندریں

قبول پر کی جانے والی بدعات میں وہ نذرانے بھی ہیں جو دائرین زیارت کے بعد ان کجروں میں ڈالے جاتے ہیں جو صاحبِ مزار کے قدموں میں پیوست زمین بہتے ہیں۔ دائر سمجھتا ہے اس لیڈر کیس کے ذریعہ میری نذر صاحبِ مزار تک پہنچ رہی ہے اور میری عرضِ عزت خود سن رہے ہیں۔ یہ وہ اعتقاد ہے جس سے قبول کا یہ سارا کاروبار چل رہا ہے۔

قبول پرندروں کا حال محکمہ اوقاف سے پہچنے یا رسائی ہو تو عوام کی جہالت سے فائدہ اٹھانے والے ان گندی نشینوں سے پہچنے جن کا ذریعہ معاش یہ نذرانے یا آنے جانے والوں کے گبے پڑے سامان ہیں ایسے کسی بزرگ کی اولاد میں جب اس کی جائداد تقسیم ہوتی ہے تو اس میں یہ قبر بھی ایک قیمتی متاع بنتی ہے کہ جو اس کا متولی ہو گیا وہ ہر سال کی دولت پا گیا۔ جس کو مکان وزمین ملی وہ ایک دفعہ ملی اور جس کو قبر ملی وہ ہر سال کی دولت سمیٹ گیا جو اسے بیٹھے بٹھائے گھر مل جایا کہے گی۔

یقین نہ آنے تو کبھی خود جا کر دیکھیں لوگ اپنی حاجتیں پوری کرانے کے لیے کتنی بڑی بڑی فیسیں ان مزاروں کی تذکرے میں اور پھر صرف نقد نوٹ ہی نہیں دیگیاں دیگیاں مٹھائیوں کے بڑے بڑے طبق۔ پھلوں کے لدے لڈکے اور لڈکیوں تک ان مزاروں کی تذکرے میں اور پھر گدی نشین ہیں کہ مولیوں کو بڑی بڑی فیسیں دے کر ان درگاہوں پر لاتے ہیں اور ان سے دخلہ کرتے ہیں کہ تم یہاں قاضی الحاجات کے دروازے پر آ پہنچے ہو جو جہنما سے انہی سے لو۔ خدا بڑا بادشاہ ہے وہ ہر کسی کی براہِ راست نہیں سنتا نہیں جو کچھ کہتا ہے یا جو کچھ دینا ہے بس انہی حضرات کے قدموں میں بیٹھ کر کہہ دیجئے اور جو دینا ہے وہ بھی یہیں ڈال دیں۔ اللہ ان کی کبھی بھی مرزا نہیں اور بہتاری کبھی بھی سنتا نہیں۔ پھر سادہ لوح بریلوی ان سیلوں کے ریلوں میں اور ملوں کے جلوں میں اپنی ایمان جیسی متاعِ عزیز کو کبھی نعرہ بازی میں ہار دیتے ہیں اور وہ نہیں جانتے کہ ایک بڑے رب کے ماتحت کسی چھوٹے رب کی اسلام میں کوئی گنجائش نہیں۔ دنیا کے حکمرانوں کا اقتدار ایسا رافضیہ ہے کہ تقسیم ہر کر عمل میں آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے اقتدار اور اپنی

قدرت میں کسی کو شریک نہیں کیا۔ کسی فرشتے کو اور کسی پیغمبر اور ولی کو۔ یہی حقیقت اہل السنۃ والجماعہ کا ہے۔ رہے بریوی توانی کے بارے میں فقہ حنفی سے یہ فیصلے لے لیجئے۔

واعلم ان النذر الذی يقع للاموات من اکثر العوام و ما یؤخذ من الدوام
والشمع والزیت ونحوها الی حرائق الاولیاء الکرام تقربا الیہم فهو بالاجماع
باطل وحرام بل

ترجمہ۔ اور جان کر کہ اکثر عوام جو مروجین کے نام پر تمیزیں دیتے ہیں اور قدر دہوں
اور چراغ اور ان میں ڈالا جانے والا تیل اور اس قسم کی دوسری چیزیں اور میلے کرام
کی درگاہوں میں لاتے ہیں۔ بایں طور کہ ان کا انہیں قرب حاصل ہو یہ سب بالاجماع
باطل اور حرام ہیں۔

اس نذر کو باطل اور حرام کہنے کی وجہ علامہ شامیؒ نے یہ لکھی ہیں۔

قوله باطل وحرام لوجوه منها انه نذر لمخلوق والنذر للمخلوق لا یجوز
لانه عبادة والعبادة لا یكون لمخلوق ومنها ان المنذور له میتة والمیتة
لا یملك ومنها انه ظن ان المیتة یتصرف فی الامور دون الله تعالى و
اعتقاده ذلك کفر بل

ترجمہ۔ صاحب درختار کا ان چڑھاؤں کو باطل اور حرام کہنا کئی وجہ سے درست ٹھیک
ہے ان میں ایک یہ ہے کہ یہ مخلوق کی نذر ماننا ہے اور مخلوق کی نذر ماننا جائز نہیں۔
نذر ماننا ایک عبادت ہے اور عبادت خالق کی ہے مخلوق کی نہیں اور ایک یہ وجہ
بھی ہے کہ جس کی نذر مانی ہے وہ میت ہے (اس جہان سے جا چکا) اور میت کسی چیز
کی مالک نہیں ہو سکتی اور اس کے حرام ہونے کی وجہ ایک یہ بھی ہے کہ وہ نذر ماننے
والا یہ گمان کئے ہوئے ہے کہ فوت شدگان اللہ کے دے دے خود متصرف فی الامور

میں اور اس کا یہ عقیدہ رکھتا کفر ہے۔

علامہ طحاویؒ لکھتے ہیں کہ ایسی اشیاء کا کھانا مضمرین کے سوا اور کسی کے لیے نہا نہیں۔ کسی شریعت منصب کے لیے کسی اچھے خاندان والے کے لیے اور کسی صاحب علم کے لیے اس کے علم کی عزت کے باعث یہ کھانا جائز نہ ہو گا۔

ولعیثبت فی الشرع جواز الصرف الاقنیاء للاجماع علی حرمة النذر للمخلوق
ولا ینفقد ولا تشتغل به الذمۃ وانہ حرام بل سمحت لہ

ترجمہ: شریعت میں یہ کہیں ثابت نہیں کہ یہ نذر غنی لوگوں کے لیے کھانا جائز ہو اس بات پر اجماع ہے کہ مخلوق کی نذر ماننا وہ کتنا ہی بڑا مالی کیوں نہ ہو، حرام ہے اور یہ نذر منقذ ہی نہیں ہوتی اور اس پر اس کی کوئی ذمہ داری نہیں آتی اور یہ حرام ہے بلکہ حرام سے بھی اگے بڑھ کر یہ وجہ بھت میں ہے۔ (شرع میں یہ ثابت اس میں آچکی)۔

یہ صرف درخت اور اس کی خوراک کی بات نہیں اس سے پہلے علماء اخلاف اپنی قرمی اسمبلی میں شریعت اسلامی کے اس مقابلے پر اجماع کہ کچے ہیں قدامتے عالمگیری کے باب الامکاف میں دیکھئے۔

والنذر الذی یقع من اکثر العوام بان یأتی الخاف بر بعض الصلحاء ویضع
سترہ قائلاً یا سیدی فلان ان قضیت حاجتی فک متی من
الذهب مثلاً کذا باطل اجماعاً۔

ترجمہ: اور اکثر عوام میں جو یہ نذر ماننے کا رواج ہے کہ کسی نیک آدمی کی قبر پر آتے ہیں اور اس پر بڑا اخلاف اٹھا کر یہ کہتے ہیں اے میرے آقا! اگر تو میری یہ حاجت پوری کر دے تو میں تیرے لیے اتنا سونا لاول کا یہ نذر بلا اجماع باطل ہے۔ اور یہ بھی لکھا ہے۔

فما یؤخذ من الدواھم ونحوھا ویقل الی ضارح الاولیاء الکرام تقرباً

الہمد فخرام بالاجماع

ترجمہ۔ سو جو روپے اور ان مہیسی اور چیزیں لے کر انہیں اولیاء اللہ کے مقبروں پر لے جاتے ہیں اور نیت ان بزرگوں کا قرب حاصل کرنے کی ہوتی ہے تو یہ بالاجماع حرام ہے بلکہ علامہ محمد اوسؒ بھی لکھتے ہیں۔

واما اذا كان المطلوب منه ميتا او غائبا فلا يستريت عالمه انه غير جائز وانہ من البدع التي لم يفعلها احد من السلف

ترجمہ۔ اور جب مطلوب منہ (جس سے درخواست کی جا رہی ہو) فوت شدہ ہو یا سامنے نہ ہو غائب ہو تو اس میں کسی عالم کو شک نہیں ہو سکتا کہ یہ جائز نہیں اور یہ ان بدعات میں سے ہے جن پر سلف صالحین میں سے کوئی عمل پیرا نہیں ہوا۔

معلوم ہوا بدعت کا معیار یہ ہے کہ اس پر سلف صالحین کا عمل نہ ہو۔ نئے نئے مجتہدوں کی بات لینے کی بجائے پہلوں کی پیروی ہزار درجہ بہتر ہے۔ مولانا دمید الزمان لکھتے ہیں۔

(اللہ تعالیٰ) کچھ پیروں کی گمراہی سے بچائے جنہوں نے اپنے عقائد بدل ڈالے اور صحابہ اور تابعین اور مجتہدین امت یعنی امام ابوحنیفہؒ اور شافعیؒ اور مالکؒ اور احمد بن حنبلؒ اور سفیان ثوریؒ اور ازہریؒ.... کے عقائد قائم کیا۔

حاجت برآری پر قیمت نہ بھی بیش کرے تو بھی قبر سے یہ طلب حاجت ان اسباب میں سے نہیں جو اللہ رب العزت نے نظام کائنات کے چلنے کے لیے بنا رکھے ہیں۔ سو اہل قبر سے یہ استدعا ایک فوق الاسباب پکار ہے جو بہت بڑا گناہ ہے اور کسی طرح لائق مغفرت نہیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ بھی لکھتے ہیں۔

كل من ذهب الى بلدة اجبر او قهر سالوا مسعودا ما ضاها ما لاجل

حاجة يطلبها فانها اثم اثم اكبر من القتل والنزاع اليس مثله الا مثل

من كان يعبد المصنوعات او مثل من كان يدعو اللات والعزى.
ترجمہ جو شخص بھی اجمیر شریف ماضی دیتا ہے یا حضرت سالار مسعود کی قبر پر جاتا ہے یا ان
درباروں جیسے اور کسی دربار پر ماضی دیتا ہے تو وہ ایسے بڑے گناہ کا مرتکب ہے
جو قتل اور تباہی سے بھی زیادہ بڑا گناہ ہے۔ کیا اس کی مثال ویسی نہیں جیسی ان لوگوں کی
جو ہاتھ کے بنائے ہوئے بت پوجتے ہیں یا ان کی طرح جولات وغریبوں کو اپنی محبت
پر آری کے لیے پکارتے ہیں۔

قتل و زنا واقعی بڑے گناہ ہیں گناہ کبیرہ میں اور ان کی سزا سزائے موت ہے لیکن شرک اس سے بھی
بڑا گناہ ہے جو کسی طرح لائق معافی نہیں۔ یہ نہ صرف اللہ کے حقوق کا نہیں اللہ کی عزت کا بھی ہے۔
یہ قبول پر مال و دھرم و دنیا و آخرت میں چڑھانے کی بات تھی جسے فقہاء کرام بالا جماع حرام لکھتے ہیں۔

⑤ نذر کئے گئے بکرے اور مرغے

باقی رہا زندہ چیزوں کا چڑھا دہ اس سے بھی بڑا گناہ ہے جو لوگ وہاں حیوانات کو پیش کرتے ہیں اور
وہاں انہیں ذبح کرتے ہیں گو وقت ذبح وہ اللہ کا نام ہی لیتے ہوں لیکن وہاں قبروں پر جا کر ان کا ذبح
کرنا ان میں ان اصحاب مزارات کا اعزاز اور تقرب بھی ان لوگوں کے پیش نظر ہوتا ہے۔ یہ گناہ بدعت سے
کچھ آگے جا کر شرک کے درجے کو پہنچتا ہے۔ امام ربانی مجدد الف ثانی لکھتے ہیں:-

وحیوانات را کہ نذر مشائخ مے کنند و بر سر قبر ہائے ایشان رفته اس حیوانات را ذبح
مے نمایند و روایات فقہیہ این عمل را نیز داخل شرک با شتہ اند.

ترجمہ۔ اور یہ لوگ جو بزرگوں کے لیے جانوروں کی نذر مانتے ہیں اور پھر ان کی قبروں پر
جا کر ان بکروں اور مرغوں وغیرہ کو وہاں ذبح کرتے ہیں فقہ کی روایات میں ان کے
اس عمل کو بھی داخل شرک کیا گیا ہے۔

حیوانات بجسے بیٹریں اور مرنے تو ایک طرف رہے، بریوری وہاں دندہ منالیں (ڈکریں)،
نمک کا چڑھاوا چڑھانے کو بھی جڈگوں کی ایک بڑی محنت سمجھتے ہیں۔

مولانا احمد رضا خاں حضرت سید احمد بدوی کبیر کے مزار پر ایک تاجر کا کینیز پیش کرنا اور صاحب مزار
کا اسے قبول کرنا بڑی خوش اعتقادی سے دکھتے ہیں۔ آپ لکھتے ہیں :-
وہ تاجر حاضر ہوا اور اس نے وہ کینیز مزار اقدس کی نذر کی۔

مزاروں کے چڑھاوے وصول کون کرتے ہیں؟ ان کے مجاورین اور دائرین۔ اب یہ لڑکی جو
مزار اقدس پر چڑھاوے کی صورت میں آئی اسے کون لے جائے گا؟ اور یہ کس کی قسمت کہلائے گی؟
مجاور کی یا مجاہد جسے تختہ دیدے۔ مولانا احمد رضا خاں لکھتے ہیں یہاں مجاور کو قبر سے اشارہ ہوا کہ اب وہ
یہ کینیز حضرت سید عبدالہاب کو جو وہاں حاضر مزار تھے انہیں دے دے اور پھر اس حاضر بزرگ کو قبر سے
جو کامز آئی اسے مولانا احمد رضا خاں کے الفاظ میں پڑھیے :-

عبدالہاب اب دیر کا ہے کی ہے؟ فلاں عمرہ میں لے جاؤ اور اپنی حاجت پوری کرو۔
مزاروں کے گرد حجرے کیا انہی کاموں کے لیے ہوتے ہیں؟ اور کیا اصحاب مزارات اس طرح
کمروں کے نمبر پر لیتے ہیں جس طرح ہوٹلوں کے مالک اپنے مسافروں کو نمبر بتاتے ہیں اور چابیاں دیتے
ہیں۔ اس وقت اس کی تفصیل بہار موصوع نہیں۔ ہم یہاں صرف کہنا چاہتے ہیں کہ فقہ حنفی کی رو سے مزاروں
پر چڑھاوے خواہ دوپوں اور ٹوٹوں اور درہم و دینار کی شکل میں ہوں یا بجزوں اور مرغوں کی صورت
میں یا خیر بصورت لڑکیوں کے قالب میں مزار کی یہ سب نذریں شرعاً حرام ہیں۔ اسلام میں قدر بغیر اللہ کی
کوئی گنجائش نہیں۔ علامہ شامی تصریح فرماتے ہیں کہ تملیک میت کو نہیں ہو سکتی میت کسی چیز کی مالک
نہیں رہتی۔ جو اس کے اپنے پیچھے ملاک ہوں وہ بھی دار ثل میں تقسیم ہو جاتے ہیں اور اس کی ملکیت
میں کچھ نہیں رہتا۔ جب اموات تملیک کا عمل ہی نہیں تو یہ کینیز کی صاحب مزار کہ تملیک کیسی؟ اور پھر
صاحب مزار کی طرف سے اس باہر کے ملی کو تملیک کیسی؟ — اصحاب مزارات تو ایسے جہاں میں ہیں

کہ وہ ملک بنتے ہیں اور دیکھی کہ وہ ملک کرتے ہیں۔

⑤ قبروں پر لڑکیوں کا چڑھاوا

نہایت افسوس ہے کہ برطانیوں نے قبروں پر کی جانے والی بدعات میں لڑکیوں کے چڑھاوے بھی شامل کر رکھے ہیں۔ پہلے یہ بچے اور مرنے مزارات کے اندر لے کے طہ پڑھ کر لے جاتے تھے۔ یہ حضرت محمد و اہل ثانی کا ارشاد پڑھ لے جاتے ہیں کہ فتنائے کلم نے اسے شرک قرار دیا ہے۔

یہ لڑکیوں کا چڑھاوا اس سے آگے آگے کی بدعت ہے جسے بل گئی اس کا عرس ہو گیا۔ عروس عربی میں دہن کر کہتے ہیں۔ یہ لوگ عرس اپنا کرتے ہیں اور نہایت بے مدی سے اسے صاحب مزار کے نام لگا دیتے ہیں کہ اندر سے وہ ان کا مول کا لطف لیتے ہیں اور باہر سے یہ عبادین یا ان کے بزرگ کا ہک جو یہاں ان محفل میں حاضر ہی دیتے ہیں۔ (معاذ اللہ) افسوس برطانیہ لوگوں کو کہاں سے کہاں لے آئی۔

⑥ قبروں کے طواف

پھر قبروں پر کی جانے والی بدعات میں ایک طواف بھی ہے جو یہ لوگ قبروں کے گرد کرتے ہیں اسلام میں طواف اہمکاف اور نماز عبادات میں اور عبادت ربانی ہو یا بدنی یا مالی، ایک اللہ رب العزت کے سوا کسی کے لیے جائز نہیں، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کعبہ کی تعمیر جن کاموں کے لیے کی تھی ان میں طواف بھی ہے، حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کو حکم دیا گیا تھا دیکھئے پ ۱۵۰ سورہ ۵۔

وَعَهْدَنَا إِلَىٰ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ أَن طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّائِفِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ۔

ترجمہ تم دونوں میرے گھر کو طواف کرنے والوں کے لیے اہمکاف کرنے والوں کے لیے

اور رکوع و سجود کرنے والوں کے لیے پاک صاف رکھو۔

اور پھر ان تینوں عبادتوں میں طواف صرف اسی گھر کا ہو کر رہ گیا، اور اہمکاف اور نماز اور مسجدوں

پر بھی ہو سکتے ہیں اور نماز تو بصورت مجبوری کہیں بھی ادا کی جاسکتی ہے۔ تاہم تینوں عبادات میں جو ایک اللہ کے سوا کسی کے لیے جائز نہیں، جہاد کی شرح معراج الدرایہ میں ہے۔

لوطاف حول مسجد سوی الکعبة الشریفة یحفظ علیہ الکفر

ترجمہ: اگر اس نے کعبہ مشرفہ کے سوا کسی اور مسجد کا طواف کیا تو اس پر کفر کوٹنے کا اندیشہ ہے۔

اب اس میں بریلویوں کی اس جرأت اور جہارت کو بھی دیکھئے کس بے دردی سے یہ اپنے جاہل عوام کے دین و ایمان سے کھیلے ہیں۔

داتا صاحب کی مسجد شریف میں ایک نماز باجماعت ادا کرنے کا ثواب ستر مقبول حج کرنے کے برابر ہے۔ آپ (سرکار کراچی) فرمایا کرتے تھے کہ نادار مسلمان کو چاہیے کہ اگر وہ حج بیت اللہ شریف کے لیے استطاعت نہ رکھتا ہو تو وہ حضرت داتا گنج بخش کے مزار اقدس کا طواف کرے اسے حج کا ثواب حاصل ہو گا۔

دسویں صدی کے مجدد حضرت ملا علی قاری علیہ رحمۃ ربہ الباری رحمۃ اقدس پر زیارت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے آداب بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:-

لایطوف ای لایہ ود حول البقعة الشریفة لان الطواف من مختصات الکعبة المنیفة فیحرم حول قبور الانبیاء والاولیاء ولا غیرہ بما یفعله الجہلۃ ولو کاخانی صورة المشائخ والعلماء

ترجمہ: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ شریف کے گرد طواف نہ کرے۔ یہ اس لیے کہ طواف مختصات کعبہ میں سے ہے (اور کسی جگہ روا نہیں) سوا انبیاء کرام اور اولیاء عظام کی قبروں کے گرد طواف کرنا حرام ہے اور جو جاہل لوگ (بریلوی) ایسا کرتے ہیں ان کی بات کا کوئی اعتبار نہیں۔ یہ جہلاء (عوام میں سے ہی نہیں) کسبی مشائخ اور علماء کی صورتوں میں بھی ہوتے ہیں ان کے غلط فہموں سے سند نہ لی جائے۔

معلوم ہوا قبروں پر عرسوں کے موقع پر جو بڑے بڑے پیر اور کرلے کے مولوی ان بدعات کو سنبھلا کر دینے کے لیے تقریریں کرتے نظر آتے ہیں یہ بھی جہلاء میں سے ہوتے ہیں۔ ان کی بڑی بڑی پگڑیوں اور

فتاویٰ عالمگیری میں مہرِ راحت سے لکھا ہے کہ اس طرح زمین کو چڑھنا مسجد کے قریب قریب

ہے۔

و اما تقبیل الارض فهو قریب من السجود۔

ترجمہ۔ اور زمین کو چڑھنا یہ سجدہ (تقبیلی) کے قریب قریب ہے۔

شرعیّت محمدی میں جس طرح بزرگوں اور پیروں کو سجدہ تقبلی حرام ہے۔ یہ ان کے استقبال میں زمین

کو چڑھنا اور ان کے سامنے زمین پر گر پڑنا بھی حرام ہے۔ ہدایہ میں ہے۔

اما فی شریعتنا فلا یجوز لاحد ان لیسجد لاحد یوجبه من الوجوه ومن فعل

ذلك فقد كفر۔

ترجمہ۔ ہماری شریعت میں یہ ہرگز جائز نہیں کہ کوئی انسان کسی دوسرے کو کسی بھی پہلو سے

سجدہ کرے۔ جو ایسا کرے گا سو اس نے خدا کے ساتھ کفر کیا۔

جہاں تک قبروں کا تعلق ہے وہاں صرف وہی کام جائز ہے جو سنت متواتر ہو اور وہ زیارت

قبر اور ان کے لیے کھڑے کھڑے دعا کرنے سے آگے نہیں بڑھتی۔

ویکده عند التبر ما لیرعیہ من السنۃ والمعہود منها لیس الا زیارتہ

والدعاء عنده قائماً۔

ترجمہ۔ اور قبر کے پاس ہر وہ کام مکروہ ہے جو سنت سے نہیں ملا اور جو چیز سنت سے

ثابت ہے وہ یہی ہے کہ اس قبر کی زیارت کی جائے اور اس کے پاس کھڑے کھڑے

(اس کے لیے) دعا کی جائے۔

کہاں کیا بریلویوں کا وہ مفروضہ کہ منع کی دلیل لاء۔ اصل ہر چیز میں اباحت ہے۔ مقتصر اشیاء میں

اباحت کو نئے نئے مسائل بنانے کا ذریعہ بناؤ۔ یہاں ہم اس چیز کے پابند نہیں کہ نیکی اسی کام کو سمجھیں جو

اوپر سے ہم تک نقل ہوا ہو اور پہلوں سے پھیلوں کو ملے اور جو چیز سنت میں معہود نہیں (مصابہ کے مثل

میں آئی نہیں) اسے ہرگز ہرگز دین نہ بنایا جاسکے گا۔

یہ قبروں پر کی جانے والی خرافات ایک عام انسان پر کیا اثر ڈالتی ہیں اور وہ بی بیوں کے اس خود ساختہ دین کا کیا اثر لیتا ہے اسے پاکستان کے چیف آف آرمی سٹاف جنرل اسلم بیگ کی بیگم کے ان تاثرات میں ملاحظہ کیجئے۔

حضرت داتا صاحب (حضرت علی جویری لاہوری) کے مزار پر جو پکڑ ہوتا ہے یہ سب شکر ہے۔ ہمیں لاکھوں روپے کی چادریں چڑھانے کی بجائے ننگے بدن لوگوں کو ڈھانپنا چاہیئے۔ لاکھوں روپے کے جس عرق گلاب کو مزار دھوئے پر ضائع کر رہے ہیں وہ رقم ہمیں غریبوں میں بانٹنی چاہیئے۔

جوبہی یہ خبر سچھی بریلی مولویوں نے ریڈ وِلشن پاس کرنے شروع کر دیئے کہ حکومت پاکستان جنرل مرزا اسلم بیگ کو ملازمت میں توسیع نہ دے کیونکہ اس کی اہلیہ دہا بن ہو گئی ہے۔

یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے انڈینز (سکاٹ لینڈ) کے میوزیم میں سلطان ٹیپو شہید کی تلوار کو دیکھ کر یہ دیکھتے ہوئے کہ اس کے دست پر ہر جگہ ”یا اللہ“ لکھا ہے ”یا محمد“ کہیں نہیں لکھا، یہ کہہ دیا تھا کہ وہ بھی دہا بنی تھا۔ خدا کو پکار کر اس نے دیکھ لیا کہ اس کا کیا بنا۔ اگر کہیں تلوار پر ”یا عوث“ لکھتا تو بارہ برس کے اس کے مرے ہوئے سپاہی بھی زندہ ہو کر آجاتے اور اس کی ملک بنتے۔ کیا حضرت پیر صاحب نے بارہ برس کے بچے ہوئے بیڑے تیرا کر نہیں دکھائے۔ استغفر اللہ العظیم

پاکستان میں ان کے مولیٰ گلے بھاڑا کہ کبے میں کہ ۱۹۲۵ء کی جنگ میں حضرت داتا صاحب نے بھارتی حملوں کو روکا تھا۔ وہ نہ روک سکے تو بھارتی ۱۹۴۷ء میں بھارتی فوجوں کو کیسے پیچھے دھکیل سکی تھیں — اخروس وہ نہیں جانتے کہ میدان جنگ میں کثرتِ وقت فیصلے نہیں کرتی ایمان اور عزم کی دولت ہے جس سے بارہا قلت نے کثرت پر فتح پائی ہے۔

پھر حجب ان کو کہا جاتا ہے کہ سرکارِ اجیر بندہ دستان کے مسلمانوں کو کیوں نہیں سنبھالتے تو اس

کے جواب میں کچھ چھپی برادران یہ کہہ کر چپ ہو جاتے ہیں کہ ہندو بڑا ظالم ہے ہم کیا کر سکتے ہیں؟ ہم جو آیا
 کہتے ہیں کہ اور کچھ نہ سہی آپ اللہ رب العزت کو تمام طاقتوں کا مالک سمجھتے ہوئے اور اپنا ماحبت روا
 اور مشکل کشا جانتے ہوئے اپنا ایمان تو بچا سکتے ہیں یہ کیا کوئی کم کار کر دگی ہے۔ ان حالات میں اپنا ایمان
 تو بچا لیجئے۔ شرک و بدعت کی دلدل میں کب تک دھنستے جاؤ گے؟

⑨ قبر پر اذان دینا

قبروں پر کی جانے والی بدعات میں ایک بدعت بریلویوں کی قبر پر اذان مجاہد ہے۔ بانی مذہب مولانا احمد رضا خاں نے اس پر ایذان الاجر فی اذان القبر کے نام سے ایک مستقل رسالہ لکھا ہے۔ مفتی احمد یار خاں صاحب گجراتی نے جہاں الحق میں اسے ثابت کرنے کے لیے مت ۲ سے مدح تک اس پر بڑی بحث کی ہے۔ تاہم اس بدعت میں بریلوی علماء عوامی تائید حاصل نہیں کر سکے۔ اس مسئلہ پر گفتگو کرنے سے پہلے یہ چند امور جمعہ وقت میں نظر میں رہیں۔

① — مسلمانوں کا وقت ہر نماز کا جنازہ پڑھنا اور دفن ہونا یہ مسئلہ کوئی ایک آدمہ دفعہ کا نہیں۔ مسلم معاشرے میں ایسے واقعات اور حادثات اس کثرت سے پیش آتے ہیں کہ ان کی قدر مشترک کسی مسلمان سے اوجھل نہیں رہ سکتی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی یہاں کی زندگی میں سینکڑوں جنازے پڑھائے۔ خلافت راشدہ میں بھی لا تعداد جنازے اٹھے۔ صحابہ کرامؓ نے ہزاروں جنازوں میں شرکت کی۔ قدون ثلثہ مشہور رہا یا بخیر میں کبھی کسی جنازے کے موقع پر قبر پر اذان دینے کا واقعہ پیش نہیں آیا اور روایات حدیث میں کوئی ضعیف سے ضعیف اثر تک ایسا نہیں ملتا کہ اس دور اقول میں وقت دفن کسی قبر میں یا قبر پر اذان دی گئی ہو۔ اگر ایسا کبھی ہوا ہوتا تو ضرور وہ اس امت تک نقل ہوتا۔ یہ کیسے ہو سکتا کہ اتنا کثیر الوقوع عمل پوری امت سے اس دور میں مخفی رہے اور کسی نے اسے نقل و روایت نہ کیا ہو۔

② — بریلوی علماء اسے کس راہ سے دین بناتے ہیں؟ یہ وہی ان کا مفروضہ ہے کہ اس سے کہیں منع تو نہیں کیا گیا۔ قرآن و حدیث میں اس پر کہیں منع وارد نہیں۔ لہذا ہم سے اس کا ثبوت نہ پوچھو تم منع کی دلیل لاؤ۔

اس پر علماء اہل سنت ان بریلوی علماء سے کہتے ہیں تم عید الفطر اور عید الاضحیٰ کی نمازوں سے پہلے اذان نہ کہنے پر منع کی دلیل لاؤ۔ اگر قرآن و حدیث سے تم اس پر منع ثابت نہ کر سکو تو نماز عیدین کے

رہنشی میں قبروں پر سنوں مل بس یہی ہیں کہ ان کی زیارت ہو اور مرقومین کے لیے دعا ہو۔

قبور کی زیارت سے قبول کا وجود پہلے سے ہے۔ ابن ہمامؒ کے اس اصول میں امرات کو دفن کرنے ان پر مٹی ڈالنے اور اس پر پانی چھڑکنے اور قبر بنانے کی ہرگز رکاوٹ نہیں۔ ان امور کے بغیر قبر کیے بنے گی اور اس کی زیارت کیے ہوگی۔ قبر ہوگی تو اس کی زیارت بھی ہوگی اور مدفن کے لیے دعا بھی ہوگی۔ یہ اصول قبر بننے پر کارفرما ہوگا کہ وہاں صرف دو عمل ہوں۔ ایک زیارت اور دوسرا مرقوم کے لیے دعا۔

افسوس کہ مفتی احمد یار خاں صاحب نے ابن ہمامؒ کے اس اصول کو یہ کہہ کر رد کر دیا ہے۔

اگر وقت دفن بھی اس میں شامل ہے پھر لازم ہوگا کہ منیت کو قبر میں اتارنا تھوڑا دینا

مٹی ڈالنا..... یہ سب ممنوع ہو۔

مفتی صاحب چاہتے ہیں کہ دفن کے بعد جب قبر بن جائے تو پھر وہاں اذان بھی کہی جائے۔ یہ قبر پر اذان نہیں دفن کے وقت کی اذان ہے۔ یہ عجیب فرق ہے جو مفتی صاحب کر رہے ہیں۔ ٹھیک کہتے غرض مند دیوانہ ہر تلبہ صاحب غرض مجنون۔

یہ دفن کے وقت کی اذان کیے ہو گئی؟ دفن کرنے کے بعد اب تو قبر بھی بنا چکے ہیں۔ اب اس

قبر پر صرف وہی عمل درست ہوگا جو سنت سے ثابت ہو۔

یہ کہنا کہ امام ابن ہمامؒ کا بیان کردہ اصول دیکھو عند التبرک کل مالہ بعد من السنة

تازہ قبور کے بارے میں نہیں پرانی قبور کے بارے میں ہے ایک بڑا ڈھکوسلا ہے جس کا غم سے کوئی تعلق نہیں۔ قبر پر خواہ انجی جی ہواور یہاں امر مقرر وہی ہے جو امام ابن ہمامؒ (۸۶۱ھ) نے بیان فرمایا ہے کہ یہ بس دو ہی عمل ہیں۔

مولانا احمد رضا خاں کی ابن ہمامؒ کے اصول کے تحت رہنے کی کوشش

مولانا احمد رضا خاں لکھتے ہیں کہ جب قبر کے پاس دعا جائز ہے تو اذان بھی تو ایک دعا ہی ہے

سواذان کہنے سے انسان اس سنتِ معبودہ سے نہ بچے گا اور قبر کے پاس اذان کہنا جائز ہوگا مولانا احمد رضا خاں لکھتے ہیں:-

اذان خود دعا ہے بلکہ بہترین دعا ہے کہ وہ ذکر الہی ہے اور ہر ذکر الہی دعا۔ تو وہ دعا، سنت ثابت کی ایک ذرہ ہوئی۔

دعا عربی میں بلائے اور پکارنے کہتے ہیں۔ اللہ کے حضور جب ہم دعا کرتے ہیں تو اسے پکارتے ہیں۔ اذان میں اگر بلانا ہے تو مسلمانوں کو نہ کہ خدا کو — جی علی الصلوٰۃ کی پکار مسلمانوں کے لیے ہے۔ خدا کو پکارنا اذان میں نہیں ہے۔ ذکر الہی بالواسطہ دعا ہے براہ راست دعا نہیں ہے۔

اذان کو دعا بایں طور کہا جاسکتا ہے کہ اس میں مسلمانوں کو نماز کی طرف بلا یا جاتا ہے لیکن یہ بایں طور دعا نہیں کہ اس میں خدا سے کچھ مانگا جا رہا ہو۔ دعا اذان کے بعد کرتے ہیں اذان کہنے والے بھی اللہ سننے والے بھی — سورہ دعا کا مقام اذان کے بعد ہے اور اس کے لیے دعا حدیث میں موجود ہے۔

مولانا احمد رضا خاں کا اذان کو دعا کہہ کر اذان عند العز ثابت کرنا ایک دھکا دوری کے سوا کچھ نہیں — معلوم نہیں ان لوگوں کے نزدیک دین اتنا قیمتی کیوں ہو گیا ہے کہ جو بدعتی چاہے جب چاہے اس پر بدعت کا ہتھوڑا کھڑے۔ ہمارا خیال ہے کہ مولانا احمد رضا خاں جب یہ کچی بات لکھ رہے ہوں گے تو ان کا اپنا ضمیر بھی انہیں مزبور ملامت کہہ رہا ہوگا یہ اس لیے کہ وہ خود کہہ چکے ہیں:-

اذان یہ تو خالص ذکر بھی نہیں۔

قبر کے پاس دعا میت کے لیے ہے اور یہ اللہ کے حضور ایک طلب اور استدعا ہے۔ اذان میں بلاوا زندہ مسلمانوں کے لیے ہے اور اس میں اللہ کے حضور کوئی طلب اور استدعا نہیں۔ وہ طلب بعد اذان دھکی صورت میں کی جاتی ہے۔

قبر پر اذان کہنے میں اہل بدعت کا اختلاف

جب یہ بدعت چلی تو اہل بدعت میت کو قبر میں اتارتے وقت اذان دیتے تھے۔ اہلسنت اس وقت بسم اللہ وعلیٰ سنتہ رسول اللہ کہتے ہیں۔ اہل بدعت پھر اس سے بھی کچھ بدلے اور اذان اس وقت کہنے لگے جب میت دفن ہو جائے اور قبر بن جائے اور وہ یہ سمجھیں کہ اب قبر میں سوال و جواب ہو رہا ہے اور اب اذان سے میت کے دل کو مانوس کرنا مطلوب ہے۔

میت کے لیے اس وقت دعا کرنا تو احادیث سے ثابت ہے۔ لیکن اس وقت وہاں اذان کہنا یہ کسی روایت سے ثابت نہیں۔

فقہ کی کتاب درالجمار میں دفن کے بعد اذان ایک ہندی رسم بتایا گیا ہے اور اسے بدعت لکھا گیا ہے کہ یہ ہندوستان میں رائج ہوئی تھی۔

منعنی میں حضرت عبداللہ بن مسعود سے ایک روایت ملتی ہے کہ حضور نے فرمایا: لا یزال المیت یسمع الاذان ما لم یطین۔

ترجمہ میت برابر اذان سنتی رہتی ہے جب تک قبر پر مٹی نہ لپ دی جائے۔

اس میں میت کے اذان سننے کا تو بیان ہے وہ یہ کہ میت قبر مکمل ہوئے تک مسلسل اذان سنتی رہتی ہے۔ لیکن اذان دے کون رہا ہے؟ اس کا یہاں کوئی ذکر نہیں ہے اور ایسی مسلسل اذان کہاں سے آہری ہے جو قبر میں داخل کرنے سے لے کر اس آخری مرحلے تک برابر جاری رہے۔ کیا اذان اتنی لمبی ہے کہ اس وقت تک وہ جاری رہے۔ اتنی لمبی تو شیعوں کی اذان بھی نہیں ہوتی۔

تاہم اس روایت سے اتنا تو پتہ چلتا ہے کہ قبر مکمل ہونے کے بعد مردہ اذان نہیں سنتا۔ اب اس دور میں جو بریلوی دفن کے بعد اس خیال سے اذان دیتے ہیں کہ مرنے والا ان کلمات سے مانوس ہو۔ ان کا یہ خیال تو یکسر غلط ثابت ہوا۔ مردہ دفن کے بعد آسے سن ہی نہیں رہا۔ اس کی حد اس حدیث

میں بیان کر دی گئی۔

پھر اذان کا آتنا لمبا ہونا کو قبر مکمل ہونے تک یہ مسلسل جاری رہے کسی طرح قابل فہم نہیں۔ نیز ایک اذان سمجھی آواز ہو اور اس سے اذان عربی مراد نہ ہو اور مطلب اس روایت کا یہ ہو کہ میت اس وقت تک لوگوں کی آوازیں بلکہ ان کے چلنے سے جو جو تیریں کی آواز پیدا ہوتی ہے اسے برابر سنتا رہتا ہے جب تک کہ قبر مکمل نہ ہو جائے اور میت کے ایسا سننے سے اجدیث حضرات کو بھی انگار نہیں ہے۔ ہفت روزہ الاعتصام کی ۱۸ اکتوبر ۱۹۹۱ء کی اشاعت میں دیکھئے۔

اللہ تعالیٰ تازہ دفنائے ہوئے مردے کو قدموں کی آہٹ سنا دیتا ہے۔

حضرات اجدیث نے تازہ دفنائے ہوئے مردے میں اور پُرانے مردے میں جو فرق کیا ہے وہ قرآن و حدیث میں تطبیق پیدا کرنے کے لیے کیا ہے۔ پھر تازہ مردے میں اور باسی مردے میں کیا فرق ہے اسے یہ اجدیث حضرات ہی بہتر بتا سکیں گے۔

اذان کے مختلف معانی

اذان عربی میں آواز اور اعلان کے معنی میں بھی آتا ہے۔ اس کے ایک معنی عبادت کے بھی ہیں قرآن کریم میں ایک مؤذن کی اذان یہ بتائی گئی ہے۔

ثم اذن مؤذن ایہما العید انکھ لسا رقون۔ (پہلے: یرسٹ ع ۹)

ترجمہ: پھر مؤذن نے آواز دی اسے قافلہ والو تم تو البتہ چور ہو۔

ایک اور مقام پر فرمایا۔

واذان من اللہ ورسولہ الی الناس یوم الحج الاکبر۔ (پہلے: تدریج ع ۱)

ترجمہ: اور اعلان ہے اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے لوگوں کو حج اکبر کے دن۔

سریہاں اس روایت میں بھی (اگر یہ سند اکہیں ثابت ہو) اذان سے مراد آواز ہے اذان

عربی مراد ہوتی تو صحابہ کے مہدیں کہیں تو کسی قبر پر اذان دی گئی ہوتی جب ایسا نہیں تو یقیناً یہ کسی مدرسے کے معنی

میں ہے۔ ہاں اگر اذان عربی ہی مراد یعنی ہے تو یہ ان اذانوں کا سننا ہے جو اس علاقے کی مساجد میں ہر ہی ہرل
یہ نہیں کہ وہ اذان اس جہرستان میں ہی ہر ہر ہر

مولانا احمد رضا خاں کا ایک اور اجتہاد

مولانا احمد رضا خاں کا چودہویں صدی کا ایک اور اجتہاد سنئے۔ آپ فرماتے ہیں:-
قبر میں جب فرشتے آکر سوال کرتے ہیں تو شیطان بھی وہاں ہوا کر کھڑا ہوتا ہے۔ اب شیطان
کو ہٹانے کے لیے اذان سے بہتر اور کئی راہ نہیں۔ اس سوال مخیرین کے وقت باہر
سے اذان کہتی مستحب ہے۔ (مغفنا)

شیطان کی کارکردگی صرف اسی دنیا تک ہے مرنے پر انسان عالم تکلیفی سے نکل جاتا ہے وہ
جہاں اور ہے۔ اب اس قبر میں شیطان کی تعمیل مزاج شرع سے لگا نہیں کھاتی۔ پھر اگر شیطان کو دُور
ہٹانے کی یہی راہ ہے تو حضرات صحابہ کرامؓ تابعین معام اور مجتہدین کرامؓ نے یہ راہ کیوں اختیار نہ کی۔
شریعت کے مسائل ایسے قیاسات و اہد سے تو ثابت نہیں ہوتے کہ شیطان کو بھگانے کے لیے قبرستان
میں اذان شروع کر دو۔

سے
سر خدا کو زاہد و عابد کسے نہ گفت
در حیرتم کہ بادہ فروش از کجا شنید

خان صاحب کے اس چودہویں صدی کے اجتہاد پر لازم آئے گا کہ جہاں جہاں شیطان
مسلمانوں کے پاس آپہنچتا ہو وہیں وہیں اذانیں شروع کر دی جائیں۔ لیجئے بریلوی حضرات یہاں بھی
اس اصول پر چلیں اور وسیع پہلے پران بدعات کا بھی آغاز کریں:-

① جب یہی کے پاس جائیں اور اللہ تعالیٰ سے جنتنا اللہ شیطان (اے اللہ ہمیں شیطان
سے بچا، کی دعا کریں تو وہاں بھی کسی کو اذان دینے کے لیے کھڑا کر لیا کریں۔ کیونکہ شیطان اذان سے بھاگتا
ہے۔ آپ اپنا کام کریں اور مخالفین اپنا کام کئے تا شیطان وہاں نہ رہے۔

② قضاء حاجت کے وقت بھی شیطان اچنکاتا ہے۔ حضرت زید بن ارقمؓ کہتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

ان هذه الحشوش محتضرة.

ترجمہ: ان مقامات پر شیطان حاضر باش رہتے ہیں۔

یہاں بھی بریلوی حضرات کو کچھ اذانوں کا انتظام کرنا چاہیے۔ یہ انتظام بیت الخلا میں کریں تاکہ شیطان بھاگ جائیں۔ ہر بیت الخلا میں کسی نہ کسی مؤذن کا انتظام ہو۔

③ گھروں میں ساری ساری رات اذانوں کا انتظام کریں تاکہ وہاں شیطان کسی کو خواب میں آلودہ نہ کر سکے۔ والحمد للہ الشیطان سے بچنے کی یہی راہ ہے۔

④ کلاہ بار کی منڈیوں میں شیاطین اس تیزی اور بارش کی میں گھومتے ہیں کہ وہ خطوط زمین پر مشرق باقاع الارض بنے ہوئے ہیں۔ سود باز اوروں اور منڈیوں میں مؤذن مقرر کرنے چاہئیں۔

آپ غور فرمائیں کیا اس قسم کے دلائل پر شریعت کی عمارت تعمیر کی جاسکتی ہے؟ ہمارا دین اور ہماری فقہ کیا پہلے سے کتابوں میں مدون نہیں؟ بریلوی حضرات وہاں سے دین کو کیوں نہیں لاتے مولانا احمد رضا خاں کے دین و مذہب پر چلنا یہ کیسے سب سے بڑا فرض ہو گیا؟ خان صاحب جیسے دوچارہ اور مجتہد اس دور میں پیدا ہو جاتے تو دین کا جو تھوڑا بہت نقص اب سامنے ہے یہ بھی کہیں باقی نہ رہتا۔

⑩ قبر پر اذان کا یہ سلسلہ کب سے شروع ہوا ہے؟

یوں تو یہ صحیح ہے کہ قبر پر اذان کا یہ سلسلہ خیر القرون میں کہیں نہ تھا۔ اسلام کی پہلی سات صدیوں میں یہ اذان کہیں نہ سنی گئی تھی۔ البتہ ۳۷۵ھ میں مدی کے علامہ ابن حجر مکیؒ (۷۳۰ھ) نے اپنے فتاویٰ میں اسے بدعت لکھا ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ صدی میں یہ بدعت رائج ہو چکی تھی۔

علامہ شامیؒ (۱۲۵۳ھ) نے اپنے ہاں اسے میت کو قبر میں داخل کرنے کے وقت کا ایک عمل

بتاتے ہیں جو ان کے ہاں اس وقت رائج تھا۔ آپ امام ابن ہمام کے بیان کردہ اصول (کہ قبروں پر بیاریات کے لیے جاؤ یا دعا کے لیے اور کسی کام کے لیے نہیں) کی تائید کرتے ہوئے لکھتے ہیں:-

وفي الاختصار على ما ذكر من الوارد اشارة الى انه لا يسن الاذان عند ادخال الميت في قبره مكا هو معتاد الآن وقد صرح ابن حجر في فتاواه بان ذلك بدعة. ۛ

ترجمہ: قبروں پر جو کام شریعت میں وارد ہوئے انہی پر اقتصار کرنے سے اس طرف اشارہ ہے کہ میت کو قبر میں داخل کرتے وقت جو اذان دی جاتی ہے یہ اوپر سے کہیں منقول نہیں اور علامہ ابن حجر نے اپنے فتاویٰ میں تصریح کی ہے کہ قبر پر اذان دینا بدعت ہے (شریعت میں اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے)۔

فتح القدیر کی یہ عبارت کہ قبر پر جو عمل سنت سے ثابت نہیں وہ مکروہ ہے بتلاقی ہے کہ یہاں سنت کے بعد متحب یا مباح درجے کا کوئی عمل نہیں ہے۔ ورنہ محقق علی الاطلاق امام ابن ہمام (۷۸۶ھ) اسے مکروہ علی الاطلاق نہ کہتے۔ علامہ شامی کا فتح القدیر کی اس عبارت پر یہ ارشاد کہ اس میں اشارہ ہے کہ میت کو قبر میں اتارتے وقت اذان دینا جیسا کہ آج کل رائج ہو چکا ہے ہرگز مسنون نہیں۔ اس کا مطلب بھی یہی ہے کہ قبر پر اذان دینا مطلقاً مکروہ ہے مسنون نہ ہونے سے یہ نہ سمجھا جائے کہ شاید متحب یا مباح کی راہ کھلی ہو۔ قبرستان میں اگر اذان جائز ہوتی تو خود نماز جنازہ کے لیے اذان کیوں نہ ہوتی۔

لا یسن الاذان عند ادخال الميت فی قبره — میں استحباب اور اباحت ہر ایک کی نفی ہے۔ سنت کے سوا یہاں پر عمل جو بھی اس کے نیچے تصور کیا جاسکتا ہے مکروہ ہے۔

سو متن درغبار کی یہ عبارت لا یسن لعیرھا (کہ فرض نمازوں کے سوا اذان کہیں مسنون نہیں) فتح القدیر کی اس عبارت کی روشنی میں پڑھی جائے گی کہ اذان جہاں سنت میں منقول نہیں وہاں اذان دینا مکروہ ہے۔ بخلاف اذان علی الجہر کا کوئی جواز نہیں۔

علامہ طحاوی نے شرح در مختار میں علامہ ابن نجیمؒ (۷۹۶ھ) سے ان مقامات کی ایک فہرست نقل کی ہے جہاں اذان دینا مسنون نہیں (مکروہ ہے) اور وہ یہ ہے :-

الوقت والمہلظة والكسوف والاستسقاء والقلاويع والسفن والرواتب^۱
ترجمہ۔ وتر کے لیے (جب وہ رات کے پچھلے پہر پڑھے جائیں) جنازہ کے لیے چاند گرہن
کے موقع پر بارش طبعی کی دعائیں، تراویح میں اور سنن رواتب میں اذان ہرگز مسنون
نہیں (مکروہ ہے)۔

نماز جنازہ کے وقت اذان ہر یا قبر میں اُتارتے وقت یا دفن کرنے کے بعد جنازہ کے لیے کسی موقع
پر اذان دینا جائز نہیں علماء اصول نے تصریح کی ہے کہ قبر پر جو عمل سنت سے ثابت نہیں وہ وہاں مکروہ
ہے ہاں مولویوں کو اپنی اہمیت بتانے کی پیش نظر ہو تو یہ امر دیکھ لیں۔
علامہ طحاویؒ لکھتے ہیں :-

وفي فتح القدير يكره عند العبر كل ما لم يجهد من السنة والمعهود منها
ليس الا زيادتها والدعاء عند هاقا مما كما كان يفعل صلى الله عليه وسلم
في الخندق الى البقيع^۲

ترجمہ۔ حافظ ابن ہمامؒ لکھتے ہیں قبر کے پاس ہر وہ عمل مکروہ (قریب بہ حرام) ہے
جو سنت سے منقول نہ ہو اور منقول صرف زیارت ہے اور وہیں کھڑے کھڑے
دعا مینا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جنت البقیع میں کیا کرتے تھے۔

مولویوں کے لیے ایک اور کام پیدا کرنے کی نیکی

بریلوی علماء اپنے مقلدوں میں ایک یہ تاثر بھی دیتے ہیں کہ ایسے وقت میں جبہ لوگ علماء سے
تقریباً فارغ ہوتے جا رہے ہیں اور سوائے کھراج اور جنازہ کے یا مسجد کی اذان اور امامت کے ان کی

ضرورت اور کہیں نہیں سمجھی جاتی تو اگر قبر پر اذان دینے اور غمتوں وغیرہ کو بھی اسلام میں جگہ دینے کی یہ کوشش کی جائے تو اس اذان منذ القبر سے عام لوگوں کی نگاہوں میں مولویوں کے لیے ایک اور ضرورت پیدا ہو جائے گی جسے اس وقت کے صدر میں کوئی نظر انداز نہ کر سکے گا۔ سو یہ حلقہ علماء سے ایک نیکی ہے اور ان کی اس موقع پر ضرورت ثابت کرتے ہوئے ان مؤذنین کے لیے ایک مالی امداد بھی ہے اور مسلمان ایک دوسرے کی جس طرح بھی بن بٹھے مدد کریں گے اور میت سامنے ہوگی تو کوئی مسلمان اس اذان منذ القبر کا اٹکار نہ کر سکے گا۔

اس وقت اس مسئلہ کی اور تفصیل کی گنجائش نہیں جہت ملانا محض منظور نعمانی نے اسحان الشجر کے نام سے ملانا احمد رضا خاں کے رسالہ ایذان الاخر فی صلوٰۃ القبر کا نہایت مفصل اور مدلل جواب لکھا ہے اسے دیکھ لیا جائے۔ دونوں کا تقابلی مطالعہ کرنے سے دونوں کی علمی حیثیت آپ کے سامنے آجائے گی اور آپ معلوم کر لیں گے کہ ملیغزشت بس اپنے حلقے کے ہی ملیغزشت ہیں۔

(۱۱)

گیارہویں شریف

الحمد لله وسلام علی عبادہ الذین اصطفى (امام احمد)

کسی مسئلہ کے جائز یا ناجائز ہونے کا فیصلہ دینے سے پہلے یہ معلوم کرنا ضروری ہے کہ اس مسئلے کی عملی صورت کیا ہے اور اس طرح اسلام میں اعمال کے چھپے عقائد کا پس منظر ہوتا ہے۔ اس گیارہویں کے چھپے کون سے عقائد کا فرما ہیں۔ گیارہویں کا فیصلہ اس کے پس پشت پر بننے والے عقائد کے پیش نظر اس کی عملی صورت پر دیا جائے گا۔ اور عملی صورت سے مراد کسی خاص فرد یا خاص مسجد میں دی جانے والی گیارہویں نہیں۔ اس میں عامۃ الناس کے عمل و دخل کو دیکھا جائے گا جو مسئلہ عام طور پر رائج ہو اس میں عوام کا اعتبار ہونا چاہیے نہ چند خواص کا جو ظاہر طور پر اس کی حدود و ممنوعہ کا کسی درجے میں سد باب کر دیتے ہیں۔

علماء کو چاہیے کہ ایسے مسائل میں وہ عوامی ذہن اور عمل کا لحاظ کریں۔ اپنی فقہی مشگافیوں سے عوام کو بدعات میں نہ لے جائیں۔ عوام کے مبلغ علم ان کی سوچ اور فکر اور ان کے عقیدہ و عمل کو سامنے رکھیں۔ علماء کرام اپنی معتد ار حیثیت میں عوام کے حالات کو جاننے اور سمجھنے اور ان کے مطابق انہیں گمراہی سے نکالنے یا اس میں دھکیلنے کے ذمہ دار ہیں۔ محض اپنے فائدے یا آئے دن کچھ پکائے کھانے پینے کی سہولت میں اپنی اور اپنے مقتدیوں کی آخرت کو برباد کرنا یہ کوئی ایسی تہوٹی غفلتی نہیں ہے کہ آپ سے آخرت میں اس کے بارے میں کوئی سوال نہ ہو۔

تو ادر ادر اصر کی بات نہ کر تو بتانا کہاں قاضی

مجھے راہزنوں سے گلہ نہیں تری راہبری کا سوال ہے

سو گیارہویں کے موضوع پر اس کے اعتقادی پس منظر عملی صورت حال اور عرفی پیرایہ عمل ہی وہ امور ہیں جن کے جانے بغیر اس کے جائز یا ناجائز ہونے کا فیصلہ دینا مبد بازی ہوگی اس کی شرعی

حیثیت پر تھے درجہ میں زیر بحث آتی چاہیئے۔ بلکہ ان چاروں سے پہلے ان کا تاریخی منظر بھی سامنے ہونا چاہیئے۔

ہم ان شاء اللہ العزیز ان پانچ ائمہ پر ترتیب سے گفتگو کریں گے۔ واللہ هوالموفق لما یحبہ و یرضی بہ۔ اب اس کی شرعی حیثیت پانچویں نمبر پر آئے گی اور اس میں یہ بات بھی سامنے آئے گی کہ اس میں اور کتنی بدعات لپٹی ہوئی ہیں اور اس کی نسبت حضرت الشیخ سید عبدالقادر جیلانیؒ کی طرف کرنا اور اسے (گیارہویں شریعت کو) ان کے ذمے لگانا کتنا بڑا ظلم اور ظلم بالائے ظلم ہے۔

گیارہویں کا تاریخی پس منظر

سیدنا سفیح عبدالقادر جیلانیؒ (۵۹۱ھ) پٹی حدی میں ہوئے ہیں۔ ظاہر ہے کہ اس سے پہلے (اسلام کی پہلی پانچ صدیوں میں) حضرت سرکار بغداد کے نام ایصالِ ثواب کی یہ رسم یا تقریب کہیں نہ تھی۔ اب آپ کے بعد یہ کب جاری ہوئی۔ اس کی تاریخی تحقیق نہایت ضروری ہے۔ دسویں صدی کے مجدد حضرت تاجی قاریؒ (۱۱۴۴ھ) گیارہویں صدی کے مجدد حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ (۱۵۲۵ھ) پھر آپ کے معاصر حضرت شیخ عبدالحق عمت دہلویؒ (۱۰۵۷ھ) بلکہ ان سے آگے والے علمہ شائخ نقشبندیہ حضرت قاضی شاہ الشرح صاحب پانی پتیؒ (۱۲۲۵ھ) اور خاتم المحدثین حضرت شاہ عبدالعزیزؒ عمت دہلوی (۱۲۳۹ھ) ان بزرگوں میں سے کوئی بزرگ اس کا ذکر نہیں کرتا۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ تیرہویں صدی کے نصفِ اول تک اہل السنۃ والجماعہ میں گیارہویں کے نام سے کوئی دینی تقریب یا مناسبت قائم نہ ہوئی تھی۔

ہندوستان سے باہر عراق (جہاں حضرت سرکار بغداد و شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کا مزار ہے) اور مصر و شام بلکہ ملائیشیا اور انڈونیشیا تک کہیں یہ بات نہیں ملتی کہ کسی مسجد یا مدرسہ یا کسی قبرستان میں کوئی تقریب اس نام سے کی گئی ہو۔ اگر کوئی دوست اس پر کوئی مستند خوالہ پیش کر دے تو ہم اس کے بہت ممنون ہوں گے۔

گیارہویں کو تاریخی استناد دینے کے لیے بریلوی علماء کی پہلی کوشش

قدور کے مولانا محمد شریف ندوی چودہویں صدی کے پہلے بزرگ ہیں جنہوں نے گیارہویں کو تاریخی استناد مہیا کرنے کی کوشش کی ہے۔ آپ نے گیارہویں شریف کے نام سے ایک رسالہ لکھا ہے۔ آپ اس میں لکھتے ہیں:-

حضرت مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی (۱۰۶۷ھ) مجدد شاہجہاں میں ہوئے ہیں۔ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی (۱۲۳۹ھ) کے والد حضرت شاہ ولی اللہ اور رنگ زریب کی وفات سے چار سال پہلے پیدا ہوئے۔ اب حضرت مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی کو حضرت شاہ عبدالعزیز جسے جوڑنا بریلوی منتہیوں کا ہی کام ہو سکتا ہے ہم جیسے کمزور تو اس کی ہجرت نہیں کر سکتے۔

بریلوی علماء کے عوامی مغالطے

قرآن و حدیث میں جہاں کہیں گیارہ کا لفظ آجائے بریلوی علماء پکار اُٹھتے ہیں لیجئے گیارہویں ثابت ہوگئی۔ مولانا محمد عمر چودری قرآن کی اس آیت سے گیارہویں ثابت کرتے تھے جس میں ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے گیارہ ستلوں کو خواب میں سجدہ کرتے دیکھا۔ مولانا عبد الغفور ہزاروی والفتح و لیال عشر (قسم ہے فجر کی اور دس راتوں کی) سے گیارہ کا مجموعہ بناتے تھے۔

بریلوی عوام اپنے ان اکابر کے ان دلائل پر اب تک ناز کرتے ہیں کہ دیکھا گیارہویں قرآن کریم سے ثابت ہوئی یا نہ؟ حالانکہ وہ خود جانتے ہوتے ہیں کہ ان آیات کے نزول کے وقت حضرت سید

شیخ عبدالقادر جیلانیؒ پیدا نہ ہوئے تھے۔ نہ کسی نے ان دلائل ان آیات پر گیارہویں شریف کا عمل کیا تھا۔ پھر جب یہ حدیث سے اپنا مسئلہ ثابت کرنے پر آتے ہیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور عشرہ مبشرہ کے دس صحابہؓ کو ملا کر گیارہویں ثابت کرتے ہیں۔

گیارہویں تو گیارہ کا نام نہیں نہ یہ گیارہ کے محمد سے کا نام ہے۔ گیارہواں یا گیارہویں ایک تاریخ کا نام ہے۔ یہ گیارہ دنوں یا گیارہ راتوں یا گیارہ افراد کا نام نہیں جس طرح دوسرا تیسرا چوتھا اور پانچواں ایک ایک فرد کا نام ہے۔ گیارہواں یا گیارہویں ایک عدد ہے اور وہ عدد ترتیبی ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کو خواب میں گیارہ ستاروں نے سجدہ کیا تھا۔ (ایک) گیارہویں ستارے نے نہیں والیجہر دلیال عشر میں بھی دس راتوں کا ذکر ہے دسویں ایک رات کا نہیں عشرہ مبشرہ بھی دس صحابہ تھے ایک نہیں کہ اس کی وجہ سے چاند کی گیارہ تاریخ کو متبرک بنا دیا جائے۔

پھر سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخر یہ گیارہویں چلی کہاں سے ہے اور ہندوستان میں انگریزوں کی آمد سے پہلے کیا کبھی گیارہویں کا عمل کسی جگہ ہوا تھا۔ ہم تو اس کی تلاش کرتے کرتے ٹھک گئے۔ مگر اخوس کہ ہمارے بریلوی دوستوں نے بھی اس سلسلہ میں ہماری کوئی مدد نہیں کی اور اس باب میں کوئی مستند حوالہ ہمیں نہیں دکھاسکے۔

ہندوستان میں محدثین دہلی (حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ) کے خلاف اٹھنے والے پہلے بزرگ مولانا فضل رسول بدایونی ہیں۔ آپ اپنے ہم ذوق احباب و تلامذہ کو جمع کر کے ایک مجلس کیا کرتے تھے جس میں وہ ان محدثین دہلی کے خلاف دل کی بھر اس نکالا کرتے تھے اس کے لیے آپ کو روزانہ گیارہ روپے ملتے تھے۔ مودع اسلام جناب محمد نعیم قادری آپ کے بارے میں لکھتے ہیں،

اس بڑھتی ہوئی ہمت اور چڑھتے ہوئے ولولہ نے خیال پیدا کیا کہ کسی جگہ کوئی ایسا تعلق اختیار کیا جائے جو معاش کی جانب سے فارغ البالی ہو آخر اس حجت پر بارادہ ریاست گوالیار گھر سے قند سفر کیا۔

ایک اور جگہ پر لکھتے ہیں :-

حکام وقت نے قندوزانی اور مرتبہ شناسی کے دست طلب بڑھانا شروع کر دیئے
اور ادب آپ کی خدمات کو سرکاری کاموں کی انجام دہی کے لیے مانگنا چاہا۔

اس وقت اس سے ہمیں بحث نہیں کہ وہ سرکاری کام کیا تھے ؛ اس وقت ہم صرف یہ
بتانا چاہتے ہیں کہ وہاں کے نواب محی الدولہ نے ان کی راہحاش قائم کرا دی جناب معتبہ قلعہ کی
صاحب آپ کی سرکاری خدمات کی یہ تنخواہ بیان کرتے تھے :-

اس وقت سے یہ روپیہ اب تک گیارہ روپے روزانہ کے حساب سے ریاست
فرخ نہاد سے برابر جاری ہے جس کی تعداد سرکاری سکے سے دو سو ساٹھ روپے
ماہوار کے قریب ہوئی۔

یہ گیارہ روپے روزانہ صرف مولانا فضل رسول بدایونی (۱۳۲۱ھ) کے ہاں ہی تبرک نہ تھے ،
مولانا احمد رضا خاں بھی گیارہ روپے کے اس تبرک کے قائل تھے آپ نے جب مولانا کچھوچھو کی کو اپنے
ہاں افتاء کے لیے بلایا تو آپ نے اسی رقم سے نیک خاں لی۔ مولانا کچھوچھو مولانا احمد رضا خاں کے بارے
میں لکھتے ہیں :-

مجھے کاہر افتاء پر لگانے سے پہلے خود گیارہ روپے کی شیرینی منگائی اپنے پلنگ پر
مجھے بٹھا کر۔

اپنے پلنگ پر کیوں بٹھایا ؛ یہ اس لیے کہ مولانا احمد رضا خاں کو بھی تو نواب راجپوت اپنے خاص
پلنگ پر بٹھایا تھا۔ راجپوت کے نواب کلب علی خاں شیعہ مقلد ہیں اس پہلو سے بہت ہر طرف تھے۔
انہیں ایک ایسے طالب علم سے ملنے کا اشتیاق ہر اجماع نے چودہ سال کی عمر میں درباریات
سے فراغت حاصل کر لی ہو۔ جب حضرت (مولانا احمد رضا خاں) نواب صاحب کے پاس
پہنچے تو انہوں نے خاص پلنگ پر بٹھایا اور بہت لطف و کرم سے باتیں کرتے رہے۔

دربار صاحب کا چودہ سال کی عمر کا انتخاب پھر اپنے خاص پتنگ پر لے جانا اور لطف و محبت کی باتیں کرنا یہ اس وقت زیر بحث نہیں دونوں خان تھے ہم یہاں صرف گیارہ روپے کے متبرک روزینہ کی بات کر رہے ہیں کہ مولانا فضل رسول بدایونی کو سرکار سے یہ جو تنخواہ ملتی تھی مولانا احمد رضا خان نے بھی اس عدد متبرک کو یاد رکھا۔ اب ان گیارہ روپوں سے جو مجلس ہوتی تھی اس کا نام گیارہ سوئس کی مجلس ہو گیا۔ ہندوستان میں یہ گیارہ سوئس شریف کی تاریخ ہے۔

انگریزی مولداری میں گیارہ سوئس کی یہ مجلس جس طرح گیارہ روپے کی انگریزی تنخواہ سے چلی اسے انگریزوں کے مخالف حلقوں میں کچھ پڑیلٹی حاصل نہ ہو سکی۔

جنگ عظیم اول انگریزوں اور جرمنوں میں لڑی جا رہی تھی ترک جرمنوں کے حلیف تھے اور روس انگریزوں کے ساتھ تھا۔ ہندوستان میں بریلوی شریف کے قصیدے پڑھ رہے تھے اور علماء دیوبند کی سہروردیاں ترکوں کے ساتھ تھیں ظاہر ہے کہ ان حالات میں جرمن انگریزوں اور ان کے تمام حلیفوں کے سخت خلاف تھے۔

جرمنوں نے دیکھا کہ بریلوی مولوی گیارہ سوئس شریف کے عزائم سے بریلوی حمایت کی صفیں بچا رہے ہیں انہوں نے انہیں محفل دینا انگن نامشہور کر دیا اور اب تک یہ محفل دینا انگن جرمنی میں بڑے احترام سے منائی جاتی ہے۔

فوائے وقت لاہور سپرکوریٹ ۱۸ نومبر ۱۹۹۱ء کی اشاعت میں ۱۱ نومبر کی خبر سے اس عنوان کے شائع کی۔

پاگلوں کی عید لیکن مذاق اڑانا منع ہے

ڈائمنڈس ڈسک (جرمنی میں گیارہ سوئس مہینے کی گیارہ تاریخ کو رات گیارہ بجے گیارہ منٹ پر پاگلوں کی عید منائی گئی) تقریب کے شرکار کو اختیار تھا کہ وہ جو چاہیں پہنیں اور جوتی میں آگے گر گزریں۔ شرکار نے عجیب و غریب لباس پہن رکھے تھے اور انٹ مشٹ ورتیں کر رہے تھے۔ میلے میں شریک ہونے کے قواعد کی رو سے ایک دوسرے پر ہنسنے اور مذاق اڑانا منع تھا۔

نوائے وقت نے اپنی ۴۴ نمبر کی اشاعت میں سراہے میں یہ بھی لکھا ہے۔

جرمنی میں ہر سال گیارہویں مہینے یعنی نومبر کی گیارہ تاریخ کو گیارہ بجکر گیارہ منٹ پر پاگلوں کی عید منائی جاتی ہے چنانچہ اس سال بھی گیارہ بجکر پاگل عید کا ہتوار منایا گیا۔ اس تقریب میں شرکار کو اختیار ہوتا ہے کہ وہ جیسا لباس چاہیں پہنیں اور جیسی حرکتیں چاہیں کریں چنانچہ لوگ عجیب و غریب لباس پہن کر اس تقریب میں شریک ہوئے جنہیں دیکھ کر بہنی منبٹ کرنا مشکل تھا.....

جرمنی میں تیرہ عید سال کے بعد منائی جاتی ہے مگر پاکستان میں ہر ماہ یہ سلسلہ جلتا ہے جرمنی میں پاگلوں کی اس عید میں دیگیں کی کوئی چہل پہل نہیں ہوتی لیکن ہمارے ہاں اس میں منہ کا مزہ لینے کا پورا سامان ہوتا ہے۔ نوائے وقت کے سپورٹس ایڈیشن میں اس خبر کے ساتھ یہ تقریر بھی موجود ہے۔

ہمارے ہاں بھی اس قسم کے میلے منعقد ہوتے رہتے ہیں بلکہ جرمنی کے جیسے ہمارے ہاں سال بھر پاگل میلے کا سامان جاری رہتا ہے اور منہ کا مزہ بد لینے کے لیے جم کبھی ایک آدھ روز سنجیدگی سے کام لیتے ہیں۔

ہمیں اس وقت اس سے بحث نہیں کہ گیارہویں شریف پر جمع ہونے والے لکھنؤ کے یہ بانکے سب بوشمند بزرگ ہیں یا یہ واقعی اپنے فکری اور علمی حواس کھو چکے ہیں ہمیں اس کی تاریخ اس سے پہلے کی نہیں ملتی۔ جب انگریزی سرکار کی طرف سے اس کے لیے مولانا فضل رسول بدایونی کو گیارہ روپے پریمہ وظیفہ ملتا تھا۔

یاد رکھیے گیارہویں شریف کی اس رسم یا پاگلوں کی اس عید کا سیدنا حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ سے کوئی تعلق نہیں۔ ان کے ایصالِ ثواب کے لیے بدعات کی آلائش کے بغیر جو کاغذیں سرسجام پائیں اس کا تقدس پاگلوں کی ان مضمحلوں سے ہرگز مجروح نہیں ہوتا۔ منہ کا مزہ بدلنے کے لیے ان کے کھانے پینے کے سامان اور خوشبو سے بہکتی دیگیں ہی تو وہ سامانِ جذب ہے جس پر ہر طرف سے جہاں کچھ چلے آتے ہیں۔

جو منزل کو ایک طرف رکھتے صرف مسلمانوں کو لیجئے ان کے عوام جس جن عقیدت سے ان دیگوں اور ملودوں کے جلووں پر ایمان قربان کرتے ہیں وہ بھی اپنی مثال آپ ہے۔ ان کے علماء تو تاویل کر کے اپنے ٹککنے کی راہ بنا لیتے ہیں۔ لیکن ذہن حمالی ان عوام کی قابلِ رحم ہے جو بھینس کا پورا دودھ اس راہ میں لگا دیتے ہیں مبادا گیارہویں واسلے پیر صاحب ہماری بھینس مار نہ دیں یا اس کا دودھ خشک نہ کر دیں۔

مسئلہ گیارہویں میں عوام و خواص کے دو مسلک

جہاں تک عوام کا تعلق ہے یہ ایک مشاہدے کا موضوع ہے اس پر کتابی حوالے کی بات نہیں چلتی۔ وہ اپنی بات کتابوں میں لکھیں تو عوام ہی کیا ہوتے۔ اس اہلیت کے لوگ تو پھر ان کے خواص میں نہیں گئے سو اس باب میں آپ ان عوام کے عمل اور ان کے انہماک کو دیکھیں۔

گیارہویں دینے والے عوام میں آپ کو ایک بڑی تعداد ان لوگوں کی ملے گی جو باقاعدگی سے نہ نماز پڑھتے ہیں نہ دُکوتہ دیتے ہیں اور نہ وہ اچھا بے ثواب کے مسئلہ کو سمجھتے ہیں۔ وہ گیارہویں حضرت پیر صاحب کا تقرب حاصل کرنے کے لیے اور انہیں خوش کرنے کے لیے دیتے ہیں۔ جو گیارہویں سنہیں دیتا اسے وہ بڑا کہتے ہیں کہ وہ گیارہویں واسلے پیر صاحب کو ماننا ہی سنہیں۔ گویا گیارہویں دینا حضرت پیر صاحب کے حضور ان کی پیروی کو ماننے کا اقرار ہے۔

اہل علم غور فرمائیں کیا یہ نذر غیر اللہ نہ ہوتی؟ کیا ان جاہلوں کا یہ عقیدہ نہ ٹھہرا کہ اگر ہم گیارہویں نہ دیں گے ہماری بھینس مرجائے گی۔ نہ بھی مرے تو پیر صاحب کم از کم اس کا دودھ تو ضرور کم کر دیں گے اور یہ کہ حضرت پیر صاحب متصرف فی الامور ہیں۔ دنیا کا نظام وہی چلا رہے ہیں۔

ہماری لاج کس کے ہاتھ ہے بلند والے کے

ہمیں مال دینا کام کس کا عزتِ اعظم کا

خجکی نافذ فی کل حال سے ہوا ظاہر

تصرف اس وجہ سب پر ہے ۲۰ کا عزتِ اعظم کا

اس میتے سے کہ حضرت پوری دنیا میں مستغرق الامور ہیں بلائیں وارو کرنا اور مالنا سب انہیں کے ہاتھ میں گیلد ہوں شریف کا ختم محض ایک ایصالِ ثواب کا عمل نہیں رہ جاتا۔ حضرت پیر صاحب کے حنود ایک نذر ہے ایک نیاز ہے اور حضرت کو اپنے اوپر خوش کرنے کی ایک عاجزانہ صدا ہے۔

اب یہ مسئلہ تو فقہا سے پوچھیں کہ کیا اللہ کے سوا کسی کی نذر ماننا جائز ہے؟ اگر آپ حنفی ہیں تو فقہ حنفی کی اس صراحت کو دیکھ لیں :-

والنذر للمخلوق لا يجوز لانه عبادة والعبادة لا تكون للمخلوق^۱
ترجمہ۔ اور مخلوق کی نذر ماننا جائز نہیں کیونکہ نذر عبادت ہے اور عبادت مخلوق کی روا نہیں۔

اور آگے جا کر علامہ شامی یہ بھی لکھتے ہیں :-

ان ظن ان المیت يتصرف في الامور دون الله تعالى واعتقاده ذلك كفر^۲

ترجمہ۔ اگر کسی نے گمان کیا کہ مرحوم بزرگ دینی امور میں تصرف کرتے ہیں اور اس کا اعتقاد یہی ہے تو اس نے کفر کیا۔

فقہ حنفی کے اس منہج کے خلاف بریلویوں کا یہ اعلان ایک دفعہ پھر پڑھ لیں۔ مولانا احمد رضا خاں صاحب لکھتے ہیں :-

ان کا حکم جہاں میں نافذ قبضہ کل رکھاتے یہ ہیں
قادر کل کے نائب اکبر کن کارنگ دکھاتے یہ ہیں^۳

جہاں تک تصرف کا تعلق ہے ان کا اعتقاد صرف بدول اعتقاد تصرف ہے ہی نہیں بلکہ اس کے

بغیر یہ مل ہی نہیں سکتے۔ یہ اعتقاد تصرف ہی ہے جو انہیں خانقاہوں اور مقبروں پر جمع کئے رکھتا ہے۔

۷ ذی قرت بھی ہے مازدن بھی مختار بھی ہے

کار عالم کا مدبر بھی ہے عبد امت اور

اب اگر ماہنامہ رمضانے مصطفیٰ نے یہ کہہ دیا تو یہ مولانا احمد رضا خاں کی یہی بات ہی کی حد
بازگشت ہے۔

۷ فحکمی نافذ فی کل حال سے ہونا نافذ

قوت انس و جان سب پر ہے آقا خورشید اعظم کا

اس عربی کا مطلب یہ ہے کہ حضرت شیخ نے فرمایا ہے۔

سرمیر حکم ہر حال میں نافذ ہے کون ہے جو میرے قوت کو روک سکے۔

عوام حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کو اس طرح مدبر عالم اور متصرف فی الامور سمجھتے ہوئے
ان کی گیارہویں دیتے ہیں اور اعتقاد کے اس پس منظر کے ساتھ یہ صریحاً نذر بغیر اثر ہے جو شرک کی
سرمد کو چھو رہی ہے۔

پھر تاریخ کا تعین عوام کے ہاں واجبات میں سے ہے دن کو ختم ہو تو گیارہ تاریخ کو یہ
گیارہ بجے ختم دلوائیں گے۔ رات کو ہو تو یہ رات گیارہ بجے ختم شروع کریں گے اور گیارہ بجے گیارہ
منٹ پر اسے ختم کریں گے۔ خواص کے کھانے کی مجلس میں پہلے گیارہ پلیٹیں رکھی جائیں گی اور پھر
گیارہ ختم کے کھانے بڑی گیارہویں شریعت کے موقع پر زیب و ستر خواں ہوں گے۔ عوام اسے گیارہ
کے تصور میں اتنے کھڑکچے ہیں کہ بے اوقات ان کے علماء بھی ان کی اس گیارہ پرستی سے تنگ آ
جاتے ہیں جب تک کھانا سامنے نہ لاکر رکھیں۔ ختم خواں کا گلا بھی پورا کام نہیں کرتا۔

یہ بات بریلوی عوام کی ہو رہی تھی۔ اب بریلوی خواص کی بات سن لیں انہیں اپنے ان
اعمال بدعت پر کوئی دلیل نہیں ملتی۔ تو وہ حرافہ اقرار کرتے ہیں کہ اسلام میں یہ کوئی ضروری عمل
نہیں ہے۔

مولانا ابوالبرکات کے صاحبزادے مولانا محمود احمد رضویؒ نے اپنے والد کی زندگی میں گیارہویں

کے بارے میں اعلان کیا تھا:-

نہم فرض سمجھتے ہیں نہ واجب بلکہ حراز کے درجہ میں رکھتے ہیں۔ جو شخص حضورؐ غم کی روح مبارک کو ایصالِ ثواب نہیں کرتا اس پر ہم کوئی حکم نہیں لگاتے کیونکہ مباح فعل کو واجب یا فرض کر دینا گمراہی ہے۔
پھر آگے جا کر لکھتے ہیں:-

۱۔ دن معین کرنا بھی ہمارے ہاں ضروری نہیں۔ ۲۔ کھانا سامنے رکھا جائے یا پیٹھ کے پیچھے رکھ لیا جائے۔ ۳۔ غرباء میں کھانا وغیرہ تقسیم کر کے ثواب پہنچایا جائے۔ ۴۔ یا قرآن پڑھ کر ہر طرح جائز ہے۔

جب دن معین کرنا ضروری نہیں تو ان کے علماء جو گیارہ تاریخ کے افضل ہونے پر یا گیارہ کے مدد کے مشترک ہونے پر تقریریں کرتے ہیں۔ کیا وہ سب کی سب بیکار نہ ہو گئیں۔

ہاں مولانا نے کھانا پیٹھ کے پیچھے رکھنے کی جو صورت بیان کی ہے۔ یہ ہمیں سمجھ میں نہیں آتی۔ مولانا کھانا پیٹھ کے پیچھے رکھ کر کیسے کھاتے ہوں گے۔ یہ تو بڑا مشکل کام ہے اور کیا یہ کھانے کی صورت ہے ادبی نہیں۔ کھانا ہمیشہ سامنے رکھ کر ہی کھانا چاہیئے اور یہی سنت ہے۔

مولانا نے اس میں یہ بھی تسلیم کیا ہے کہ ختم پڑھنا کھانا کھانے سے پہلے ضروری نہیں کھانا کھلا کر بھی ایصالِ ثواب کی نیت کی جاسکتی ہے۔ کھانا نہ ہو تو صرف قرآن کریم کا بھی ایصالِ ثواب کیا جا

سہ یعنی ثواب کے درجہ میں نہیں۔ اگر کوئی کہے کہ ٹرین سے سفر کرنا جائز ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں ہو تا کہ اس سے ثواب ملے گا۔ جن کاموں پر ثواب ملے ان کا کم از کم درجہ مستحب کا ہے یہ محبت ایک شرعی حکم ہے جس کی دلیل شریعت سے لانی پڑتی ہے۔ اس سے بچنے کے لیے رضوی صاحب یہاں مباح کا لفظ استعمال کرتے ہیں شریعت میں مباح اسے کہتے ہیں جس کے کرنے پر کوئی مواخذہ نہ ہو ورنہ یہ کہ کوئی اسے کارِ ثواب سمجھے۔ لہ ماہنامہ رضوان لاہور ستمبر ۱۹۵۶ء ایڈیٹر مولانا محمود احمد رضوی۔

لہ ایضاً شمارہ ۴ ستمبر ۱۹۵۶ء

سکتا ہے۔ گیارہویں کے بدلے میں یہ ان کے خواص کی رائے ہے۔

اس تفصیل سے پتہ چلتا ہے کہ بریلویوں کے ہاں مسئلہ گیارہویں پر بالکل دو متقارذ ذہن کام کر رہے ہیں۔ ایک ان کے عوام کا اور ایک ان کے خواص کا۔ یہ خواص جب اپنے عوام میں جلتے ہیں تو ان کے ساتھ ہو جاتے ہیں اور جب ہمارے سامنے آتے ہیں تو صاف لفظوں میں اقرار کرتے ہیں کہ یہ نہ واجب ہے نہ منت نہ محبت نہ گیارہ تاریخ کی کوئی تخصیص ہے نہ گیارہ بجے کی اور نہ کھانا سامنے رکھ کر ختم پڑھنے کی۔

کیا ہم اس مقام پر پوچھ سکتے ہیں کہ گیارہویں کے موضوع پر مسجدوں میں جو آئے دن سحر میل ہوتی رہتی ہے کیا وہ اتنے کمزور موضوع کی بات ہے جو محبت یا مباح سے کچھ آگے نہیں بڑھتا اور اگر اس اختلاف کو ختم کرنے کے لیے یہ چھوٹے درجے کے اعمال کیسے چھوڑ دیئے جائیں تو اس میں کوئی ہنا آسمان ٹوٹ پڑے گا۔ بریلویوں کو چاہیے کہ وہ ایسے چھوٹے درجے کے اختلافات کو جو محبت یا مباح کے آگے کسی درجے میں نہ ہوں، یکسر چھوڑ دیں۔

بریلویوں کے مولانا محمد احمد رضوی نے جس طرح کھل کر بات کہی ہے کہ مسلمانوں کے لیے گیارہویں شریف کو کوئی ضروری عمل نہیں صرف مباح کے درجے کا ہے۔ اس طرح جمعیت علمائے پاکستان کے معتد رہنما شاہ فرید یحییٰ نے بھی مسلمانوں کے باہمی اتحاد کے لیے ایک بہت اچھی بات کہی ہے۔ روزنامہ جنگ راولپنڈی نے اپنی ۲۰ اکتوبر ۱۹۹۱ء کی اشاعت میں آپ کے اس بیان کو نمایاں طور پر شائع کیا ہے۔

جو چیزیں فرائض اور واجبات میں شامل نہیں انہیں ختم کر دینا چاہیے

بریلوی اپنے ان کا منہ کو جو آئے دن امت میں اختلاف کا موجب بنتے رہتے ہیں ختم کر سکتے ہیں یا نہیں ہمیں اس سے بحث نہیں تاہم ہم یہ عرض کیے بغیر نہیں رہ سکتے کہ اگر آپ نے اس طرح کے ایصالِ ثواب کو نہیں چھوڑنا تو کم از کم اتنا تو کیجئے کہ گیارہویں شریف کا کھانا خود نہ کھائیں نہ دیگر اعیانہ کو کھلائیں۔ اسے صرف غریبوں کا حق سمجھیں اور یہ کھانا انہی تک پہنچائیں۔ پھر دیکھئے اس نیک کام سے

مسلمانوں میں اتفاق بڑھتا ہے یا نہ

حالات یہ ہیں کہ کوئی شخص بریلوی مولویوں کو گیارہویں کے ان کمانوں سے نہیں ہٹا سکتا۔ یہ پلاؤ زدہ علوہ اور کھیر تاران کے دلوں کی جان اور ان کی دولت ایمان ہیں۔ کاش کہ یہ مولوی مولانا احمد رضا خاں کی اس بات کو ہی مان لیں۔

مردہ (مردمین) کا کھانا موت فقراء کے لیے ہے عام دعوت کے طور پر جو کہتے ہیں
یہ منع ہے غنی نہ کھائے بلکہ
ایک اور جگہ پر لکھتے ہیں۔

شریعت میں ثواب پہنچانا ہے دوسرے دن ہو یا تیسرے دن۔ باقی یہ تعین عرفی
ہے جب چاہیں کریں۔ انہی دنوں کی گنتی ضروری جاننا جہالت ہے بلکہ

عوام و خواص کے اختلاف کی صورت میں راہ عمل

آپ یہ بات تفصیل سے پڑھ آئے ہیں کہ گیارہویں کے مسئلے میں عوامی ذہن اور بریلوی علماء
کے عقیدے میں کچھ اختلاف پایا جاتا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ عوام و خواص کے اس اختلاف کی صورت
میں ان کے لیے راہ عمل کیا ہے۔

نقہ حنفی کی روشنی میں اس صورت حال میں عوام کی بات کا اعتبار ہوگا خواص کا نہیں عوام
کو شرک و بدعت کے اس اندھیرے سے نکالنے کے لیے ایسے اعمال کو بحیر شتم کہنا ہوگا۔ رہے علماء
تو ان کو نقصان صوف ان طرح طرح کے کماؤں سے محرومی کا ہوگا اور یہ کوئی بڑا نقصان نہیں عوام
کا دین و ایمان تو بچ جائے گا۔ یہ کتاب اہل علم ہے کہ ان کے مولوی جن عوام کی دولت پر چلتے ہیں انہی کے
ایمان اور ان کی آخرت کو تباہ کرتے ہیں۔

منازکے بعد سجدہ کرنا اپنی ذات میں کوئی عمل ناجائز نہیں مباح ہے لیکن عوام اسے سنت

یاد واجب سمجھنے لگیں تو یہ سجدہ شکر خواص کے لیے بھی ناجائز ہو جائے گا کیونکہ ایسے اختلاف کی صورت میں اعتبار عوام کا ہو گا خواص کا نہیں جیسے اللہ تعالیٰ فیہ علامہ صلیٰ علیہ وسلم کہتے ہیں :-

وما یفعل عقیب العلوة فمکروه لان الجہال یعتقدونہما سنة او واجبة
وکل مباح یودی الیہ فمکروه بلہ

ترجمہ: اندر یہ جو نماز کے بعد سجدہ کا رواج ہو چلا ہے یہ مکروہ ہے کیونکہ عوام اسے سنت
یاد واجب سمجھنے لگیں گے اور ہر مباح جو (عوام کی نظر میں) اس درجہ پر سمجھا جائے
لگے وہ مکروہ ہے۔

اب کیا عوام اور بریلوی جاہل اس عمل گیارہویں کو اپنے ذہن میں سنت اور واجب کے
درجے میں نہیں سمجھتے ہیں تو اب بریلوی علماء کو چاہیے کہ انہیں ان بدعات سے روکیں نہ کہ انہیں
تنبہائی میں کہیں کہ ہم متہدے ساتھ ہیں ہم تو صرف دیوبندی اعتراضات کو ٹالنے کے لیے ایسی باتیں کہتے
ہیں یہ نہیں کہ ہمارے اصل عقیدے ایسے ہوں، اصل عقیدے میں ہم تمہارے ساتھ ہیں،

واذا دخلوا الی شیا طینہم قالوا انا معکم اما نحن مستہزونون۔

یاد رکھئے ان لوگوں کو ان کی یہ تجارت ہرگز کوئی فائدہ نہ دے گی انہوں نے خود
ہدایت کے بدلے گمراہی خرید رکھی ہے۔

اولئک الذین اشتروا الضلالة بالمہدی فما رجعت تجارتہم وما
کانوا مہتدین۔

ترجمہ: یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے ہدایت کے بدلے گمراہی خریدی، سو نہ فائدہ دیا ان
کو ان کی تجارت نے اور نہ ہی وہ ہدایت پانے والے۔

یہ حضرات اندر سے غمزدگی اپنے عوام کے ساتھ ہیں اسے محض ایصالِ ثواب نہیں جانتے نہ سمجھتے
ہیں، اسے محض ایک مباح عمل سمجھتے تو شاہ فرید یا سخن کے مشربے پر اسے چھڑ دیتے۔

اب اگر بریلوی مولوی اتحادِ ملت کے وسیع تر مقصد کے لیے گیارہویں کی رسم نہیں چھوڑتے تو سوائس کے کیا سمجھا جا سکتا ہے کہ وہ اسے صرف ایصالِ ثواب نہیں سمجھتے۔ حضرت اشیش نند عبد القادر جیلانیؒ کی عظمت و عظمت کے آگے نذر ماننے میں مبادا حضرت پیر صاحبؒ کا جلال ان کی بھینسوں کو نہ مار ڈالے۔

اب آپ ہی بتائیں کیا یہ محض ایصالِ ثواب ہے یا نذرِ غیر اللہ ہے؟ کیا اس میں حضرت پیر صاحبؒ کی تعظیم ساتھ نہیں اور کیا یہ گیارہویں دلانے والے حضرت پیر صاحبؒ کے جلال کے آگے جھکے نہیں جا رہے ایصالِ ثواب عام اموات کا بے شک ایصالِ ثواب ہو گا لیکن گیارہویں کو تو یہ لوگ حضرت پیر صاحبؒ کے حضور ایک نذرانہ تعظیم اور ایک منت سمجھتے ہیں جس سے ان کے بگڑے کام بنتے ہیں اور ڈوبے بیڑے ترکتے ہیں۔ یہ ایک نیاز ہے جسے یہ پیر صاحبؒ کے حضور پیش کرتے ہیں۔

اس بات کے ثبوت کے لیے کہ ان کے ہاں گیارہویں صرف ایصالِ ثواب نہیں یہ پیر صاحبؒ کے حضور ایک نذرانہ تعظیم ہے۔ ایک نیاز ہے اور ایک منت ہے۔ بریلوی مذہب کے باقی مولانا احمد رضا خاں کی اس عبارت کو دیکھئے۔

مسلمانوں کو دنیا سے جانے کے بعد جو ثواب قرآن مجید کا تنہا یا کھانے کے ساتھ پہنچاتے ہیں صرف میں اسے فاتحہ کہتے ہیں اور لیا کر کام کو جو ایصالِ ثواب کرتے ہیں اسے تعظیماً نذر و نیاز کہتے ہیں۔

یہ ختم گیارہویں پیر صاحبؒ کی ایک منت ہے۔ اس کے لیے حضور کے مولوی عبید اللہ صاحبؒ کے رسالہ نذر و لیا کر کا صفحہ ۷۷ ملاحظہ ہو آپ لکھتے ہیں،

سرکارِ بغداد کی ندیں مانی جاتی تھیں۔

اب آپ بھی انصاف کریں یہ گیارہویں کا ختم کیا محض ایصالِ ثواب ہے یا یہ حضرت پیر صاحبؒ کی منت ہے کہ آپ کہیں بھاری بھینس کو نہ مار دیں اس لیے یہ نذرانہ تعظیم پیش کیا جا رہا ہے۔

نذر کرنا تو دینے کے معنی میں بھی ہو سکتا ہے۔ مگر نذر ماننا دینے کے معنی میں نہیں ہوتا۔ نذر ماننا ان بندگان کے تقرب کی تلاش اور ان سے اپنے کام نکلوانے کی ایک التجا ہے اور یہ ٹھیکیش اس کے لیے ایک نذرانہ — جو ان کے بگڑے کام بناتا ہے اور انہیں شرک کی دلدل میں گماتا ہے — ہے کوئی خوش نصیب جو اس دلدل سے نکلے اور شرک سے توبہ کرے

افسوس کہ یہ لوگ تو بتوں پر پڑھائی گئی نذروں کو بھی حلال سمجھتے ہیں انہیں کھانے سے غرض ہے اور صورت جو بھی ہو ہوتی رہے۔ اور گیارہویں میں تو بتوں کی بات نہیں حضرت میران پیرؒ کو تعظیماً ثواب دہرے کیا تھا۔ کیا یہ ان کے نام کی نذریں نہیں؟ ایصالِ ثواب میں تعظیم کی نیت آنے سے ہی یہ عمل نذر بن جاتا ہے۔

ان کے ایک مولوی کریم حسین قادری ساکن بہاری پور تحصیل ترن تارن ضلع امرتسر نے بتوں کے نام کی نذروں کو حلال قرار دینے پر ایک مستقل کتاب لکھی ہے۔

تحقیقۃ الکلام فی تحلیل مندورۃ الاصنام

نام پر غور فرمائیے اور ان لوگوں کی اس جرأت کی داد دیجیے۔ کس طرح کھلے بندوں بتوں کے نام کی نذروں کو حلال ٹھہرا رہے ہیں — یہ کتاب پبلک پریس جالندھر میں ۱۹۱۶ء میں مولانا احمد رضا خاں المتوفی (۱۹۷۰ء) کی زندگی میں طبع ہوئی۔ خان صاحب نے اس سے کوئی اختلاف نہیں کیا جیسا مولوی کریم حسین کو بتایا گیا کہ قرآن کریم نے تو دعا اہل بہ لخیلہ اللہ میں ہر اس چیز کو حرام قرار دیا ہے جس پر تعظیماً غیر اللہ کا نام پکارا گیا۔ اب یہ چیز اس کی نذر ہو چکی۔ تو مولوی صاحب نے لکھا: بہت سے علمائے دین نے صرف حضرت مولانا عبد العزیز صاحب محدث دہلوی

کی پیروی میں آیت و دعا اہل بہ لخیلہ اللہ کو بگاڑا ہے۔

خاتم المحدثین حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی کا نام بغیر شاہ کے لکھا بریلویوں کی ان حضرات محدثین دہلی سے نفرت و روئے پردہ کا پتہ دیتا ہے۔ تاہم مولوی کریم حسین نے اس میں اتنا

تو تسلیم کر لیا کہ مہبت سے ملائے ذینِ بُتوں کے نام کی نذر دلوں کو حرام کہتے ہیں اور یہ چند بریلوی ہیں جو کسی بریائی کو ضائع نہیں جانے دیتے گو وہ دیوی بھوانی کے نام کی نذر کیوں نہ ہو سستیکے سوا اسے ہر کوئی کھا سکتا ہے۔

مولوی کریم حسین صاحب لکھتے ہیں:-

اگر کوئی سید زکوة وغیرہ کھاتا ہے اور دیوی بھوانی کی نذر دنیا دہانتا ہے تو اس کو اس کی بریائی سے مطلع کرنا چاہئے۔

بریلویوں کے نزدیک گو یا ذکوة اور دیوی بھوانی کی نذر دنیا و سب محال ہے۔ دیوالی کی مٹھائی دیوی بھوانی کی نذر دنیا زہوتی ہے۔ اگر ہندو اسے مسلمانوں کے ہاں بھیجیں تو مولانا احمد رضا خاں لکھتے ہیں اس دن نہ لیں اگلے دن لے لیں:-

اس روز نہ لے ہاں اگر اگلے روز دے تو لے لے۔

مولوی کریم حسین لکھتے ہیں:-

میری تحریر سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ کل نذرین خواہ کوئی شخص کسی کی نذر کرے محال ہیں۔

جب ان کے ہاں کوئی نذر ممنوع نہیں تو گیارہویں شریف جسے یہ حضرت پیران پیرؒ کی نذر مانتے ہیں ظاہر ہے کہ ان پر اس کے نذر بغیر اللہ ہونے کا کوئی بوجھ نہیں آتا۔ اگر یہ لوگ اپنے عوام کو مغالطہ دینے کے لیے اسے ایصالِ ثواب کہتے رہیں تو یہ صرف ان کی ایک مصیبت ہے لیکن اس مصیبت سے یہ نذر ایصالِ ثواب نہیں بن جاتی۔

شیخ حسد و کے بکرے اور شاہ مدار کے مرغے

بات صرف گیارہویں کی کھیر کی نہیں نہ یہ کہ یہ ایصالِ ثواب نہیں یہ ان جرگوں کی تعظیماً نذر

مانتا ہے۔ یہ لوگ جب شیخ سعد کے مزار پر بجرے لے جاتے ہیں تو انہیں وہاں خدا کے نام سے ذبح کرتے ہیں۔ مگر اس میں تعظیم اور تقرب شیخ سعد کا ملحوظ ہوتا ہے۔ گھر کی عورتیں بھی جب نذر مان لیں تو ان کے ہاں خاندان کو اس خدا کا پودا کرنا ضرور ہے ایمان رہے یا نہ۔ اب یہ ایصالِ ثواب ہوا یا نہ رہا۔ آپ فیہ کو کہیں یہ ایک حقیقت ہے کہ یہ اعمال گیدہوں کی کھیر ہو یا شیخ سعد کے بجرے شیخ ولی کی سرستی ہو یا شاہ مدار کے مرثیے یہ سب تقدیریں ہیں۔ مگر بریلویوں نے اہل سنت میں پندیرانی پانے کے لیے اس کا نام ایصالِ ثواب بنا رکھا ہے اور اصل نیت ان کا نذر ماننا ہوتا ہے۔

کیا ماننا احمد رضا خاں کے والد مولانا مفتی علی خاں کہتے ہیں۔

جب گھر کی بی بی نے شیخ سہ و کا بکریا یا مدار صاحب کا مرغ یا مان لیا تو میاں کو کرنا ضرور ہے ایمان رہے یا نہ رہے۔

ماننے کے نذر پر غور کیجئے۔ یہ منت ماننا ہے یا ایصالِ ثواب کرنا۔ آپ ہی فیصلہ کریں ہم کہیں گے تو آپ کو شکایت ہو گی کہ ہمارے رازدوں سے پردہ کیوں اٹھ رہا ہے ہم کہیں گے
ب نہاں کے ماند آں راز سے کزو سازند محفلہا
کیا ماننا احمد رضا خاں کے والد بھی دیوبندیوں سے ملے ہوئے تھے۔

بریلوی مولویوں کی اپنے لیے نذر جانز کرنے کی دلیل

جب ہم کہتے ہیں کہ نذر و نیاز کی دیکھیں اور عزم کے کھانے اختیار اور مولویوں کے لیے جانز نہیں یہ خالصہ حرماں اور مساکین و یتامی کا حق ہے۔ بریلوی علماء کہتے ہیں کہ فقہ کے اس قانون سے ہم مستثنیٰ ہیں۔ نذر کا کھانا مذہبی پیشواؤں کے لیے شروع سے جائز رہا ہے۔ انہیں میں اس کی شہادت موجود ہے اور شریعت محمدی نے اسے منوع نہیں کیا۔ یہ اصل ہے ہمارے پاس عزم اور ایصالِ ثواب کے چالیس برس کھانے کی یہ اصل موجود ہے۔ انہیں میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہ بیان حضرت داؤد کے ذکر میں موجود ہے۔

وہ خدا کے گھر میں گیا اور نذر کی روٹیاں کھائیں بن کا کھانا نہ اس کو روا تھا نہ اس کے ساتھیوں کو مگر صرف کا ہنوں کو ملے

کا بن یہودیوں کے مذہبی پیشوا تھے وہ نذر کے کھانے بے دریغ ہڑپ کرتے تھے حضرت مسیح علیہ السلام نے ان کے لیے روٹیاں اور ختم کے کھانے کو جائز نہیں کیا۔ آپ نے یہ بات ایک نادان دل سے کہی ہے جیسے آج ہم کہیں کہ بریلوی مولوی کس طرح غریبوں اور یتیموں کا حق بلاؤ کار ہم ختم کرتے ہیں۔ اس آیت سے اگلی آیت ملاحظہ ہو۔

تم نے توہرات میں نہیں پڑھا کہ کا بن سبت کے دن ہیکل میں سبت کی بے حرمتی کرتے ہیں اور بے مقور رہتے ہیں۔

اس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ آپ یہ بات بطور طنز فرما رہے ہیں۔ ان پر روٹیوں میں بریلوی مولویوں میں فرق ہے تو سبت اور جمعرات کا — وہ سبت کے دن نذر کی روٹیاں توڑتے تھے، اور یہ جمعرات کو۔

ثانیاً عیسائی پادری اگر انجیل کے اسس جوئیہ سے استدلال کریں تو کہہ سکتے ہیں ان کا اصل مذہب یہ ہے کہ پادری تنخواہ نہیں لیتا۔ شادی شدہ نہیں ہوتا۔ نہ وہ کوئی جائیداد خریدتا ہے۔ وہ اگر نذرانوں پر گزارا کرتے تو بات سمجھ میں آتی ہے۔ لیکن بریلوی مولوی تو اس حال میں نہیں ہیں ان کے لیے یہ ایصال ثواب کا کھانا اور جمعرات کا ختم کیے حلال ہو گئے؟ فاعتبروا یا اولی الابصار۔ تم نے اگر عیسائیوں کے پیچھے چلنا ہی ہے تو یہ خطرہ بھی لینا پڑے گا کہ دنیا کہے بریت عیسائیت کی ہی ایک نشاۃ مجدد ہے۔

مولانا احمد رضا خاں نے تو مطلقاً یہ فیصلہ صادر فرمایا تھا۔ اس میں بریلویوں کے لیے انجیل کے بیان کی طرح کوئی استثناء نہیں رکھا تھا۔ تم کہاں کہو گئے۔ اس خلاف مولد سسٹے پر اپنے اعلیٰ حضرت کو بھی مجبور لگئے۔

ہم اس پر اس بحث کو ختم کرتے ہیں۔ واللہ اعلم وعلماہم واحکمہ۔

اہل میت کے ہاں دعوتیں اڑانا

جن کے ہاں ماتم ہو جائے ان کے عزیز و رشتہ دار بلکہ سہمائے انہیں کھلاتے ہیں۔ ان کے پاس سے کھاتے نہیں۔ ان پر صدمہ طاری ہوا ہوتا ہے۔ انہیں کھانا پکانے کا ہوش نہیں ہوتا اور نہ انہیں اس ضرورت میں ڈالنا چاہیے۔

علماء سور نے ان پر دعوتوں کا عجیب و برہنہ ڈال رکھا ہے۔ پہلے تیسرے دن ایک کھانے پینے کی مختصر دعوت ہوتی ہے۔ قُل شریف کے نام سے حاضرین اور سہمائے اور مولوی صاحبان پھل فروٹ وغیرہ کے گروہ غلبہ استقام سے جمع ہوتے ہیں اور گھر والے اپنی میت کی محبت میں ان کو خوب کھلا پلا رہے ہوتے ہیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ یہ کھانے گویا مُردے ہی کھا رہے ہیں اور واقعی مُردے ہی کھا رہے ہیں۔ دسویں دن پکلیک ایسی مجلس ہوتی ہے۔ پھر اکیسویں دن اس ماتم والے گھر میں کھانے کی ایک اور دعوت اڑائی جاتی ہے اور پھر کچھ دنوں بعد چہلم کا دن آجاتا ہے۔ دیگیں کچتی ہیں شادی کی مجلسوں کی طرح غیہ گنتے ہیں۔ اعزہ و اقارب اور سہمائے اور دوست، افسنیار اور حکام کے درجے کے لوگ بھی جمع ہوتے ہیں۔ مولوی صاحب ختم پڑھتے ہیں اور پھر سب لوگ کھاؤں پر اس طرح ٹوٹ پڑتے ہیں جیسے فرجی دشمنوں پر بغض کا کام وہیں ہو جاتا ہے اور بغض گرفتار کر لیے جاتے ہیں۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا غم کو اس طرح دعوتوں کی مجلسیں بنانا کیا دینِ فطرت میں جائز ہو سکتا ہے؟ دعوتیں تو خوشیوں میں ہوتی ہیں۔ یہ علمائے دسترخوان انہیں غموں میں کیسے بٹھائے ہیں؟ فقہائے اسلام تو صدیرین پہلے اس کے جواب سے فارغ ہو چکے ہیں۔ امام فن قاضی غیاث (۵۹۲ھ) لکھتے ہیں:-

ویکره اتحاد الضیافۃ فی آیام المصیبة لا تنما ایام تأسف فلا یلیق بہما ما

کان للسود

لہ فتاویٰ قاضی غیاث جلد ۱ ص ۷۴

ترجمہ۔ اور غم کے دہل میں مہمان نوازی کا کھانا دعوت اُڑانا مکروہ ہے کیونکہ وہ انہوں
کے دن ہیں۔ وہاں وہ کام اچھے نہیں لگتے جو غرضیوں کے موقع پر ہوتے ہیں۔
امام نوویؒ (۶۷۶ھ) لکھتے ہیں:-

الطعام في أيام المخصوصة كالثالث والخامس والتاسع والعاشر والعشرين
والاثنين والشهر السادس والسنة بدعة ممنوعة بله
ترجمہ۔ خاص دنوں میں کھانے کی دعوت کرنا جیسے تیسرا، پانچواں، نواں، دسواں،
میراں، چالیسواں، ششستہواں اور برسی یہ سب بدعت ممنوعہ ہیں۔

اب اٹھویں صدی میں چلئے۔ علامہ ابن امیر اسحاق (۷۴۷ھ) لکھتے ہیں:-

اما اصلاح اهل الميت طعاماً وجمع الناس فلم ينقل فيه شيء وهو بدعة
خبيث مستحبة بله

ترجمہ۔ اہل میت کا کھانا تیار کرنا اور لوگوں کو اس پر جمع کرنا یہ دسلف سے منقول
نہیں اور یہ بدعت ہے جو پسندیدہ نہیں۔

اب نویں صدی میں چلیں اور دیکھیں اکابر علماء اسلام نے ہر دور میں اسے بدعت کہا ہے علامہ

ابن ہمامؒ (۸۲۱ھ) لکھتے ہیں:-

ويكره اتخاذ الضيافة من الطعام من اهل الميت لانه شرع في السرور
لا في الشور وهو بدعة مستقيجة بله

ترجمہ۔ اور اہل میت کے ہاں کھانے کی دعوتیں اُڑانا جائز نہیں ان کی اجازت غرضیوں
میں ہے صدروں میں نہیں اور یہ بڑی بڑی بدعت ہیں۔

دسویں صدی کے علامہ علیؒ (۹۵۶ھ) لکھتے ہیں:-

ونكره اتخاذ الضيافة من اهل الميت لانه شرع في السرور لافي الحزن
قالوا هي بدعة مستقبعة ١

ترجمہ: اہل میت کی طرف سے کھانے کی دعوت مکروہ ہے یہ خوشیوں کے موقع کا
مہل ہے غم کے موقع کی بات نہیں۔ فقہاء کہہ چکے ہیں کہ یہ بڑی قبیح بدعت ہے۔
دسویں صدی کے مجدد ملا علی قاریؒ (۱۰۱۴ھ) مذہب حنفی کا فیصلہ ان الفاظ میں نقل کرتے ہیں:-
قد راصحاب مذہبنا من انه یکره اتخاذ الطعام فی الیوم الاول والثالث
وبعد الاسبوع ٢

ترجمہ: ہمارے اصحاب نے طے کر رکھا ہے کہ (اہل میت کا) پہلے تیسرے اور دہریں
دن کھانے کی دعوت کرنا مکروہ ہے۔

ملا علی قاریؒ نے ایک حدیث کی بنا پر پہلے اپنے اہل مذہب سے کچھ خفیہ سا اختلاف کیا تاہم
آخر میں آپ پھر اپنے اصحاب کے مذہب پر گئے۔ شرح نقایہ آپ کی اتنی تعنیف ہے اس میں
ویکره اتخاذ الضیافة من اهل الميت لانه شرع فی السرور لافي حزن
وہی بدعة مستقبعة ٣

ترجمہ: اہل میت کی طرف سے دعوت طعام مکروہ ہے دعوتیں خوشیوں میں ہوتی
ہیں مدہمل میں نہیں۔ یہ بدعت قبیح ہے۔

اب گیارہویں صدی کے محدث حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ (۱۰۵۲ھ) سے سن لیجئے۔
عادت بنو کہ برائے میت جمع شوند وقرآن خوانند و نعتات خوانند بر سر گور و نہ
خیزاں و این مجموع بدعت است..... اما این اجتماع مخصوص روز سوم وارتکاب
مکلفات دیگر و صرف ہموال ہے وصیت از حق یتامی بدعت است و حرام ہے

ترجمہ: قرون شہور بہا بالخیر میں یہ طریقہ نہ تھا کہ میت کے لیے اکٹھے ہوں اور قرآن کریم

پڑھیں اور قبروں پر اگر یا کسی دوسری جگہ ختم پڑھیں۔ یہ سب کام بدعت ہیں.....
یہ خاص تیسرے دن کا اجتماع اور دوسرے تکلفات اور مرحوم کی وصیت کے بغیر
یتیموں کے مال سے دعوتیں اُڑانا بدعت اور حرام ہے۔

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ کے صاحبزادے حضرت خواجہ محمد معصوم صاحب بھی لکھتے ہیں۔
عندما طعام وادان للہ تعالیٰ بے رسم وریا و ثواب اس میت گزرا یندن خوب است
و عبادت بزرگ اما برائے تعیین وقت اصل مستند علیہ ظاہر نے شدد و روز سہ گل
وادان ہر دین بدعت است بلہ

معدوم اللہ تعالیٰ کے نام پر بغیر رسم پٹھرائے اور بغیر دکھاوا کے (غریبوں کو)
کھانا کھلانا اور اس کا ثواب میت کو پہنچانا اچھی بات اور بڑی (مالی) عبادت
ہے لیکن اس کے لیے کوئی وقت مقرر پٹھرائنا اس کے لیے شرعیت میں کوئی اصل
جس پر اعتماد کیا جاسکے نہیں ملتی۔ اور پیچھے پر پھول لانا بدعت ہے۔

اب حضرت علامہ شامیؒ کا فیصلہ بھی سُن لیں۔ آپ مدیث جریر پر اعتماد کرتے ہیں۔
استدلالاً بمدیث المذكور علی الکراهۃ ولا سیما اذا کان فی الوضوء صغاراً وغائباً
مع قطع النظر عما یحصل عند ذلک غائباً من المنکرات الکثیرۃ کا یفاد النہی و
القناہیل.... واخذ الاجرة علی الذکر وقرآۃ القرآن وعید ذلک ما هو مشاہد فی ہذہ
الایمان وما کان کذلک فلا شک فی حرمتہ و بطلان الوصیۃ بہ

ترجمہ: اہل میت کے ہاں سے کھانا مدیث مذکور کی بنا پر مکروہ ہے خصوصاً جبکہ کچھ وارث
نابالغ ہوں یا کوئی وارث غائب ہو۔ قطع نظر ان بہت سی محکومات کے جو ایسے موقع پر
کی جاتی ہیں جیسے شمعیں اور قندیلیں جلانا.... اور ذکر اور قرآن خوانی پر اجرت دینا
وغیرہ جو آج کل ہمارے مشاہدہ میں آ رہی ہیں اور جو اس طرح کا عمل ہو اس کے حرام

ہونے میں کوئی شک نہیں اور اس کی وصیت بھی ہر توریہ وصیت باطل ہے۔
نقشبندی سلسلے کے شیخ کبیر سمرت قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی (۱۲۲۵ھ) کی وصیت ملاحظہ
فرمائیں جو بالابندہ کے ساتھ چھپی ہے۔ آپ لکھتے ہیں :-

بعد مردن من رسوم دیندی مش وہم لستم وہم ششماہی و برہمنی بیچ کنکندہ
ترجمہ میری وفات پر دیندی رسمیں جیسے درساں۔ بیسواں۔ چالیسواں۔ ششماہی اور
برہمنی وغیرہ کچھ نہ کریں۔

اب چودھریں صدی میں چلیے۔ مولانا عبدالحی لکھنوی (۱۳۰۴ھ) لکھتے ہیں :-
مقرر کردن روز سوم وغیرہ بالتفصیل و اور اضروری الحکاشتن در شریعت محمدیہ ثابت
نیست۔ صاحب انصاب الاعتبار اس را مکروہ دہشتہ ہے۔
ترجمہ تمیز دلن خاص طور پر مقرر کرنا اور اس کو ضروری سمجھنا شریعت محمدیہ میں اس کا کوئی
ثبوت نہیں۔ صاحب انصاب الاعتبار نے اسے مکروہ لکھا ہے۔
چودھریں صدی کے مولانا احمد رضا خاں بھی لکھتے ہیں :-
اہل میت کا اہتمام طعام کرنا امرے سے ناجائز ہے بلکہ
اور اس سے پہلے آپ یہ بھی لکھ آئے ہیں :-

یہ دعوت خود ناجائز و بدعت مشغیہ و قبیحہ ہے امام احمدؒ اپنے منہ میں اور ابن ماجہؒ
سنن میں بہ سند صحیح حضرت جریر بن عبد اللہ سجلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہیں :-
کناہتہ الاجتماع الی اهل الميت وصنعہم الطعام من النیاحۃ ہم گروہ صحابہ
اہل میت کے یہاں جمع ہونے اور ان کے کھانا تیار کرنے کو مردے کی نیاحت
سے شمار کرتے تھے جس کی حرمت پر متواتر حدیثیں آئے

علامہ عینی (۱۰۹۵ھ) اور ملا علی قاری (۱۱۰۳ھ) نے عاصم بن عیوب کی روایت میں استقبلہ

نہ بالابندہ ۱۹۱۷ھ فتاویٰ مولانا عبدالحی علی مدظلہ کے احکام شریعت حسب مکتبہ اربعی پریس مراد آباد کے ایضاً ۱۹۲۰ھ

داعی امر آنتہ کے الفاظ دیکھ کر جو اس سسٹے میں خفیف سی راہ بھیجی ہے۔ مولانا احمد رضا خاں ان دونوں بزرگوں کے ہاتھ میں لکھتے ہیں:-

دورای الفضلان الحلبي والقاری ماحلیہ بلاء نالا طلقاً القول جازمین
بالتحریم ولا شک ان فی ترخیصہ فتح باب الشیطان رجیعاً

ترجمہ۔ علامہ حلبیؒ اور علامہ قاریؒ اگر ہمارے ملک کے مداحوں کو (دیکھیے تو مطلقاً ان کے حلیم ہونے پر یقین کرتے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ اس کی اہمات دینے میں شیطان سرود کی راہ کھنٹا ہے۔

خان صاحب نے یہ عبارت عربی میں لکھی ہے۔ مبادا ان پڑھ بریلوی ان پر دہانی ہونے کا لیبیل نہ لگا دیں۔ بہر حال خان صاحب نے اس مسئلہ میں خفیہ مذہب کو ترک نہیں کیا۔

اسلام کی یہ چودہ صدیوں کی شہادت آپ کے سامنے ہے اور آج کل کے دیگر بریلوی علماء کے غلط فتوؤں سے جو کچھ نقشہ عمل ہے وہ بھی آپ کے سامنے ہے۔ ان کے بعد بریلویوں نے ان دعوتوں کے شوق میں نہ صرف فقہ حنفی کو رد کر رکھا ہے بلکہ اس میں یہ مولانا احمد رضا خاں صاحب کے بھی خلاف صف بنا رکھی ہے۔

بریلوی علماء کے اہل میت کے ہاں کھانے کے فتوے

سب سے پہلے پروفیسر نور بخش صاحب توکی باقی انجمن نعمانیہ ہند لاہور مولانا احمد رضا خاں کے اس فتوے کے خلاف اٹھے۔ آپ لکھتے ہیں:-

فقہائے بعض عوارض کی وجہ سے اہل میت کے طعام کو مکروہ کہا ہے۔ اگلی عوارض یا کوئی اور مغلطہ شرعی دعوت میں نہ ہو تو وہ طعام ہرگز مکروہ نہ ہو گا۔

مولانا نور بخش توکی نے مرقات سے جو عوارض نقل کیے ہیں مولانا احمد رضا خاں ان سب کے

جواب دے چکے ہیں مگر معلوم نہیں بریلوی علماء کھانے کے مسئلوں میں کیوں اس قدر دلدادہ ہو چکے ہیں کہ اپنے امین حضرت کی مخالفت سے ہی نہیں چمکتے۔

بریلوی علماء اس مسئلے میں مولانا احمد رضا خاں کے نہیں مولانا عبد السمیع رامپوری کے پیچھے چلے ہیں۔ بدعات میں بریلویوں کے امام دراصل وہ ہیں۔ مولانا احمد رضا خاں کی زیادہ شہرت بھگینی کی وجہ سے ہوئی ہے۔ بدعات میں ان کے اصل پیشوا مولانا عبد السمیع رامپوری مولف انوار ساطعہ ہیں۔ مسائل اربعین میں لکھا ہے کہ حضرت نے فرمایا ہے طعام المیت میت القلب... بکروہ حج قبل کرنا اس کھانے کا جس کو روح میت کے واسطے کیا ہوے ہم کہتے ہیں کہ اگر اس حدیث کو صحیح دیکھ گئے تو دوسری حدیثیں جو ترغیب خیرات میں میت کی طرف سے آئی ہیں اور یا جماع امت وہ متحمل ہیں ان کا کیا جواب دو گئے۔

پھر اسی حدیث پر مولانا محمد عمر اچھروی اور مفتی احمد یار خاں صاحب نے اپنے موقف کی بناء رکھی ہے۔ وہ حدیث مشکوٰۃ باب المعونات میں ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک جنازہ سے واپس آ رہے تھے کہ ایک شخص مرحوم کی عورت کی طرف سے حضرت کی خدمت اقدس میں آیا اور آپ کو اور دیگر صحابہ کرام کو کھانے کی دعوت دی۔ آپ گئے اور صحابہ بھی گئے اور وہاں کھانا کھایا۔ اس حدیث میں یہ الفاظ تحقیق طلب ہیں:-

فلارجع استقبلہ داعی امرآتہ۔

ترجمہ: جب آپ واپس لوٹے تو آپ کو اس کی بیوی کے ایک قاصد نے بلایا۔

صاحب مشکوٰۃ (۴/۴۴۲) نے اس حدیث پر ابو داؤد اور بیہقی کا حوالہ دیا ہے۔ علامہ علی

(۹۵۶) نے اس کے لیے امام احمد کا حوالہ دیا ہے:-

مارواه الامام احمد بسند صحیح و ابو داؤد عن عاصم بن کلیب۔

تحقیق روایت عامم بن کلیب

صاحب مشکوٰۃ اور علامہ مہلبی کے ان حوالوں کی جب اصل کتابوں سے تلاش کی گئی تو معاملہ برعکس نظر آیا۔ وہاں داعی امراۃ کے الفاظ نہیں ملے۔

سنن ابی داؤد کے کتاب البیوع میں باب فی اقتناب الشبہات میں یہ روایت اس طرح ہے۔

فلما رجع مستقبلہ داعی امراۃ فجاء نخی بالطعام فوضع یدہ ۛ

ترجمہ جب آپ واپس ہوئے تو آپ کو کسی عورت کا ایچی ملا۔ سر آپ تشریف لائے

اور کھانا لایا گیا پس آپ نے اس میں اپنا ہاتھ ڈالا۔

علامہ مہلبی کے حوالے کے لیے مسند احمد کو دیکھا تو وہاں یہ الفاظ ملے۔

فلما رجعنا لفتینا داعی امراۃ من قریش ۛ

ترجمہ پس ہم جب واپس ہوئے تو ہم درستی میں، ایک قریشی عورت کے قاصد سے ملے

پھر یہ روایت حمادی شریف کے کتاب الصید والذباح جلد ۲ صفحہ ۴۳ میں بھی مل گئی۔ اس میں

مبی امراۃ من قریش کے الفاظ ہیں۔ امراۃ (اس مرحوم کی عورت) کے الفاظ کسی مستند کتاب میں نہیں

ملے۔ حضورؐ کو کھانے پر دعوت دینے والی کوئی اور عورت بھی مرحوم کی بیوی نہ تھی۔

مشکوٰۃ میں امام بیہقی کا حوالہ بھی دیا گیا ہے۔ بیہقی کی روایت میں بھی دعت امراۃ النبی صلی

اللہ علیہ وسلم الی طعام کے الفاظ ہیں اسے علامہ سیوطیؒ نے خصائص کبریٰ میں اس باب میں

تقل کیا ہے۔

باب اخبارہ صلی اللہ علیہ وسلم بالشاة التي اخذت جہن حق ۛ

ترجمہ یہ باب اس پر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کس طرح اس بکری کی خبر دی

جو بغیر اجازت مالک کے حاصل کی گئی تھی۔

اس روایت میں گچہ جنازے کا ذکر نہیں لیکن اس بکری کا ذکر موجود ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ وہی روایت ہے جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جنازے سے واپس لوٹنے کا ذکر ہے۔ ان تفصیلات سے پتہ چلتا ہے کہ اسلام میں اہل میت کے ہاں دعوتیں اُڑانے کی ہرگز ہرگز اہمیت نہیں جس روایت کے برتے بریلوی علماء لمبے چوڑے ختم پڑھنے گھروں میں پہنچ جاتے ہیں یہ ایک ان کی اپنی بنائی راہ ہے فخر حنفی میں اس کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

ایصالِ ثواب کا کھانا کون لوگ کھائیں

اہلسنت کا بریلویوں سے ایک یہ اختلاف بھی ملا آتا ہے کہ جو کھانا بلا تعین دن میت کو ثواب پہنچانے کے لیے کھلایا جائے اسے کون کھائیں؟ اہل سنت کہتے ہیں یہ صرف مساکین اور غرباء کا حق ہے۔ بریلوی کہتے ہیں ہمارے مولوی صاحبان اور اپنے اعزہ و اقارب بھی کھا سکتے ہیں۔ بریلوی عوام کو چاہتے ہیں کہ وہ خود بھی سوچیں۔ اپنے مولویوں کا نقد نہ بنے رہیں خود سوچیں کہ ثواب کس طرح زیادہ جتنا بنے؟ مولویوں کو کھلانے سے یا مسکینوں یتیموں کو کھلانے سے؟ ایصالِ ثواب اسی ثواب پہنچانے کا نام ہے جتنا ثواب بنے گا اتنا ہی مرحوم کو پہنچے گا مولویوں کو کھانا نان کی دعوت ہے خیرات نہیں اور ثواب خیرات کا ہوتا ہے صدقات کا ہوتا ہے دعوتوں کا نہیں۔ ایصالِ ثواب کا کھانا صرف غرباء کا حق ہے۔ افسوس کہ بریلوی مولوی یہاں مولانا امجد رضا خاں کی اس بات کو بھی بھول جاتے ہیں کہ میت کا کھانا غنی نہ کھائے۔

مردہ کا کھانا صرف غرباء کے لیے ہے عام دعوت کے طور پر جو کرتے ہیں یہ منع ہے غنی نہ کھائے بلکہ پھر یہ بھی کہتے ہیں :-

انہی دنوں کی گنتی ضروری جاننا جہالت ہے۔

ان دنوں یہ کون لوگ تھے جو دنوں کی تسکین ضرور جانتے تھے؟ ظاہر ہے کہ یہ دیوبندی یا
 مجددی کہونے والے تو نہ ہوں گے۔ شیعہ ویسے ہی حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کو نہیں مانتے۔ وہ
 ان کے لیے گیدہ تاریخ کیا متفق کریں گے۔ آخر یہ کون لوگ تھے جو تیجے، دسویں امد چالیسویں دن ختم
 کا التزام کرتے تھے امد ہر ماہ کی گیارہ تاریخ کو تبرک جانتے تھے۔

یہ لوگ ہیں جن کو مولانا احمد رضا خاں نے جہلاءِ اہل ہے اور یہی ہیں جن کو آج کل بریلوی کہتے
 ہیں۔ مولانا احمد رضا خاں نے یہاں اپنے قلم سے بریلویوں کو جہالت کی سند دی ہے۔

افسوس ان جہلاءِ پر نہیں، ان بریلویوں پر ہے جو ان جہلاء کے ختموں پر پڑتے ہیں اور گلے
 پھاڑ پھاڑ کر کھانے سامنے رکھ کر ان خاص دنوں میں ختم پڑھتے ہیں۔ مولانا احمد رضا خاں نے کھانا
 سامنے رکھنے کو بے کار بات قرار دیا ہے۔ مگر یہ اپنے اعلیٰ حضرت سے جہالت کی سند لینے والے
 کھانا آگے رکھے بغیر ختم نہیں پڑھتے۔ کہتے ہیں کھانے کی خوشبو سے دورانِ ختم دل مطمئن رہتا
 ہے۔

عید میلاد النبی

الحمد لله وسلام على عباده الذين اصطفى اما بعد :

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کی خوشی اجتماعی طور پر منانا عید میلاد النبی کہلاتا ہے۔ یہاں خوشی کے معنی یہ ہے جیسے کوئی دوست دیر سے ملے تو مبالغہ نہ کہتے ہیں کہ آج عید ہو گئی۔ عید میلاد النبی میں بھی عید اسی معنی میں ہے۔ عید کی حقیقت شرعی اس میں مراد نہیں ہوتی جس طرح عیدین کے دن اجتماعی خوشی ہوتی ہے۔ کسی خوشی کو عید بنانا اسے اجتماعی شکل میں منانا ہے۔ ولادت النبی کی اجتماعی خوشی کرنے کو عید میلاد النبی کہا جاتا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کی خوشی کو اجتماعی طور پر منانا ایک ایسا عمل ہے جس کا سبب باعث اور محرکات سب مہذب صحابہ میں بھی موجود تھے۔ یہ کوئی ایسا مسئلہ نہیں جو آج سامنے آیا ہو۔ وہ تمام محرکات و دواعی جن پر آج عمل کی بناء رکھی جاتی ہے۔ مہذب صحابہ اور قرآن مشہود لہذا بالخیر میں باحساس اتم موجود تھے۔ لیکن ہیں کوئی اس کا ثبوت نہیں ملتا کہ انہوں نے کبھی اس موقع پر اجتماعی خوشی کی ہو۔ آخر کیوں؟ اور نہ سہی کبھی آپ کی اولاد حضرت سیدہ فاطمہ حضرت ام کلثوم حضرت امامہ حضرت حسن اور حضرت حسین نے ہی کبھی اپنے والد اور نانا کا یوم ولادت منایا ہو اس کا آپ کو کبھی ثبوت نہ ملے گا۔ آخر اس کی وجہ کیا ہو سکتی ہے۔ کیا آپ نے اس پر کبھی غور کیا۔

ولادت اور وفات کا تعلق ذاتیات سے ہے۔ نکاح اور اولاد کا موضوع بھی انسان کی ذات ہوتی ہے۔ صحابہ کرام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آئینہ ذات میں نہیں آئینہ رسالت میں دیکھتے تھے آپ کی ولادت کی خوشی بھی اسی لیے ہے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ ورنہ محض ولادت کی خوشی تو ابرہہ، کریم، ہرئی تھی جس نے آپ کی ولادت کی خبر سُننے ہی خبر دینے والی باندی آزاد

کر دی تھی۔

ولادت کو ذات کے اعتبار سے دیکھیں تو خوشی کا انداز جذباتی ہو گا۔ رسالت کے اعتبار سے دیکھیں تو ہم قرنِ اطاعت غالب ہو گی۔ مجال ہے اس کی خوشی کسی ایسے طور پر ہو جس کی تعلیم اللہ رب العزت اور اس کے رسولِ برحق نے خود نہ دی ہو۔ صحابہؓ نے آپ کا کلمہ بڑے غلوں اور بڑی ذمہ داری سے پڑھا تھا۔ وہ اس ماحول کو قائم رکھنا جسے حضور رسالت مآبؐ نے ترتیب دیا اور سفار اپنے ہر جذباتی عمل اور جذباتی نعرے سے فائق اور مقدم سمجھتے تھے۔ جھینک بھی آئے تو وہ یہ دیکھتے تھے کہ ایسے موقع پر خود رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کیا ہے۔ مطلق محبت جذبات اور ان کا اظہار چاہتی ہے اور جس محبت کے پیچھے کوئی روشن سبب کار فرما ہو اس محبت کے داعی محبوب کی عقیدت اور اطاعت میں گھلے چلے جاتے ہیں۔ وہ پھٹکنے بھی نہیں پاتے مگر یہ کہ قربان ہو جاتے ہیں۔

اے مرغِ سحر عشق نہ پر واندہ بامروز

کاسِ سوختہ را جاں شد و آواز نیامد

آج بھی جس دل و دماغ پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت جلوہ پیر ہو گی وہ آپ کی ولادت کی خوشی کو ذاتیات کے پہلو سے نہ دیکھے گا۔ آئینہ رسالت میں دیکھتے دیکھتے اپنی زندگی کے ہر قدم کو آپ کی سنت اور سیرت کے ڈھانچے میں ڈھالنے کی کوشش کرے گا۔ صحابہؓ آپ کے اسی جذبہ محبت سے سرشار تھے۔ اس لیے انہوں نے کبھی آپ سے مطلق محبت کے جذبات کا اظہار نہ کیا تھا۔

آپ کی ولادت کی اجتماعی خوشی کرنا کب سے شروع ہوا

صحابہ کرامؓ اور ان کے بعد دو قرن یہ وہ زمانے ہیں جن کے خیر ہونے کی خبر خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دی تھی۔ ان قرونِ ثلثہ مشہود لہا بالخیر میں حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم

کی ولادت کی خوشی اجتماعی طور پر منی گئی تھی جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خود دنیا میں تشریف فرما تھے۔ اس وقت بھی صحابہ کرامؓ نے کبھی آپ کو آپ کے یوم پیدائش پر مبارکباد نہ کہی تھی۔ نہ ہی آپ کے سامنے آپ کے یوم پیدائش کا کبھی تذکرہ کیا تھا۔

آپ کی تاریخ پیدائش میں تو کچھ اختلاف ہے (محقق بات ۹ ربیع الاول ہے) لیکن یوم ولادت (سوموار) میں کوئی اختلاف نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے غالباً اسی حکمت سے کہ آپ کے یوم پیدائش کو کہیں کوئی شرعی تقدس نہ دے سوموار کو ہی پہلی وحی فرمائی۔ آپ غار حرا میں تھے جب پہلی وحی آئی۔ اور وہ سوموار کا دن تھا۔ اب اس دن کو ایک یاد نہیں دو یادوں نے گھیر لیا۔ باپ اس دن کو کوئی شرعی حیثیت نہیں دی گئی۔ شرعی حیثیت دونوں میں سے صرف جہدہ کو حاصل ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دن کا روزہ رکھا مگر کبھی صحابہؓ کو اس کی تعلیم نہ دی نہ کبھی اجتماعی طور پر اسے منانے کا حکم دیا۔ صحابہؓ نے آپ سے سن کر اسے اپنے ہاں رائج نہ کیا نہ کسی امام اور مجتہد نے اس دن کے روزے کو اجتماعی صورت دی ہے۔

حضرت ابو قتادہ الانصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کے روزے کے دن روزہ روزہ رکھنے کا پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا:-

ذَٰلِکَ یَوْمٌ وَلَدْتُ فِیْہِ وَیَوْمٌ بُعِثْتُ اَوْ اُنْزِلَ عَلَیَّ فِیْہِ ۚ

ترجمہ۔ اس دن میں پیدا ہوا تھا اور اسی دن میری بعثت ہوئی یا فرمایا سوموار

کے دن ہی مجھ پر (پہلی) وحی اُتری۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات بھی پوچھنے پر ارشاد فرمائی۔ صحابہؓ کو اس یوم ولادت

پر نہ کسی عمل کا حکم دیا نہ روزے کا۔ اللہ رب العزت نے اسی دن آپ پر وحی کا آغاز فرمایا۔ اب

کیا یہ ممکن ہے کہ کوئی شخص اس ولادت کی خوشی میں سوموار کا روزہ رکھ سکے۔ جب وہ ایسا کرے

گا آپ کی بعثت کا تصور خواہ مخواہ اس پر محیط ہوگا اور دونوں کے ملنے سے بات یہاں پر آئے

مکی کرم اللہ کے لیے آپ کی ولادت کی خوشی بھی رسالت کے باعث ہے۔ دومہ خوشی جو آپ کی پیدائش پر
اہل بیت علیہم السلام کی تھی۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں آپ کی بعثت کو احسان فرمایا ہے۔ اس بعثت سے چالیس سال پہلے
آپ کی ولادت ہو چکی تھی مگر اس ولادت پر بہار اس وقت آئی جب اللہ تعالیٰ نے بطور رسول آپ کی
بعثت فرمائی اور آپ اللہ تعالیٰ کے نمائندے مٹھرے لقوم اللہ علی المؤمنین اذ بعث فیہم رسولاً
آپ کی اس حیثیت کو سامنے رکھے بغیر جب آپ کی ولادت کی خوشی منانی جلنے لگی تو اس میں
مطلق محبت کا اظہار تو ہر کے گا ولادت آئینہ رسالت میں نہ دیکھی جائے گی۔ یہ وہ محبت ہے جو ہر کسی
کی برات نہیں اہل تفرقے کو ہی حاصل ہوتی ہے۔

یہ بات تو واضح ہے کہ آپ کی ولادت باسعادت کی اجتماعی خوشی منانا عہد صحابہؓ اور اگلے
دوئوں قرون میں نہ تھا لیکن یہ بات معلوم ہوتی چاہیے کہ اس کا آغاز کب ہوا۔
سب سے پہلے ملک اربل منظر البعید (۶۲۰ء) نے محفل میلاد قائم کی اور اس کے بدعت
ہونے سے کسی مسلمان کو انکار نہیں ہے بریلوی بھی اسے بدعت تسلیم کرتے ہیں مگر اس سے آگے وہ اسے
حسنہ کہہ کر اپنے لیے معافی کی گنجائش پیدا کر لیتے ہیں۔

محفل میلاد کا مرکزی محفل قیام تعطیلی ہوتا ہے اس کے بارے میں مولانا محمود احمد رضوی مدیر
ماہنامہ رضوان صراحت سے کہتے ہیں:-

لوگوں کی یہ عادت جاری ہو گئی ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش مبارک کا
ذکر کرنا، فرما حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کے لیے کھڑے ہو گئے یہ قیام بدعت ہے
جس کی کوئی اصل نہیں یعنی بدعت حسنہ۔

مجاہدہ بدعت بھی جس کی سرے سے کوئی اصل نہ ہو بدعت حسنہ ہو سکتی ہے۔ اس پر آپ
خود غور فرمائیں: تاہم مولانا محمود احمد رضوی کی یہ بات لائق تحسین ہے کہ انہوں نے سیرت، حدیث،

میں تسلیم کر لیا کہ یہ قیام تقسیمی بدعت ہے جس کی کوئی اصل نہیں۔ یہی بات کہ ان کے نزدیک یہ بدعت حسنہ ہے قرآن کے جواب میں ہم اس پر لکھا کریں گے کہ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ نے بھی کسی بدعت حسنہ کو بھی اپنانے کی اجازت نہیں دی۔ آپ فرماتے ہیں :-

بدعت کیا اور حسن کیا۔ فیر کسی بدعت میں حسن نہیں دیکھتا۔ یہاں اندھیرا ہی اندھیرا ہے اس سے پوری طرح بچنا چاہیئے۔

قیام تقسیمی تو ایک طرف رہا۔ آپ تو خود محفل میلاد کو بھی پسند نہیں کرتے۔ اپنے عندم زادوں کو کھتے ہیں :-

بہ نظر انصاف بہ سبب کہ فرما حضرت الیثال دریں اوان در دنیا سے بودند و ایں مجلس واجتماع مستعد سے شد آیا بہ ایں راضی سے شدند و ایں اجتماع را سے پسندیدند یا نہ ؟ یقین فیراں است کہ ہرگز ایں معنی را بخیر نہ فرمودند بلکہ انکار سے فرمودند بلکہ ترجمہ انصاف سے دیکھئے اور فرض کیجئے کہ اگر حضرت والا اس وقت دنیا میں موجود ہوتے اور یہ مجالس واجتماع مستعد ہوتے تو کیا آپ اس سے راضی ہوتے اور اس اجتماع کو پسند کرتے۔ مجھے یقین ہے آپ اسے ہرگز جائز نہ فرماتے بلکہ اسے منکرات میں شمار کرتے۔

یہاں یہ بحث نہیں کہ حضرت مجدد ثانیؒ کے عقیدے میں حضرت والاؒ اس وقت اس دنیا میں موجود ہیں یا نہ ؟ ہم یہاں صرف یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ آپ اگر یہاں ہوتے تو ان محافل و مجالس کو قطعاً پسند نہ کرتے۔ رہا یہ امر کہ لوگ حضرتؒ کی تعلیم کے لیے کھڑے ہوں۔ آپ نے دنیا میں رہتے ہوئے کبھی اس کی اجازت نہ دی تھی۔ صحابہ کرامؓ کبھی آپ کے لیے دائرہ باندھ کر یا صف بنا کر کھڑے نہ ہوتے تھے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ آپ اسے ناپسند کرتے ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :-

لعمریکین شخص احب الیہم من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وکانوا اذا
 رأوه لم یقوموا لما یعلون من کراہتہ لذلك۔

ترجمہ: کوئی شخص صحابہ کرامؓ کو آنحضرتؐ سے زیادہ پیارا نہ تھا لیکن جب وہ آپ کو
 دیکھتے تو کھڑے نہ ہوتے تھے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ حضورؐ اس قیامِ تعظیمی کو
 ناپسند کرتے ہیں۔

یہ کون سا قیام ہے جس سے صحابہؓ رُکے رہتے تھے اور نذر رسالت سے اسے مکروہ جانتے تھے
 ۱۔ یہ وہ قیام ہے جو اتفاقی ہو کہ حضورؐ کہیں اور صر سے آٹھ گھنٹے اور یہ ادب سے آٹھ گھنٹے ہوں۔ ۲۔ حضورؐ
 سامنے ہوں اور یہ قیام آپ کے سامنے ہو۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس قیامِ تعظیمی کو بھی
 مکروہ جانتے تھے جو آپ اگر کہیں وہ قیام دیکھ لیتے جو آج بریلویوں میں رائج ہے تو اس سے آپ کس
 قدر پریشان ہوتے یہ آپ سر میں۔

سامنے حاضر کی صورت میں قیام تو کسی خدمت کے لیے بھی ہو سکتا ہے جیسے حضرت سعد بن ذ
 جب آئے تو بڑے مکروہ زخمی تھے آپ نے صحابہؓ کو کہا قومنا الی سیدکم۔ یہ قیامِ خدمت تھا۔
 فانزلوه من المحار (ردوہ احمد) اس قیام کی تو کچھ سمجھ آتی ہے لیکن جب سامنے بھی کوئی نفر نہ آئے
 اور یہ قیام تعظیمی صرف غائبانہ تصور باندھ کر ہوا اور اسی تصور میں پھر نماز کی طرح ہاتھ بھی باندھ لیے
 جائیں تو یہ قیام اس قیام سے اور بھی وحشت ناک ہو جائے گا جسے صحابہ کرامؓ نذر رسالت میں مکروہ
 سمجھتے تھے یہ قیام تعظیمی تو اب قیامِ تعبدی کے قریب قریب آگیا ہے۔

پھر اس سے آگے کی منزل اللہ بھی خطرناک ہے کہ سلام پڑھنے والا آپ کو حاضر و ناظر بھی مقلد
 کہہ دے اور اسے واجب بھی جانتا ہو مولانا عبدالمسیح رامپوری جو تجویز بدعات میں بریلویوں کے
 اعلیٰ حضرت ہیں (جس طرح مخیر میں مولانا احمد رضا خاں ان کے اعلیٰ حضرت ہیں) قائلین قیام کے ۵، نمبر
 مفتی سے نقل کرتے ہیں اور قیام کو واجب ٹھہراتے ہیں۔

بِجِبِّ الْقِيَامِ عَنْ ذِكْرِ وِلَادَتِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَحْصَنَهُ الْعُلَمَاءُ
الْإِعْلَامَ وَقِدَاةَ الدِّينِ وَالْإِسْلَامِ ۞

ترجمہ: حضورؐ کی ولادت کے ذکر کے وقت قیام کرنا واجب ہے اس واجب کرنے
کو بڑے بڑے علماء نے پسند کیا ہے۔

ہم مفتی احمد یار صاحب بگرامی کے شکریہ گزار ہیں کہ انہوں نے انوار ساطعہ کے اس فقرے کی
کھلے طور پر تردید فرمادی۔ لیکن افسوس کہ جھوٹ بول کر — کہ وجوب قیام کا فقہ نے اب تک ان
کے کسی عالم نے نہیں دیا۔ دیکھئے کیا یہ کھلا جھوٹ نہیں مفتی صاحب موصوف لکھتے ہیں۔
یہ مسلمانوں پر محض بہتان ہے کہ وہ قیام میلاد کو واجب سمجھتے ہیں نہ کسی عالم دین
نے لکھا ہے کہ قیام واجب ہے ۞

جب میلاد شریف قیام کے بغیر بھی ہو جاتا ہے تو آج قیام تقطیعی محفل میلاد کا رکن اعظم کیوں بنا
ہوا ہے؟ بریلوی علماء اس کے جواب میں کہتے ہیں کہ دوسرے عقیدے کے لوگ اگر کسی مشترک اجتماع میں
آئیں اور وہاں حضورؐ کی ولادت کا بیان ہو تو انہیں مجلس سے نکلنے کے لیے یہ قیام واجب ہو جاتا
ہے کہ وہ تو اس بدعت میں شامل ہونے سے معذور ہوں گے یا بیٹھے رہیں یا چلیں جائیں گے پہلی
صورت میں وہ تارکب واجب ہوں گے اور دوسری صورت میں وہ آسانی سے درود و سلام کے منکر قرار
دیئے جاسکیں گے۔ بس یہ ایک ضرورت ہے اور اس صورت میں قیام واجب ہو جاتا ہے

سورہ قیام تقطیعی نہ ہوا قیام تفرقہ ہوا جس کا مقصد مسلمانوں کے ایک دوسرے طبقے کو مجلس سے اٹھانا یا تفرقہ
پیدا کرنا ہوتا ہے۔ بہر حال اس میں شک نہیں کہ ان کے دل ایک صورت میں یہ قیام واجب بھی
ہے اور مفتی احمد یار صاحب نے مذکورہ بالا عبارت میں جو اس کا انکار کیا ہے وہ درست نہیں ہے۔

مجلس میلاد میں بوقت صلوة و سلام قیام کرنا مستحب مستحسن ہے اور ایک صورت
میں واجب ہے ۞

قیام برکت مصلوۃ وسلم ہے یا برکت فکر ولادت۔ اسے قانظام الدین عثمانی مجہد بھول گئے ہیں معلوم ہوتا ہے ان کی زیادہ توجہ صرف اس حدیث پر تھی جس میں یہ قیام واجب ہوتا ہے اور تفرقے کی کوئی حدیث نکل ہی آتی ہے۔

بریلوی علماء کا جب اصل مقصد ہی تفرقہ اور اہل السنۃ و الجماعۃ کی باہمی تفریق ہے تو کیا وہ اپنا یہ مقصد کسی اور طریق سے حاصل نہیں کر سکتے۔ اپنے اس مذموم مقصد کے لیے حضورؐ کے نام کو استعمال کرنا کون سا ایمان اور کس قسم کی تعظیم شان رسالت ہے۔ یہ آپ سچ ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر مبارک کو تفرقہ بین المسلمین کے غلو مقصد کے لیے استعمال کرنا اور وہ چیز جو شرعاً واجب نہ تھی اسے اس لیے واجب کرنا کہ بیٹھ کر مصلوۃ وسلم پڑھنے کے قائلین (جیسا کہ نمازیں بیٹھ کر مصلوۃ وسلم پڑھا جاتا ہے) مجلس سے نکل جائیں۔ یہ ایسی مذموم حرکت ہے کہ اس کے مجوز بریلوی علماء شاید ہی اس باب میں اللہ کے حضور کوئی فدیہ پیش کر سکیں۔

ملک اربل کے محفل میلاد مقرر کرنے پر علماء کا ردِ عمل

ملک اربل کا اصل مقصد علماء کو ام کو ائمہ مجتہدین کی پیروی سے ہٹانا اور خود نئے اجتہادات کا خرگڑ کرنا تھا۔ جب وہ قرآن و حدیث سے آزادانہ اجتہاد اور استنباط کریں گے تو پھر کون سی بات ہے جو ثابت نہ ہو سکے اور کون سی بات ہے جو رد نہ ہو سکے۔ اصول فقہ کی جب پیروی نہیں تو اب جو مسئلہ چارہ قرآن و حدیث کے نام سے چلاوے۔ کیا مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنی بُدی سیاسی گاڑی اسی راہ سے نہیں چلائی۔ یاد رکھئے اگر کوئی چیز اس بے دین راہِ روی سے روک سکتی ہے تو وہ ائمہ سلف کی پیروی ہے اور ملک اربل اس کا مخالف تھا۔

ملک اربل کے پس پردہ جو غیر متعلقہ عالم اس فتنے کو ہوا دے رہا تھا وہ عمر بن وحید ابوحنیفہ (۶۳۲ھ) تھا۔ اس کا مسلک منافذ ابن حجر (۸۵۲ھ) کی زبان سے سنیت ہے۔

کثیر الوعیۃ فی الاعمۃ و فی السلف من العلماء خبیث اللسان الحق

شدید الکبر قلیل النظر فی امور الدین متہادنا

ترجمہ۔ وہ ائمہ دین اور علماء سلف کی شان میں بہت گستاخیاں کیا کرتا تھا بڑا بدگور
تھا بڑا احمق تھا اپنے آپ کو بڑا عالم سمجھتا تھا غور و فکر (فکر) میں بہت کم تھا
دین کے کاموں میں بہت سست تھا۔

اس غیر مقلد کے ساتھ اور بھی کئی مولوی لگ گئے۔ بادشاہ اس محفل میلاد پر ہر سال تین لاکھ
روپیہ خرچ کرتا اور ان مجالس کو دنیوی اعتبار سے ہر طرح کی رونق سے آراستہ و پیراستہ کیا جاتا۔
دنیا پرست مولوی اس سے پورا فائدہ اٹھاتے تھے۔ یہ وہ راہ ہے جس سے اس امت میں
بدعات داخل ہوئیں اور یہی وہ محرک ہے جس نے بریلویت کی شکل اختیار کر رکھی ہے۔ مولانا
محمد عمر چھوڑی بھی غیر مقلد تھے۔ اچانک بریلوی قبائلیں جلوہ گر ہوئے اور فقہ سے ہٹ کر قرآن و
حدیث کے نام سے اپنے عقائد شرکیہ اور اعمال بدعت کو علمی استناد مہیا کیا۔ ۱۹۵۹ء میں انہوں
نے قوم کے سامنے یہ تجویز رکھی کہ حنفیہ کے یوم پیدائش پر عید میلاد کی نماز قائم کی جائے اور مسلمان
اپنے نبی کی پیدائش کی خوشی میں دو رکعت نماز شکرانہ ادا کریں۔ مولانا ابوالحسنات قادری نے
اس کی مخالفت کی اور اس طرح یہ تجویز آگے نہ چل سکی۔ بریلویوں کے لیے بازار گھیاں سجانا آسان
تھا مگر نماز پڑھنے کی زحمت ان کے لیے سخت تھی۔

اہل حدیث حضرات حنفیہ کی پیدائش کی خوشی میں آپ کے یوم پیدائش پر روزہ رکھنے کے
قائل ہیں۔ اہل السنۃ کے نزدیک یہ عمل صحابہ سے ثابت نہیں۔ حنفیہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ عمل جسے
صحابہ نے اختیار نہ کیا ہو کسی ملت ختمیہ سے متعلق ہوتا ہے وہ امت کے لیے راہ عمل نہیں بنتا
امت کے لیے آپ نے شاہراہ ما انا علیہ واصحابی قائم کی ہے۔ بہت روزہ تعلیم المجددین لاہور
کے ۲۸ نومبر ۱۹۸۶ء کے شمارے میں ہے۔

مسلمان اگر ولادت نبوی کے شکرانے میں یوم ولادت پر روزہ رکھیں تو یہ بلاشبہ

جائزہ ہے بلکہ سنتِ رسول ہے۔

حنوز کے سوموار کے روزے میں تو یوم البعث کا بھی ذکر ہے۔ معلوم نہیں ائمہ حدیث بزرگوں نے یہ یوم پیدائش کا روزہ اور وہ بھی بہ نیت مشکوٰۃ یہ کہاں سے نکال لیا ہے۔

ہم نہ یوم پیدائش پر شکوٰۃ کی نماز کی تائید کرتے ہیں نہ روزے کی۔ اگر یہ کوئی لائقِ عمل بات ہوتی تو کیا صحابہ کرامؓ اس پر عمل پیرا نہ ہوتے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے یوم پیدائش کو اجتماعی طور پر منانے کی طرح منظر الدین ملک اربل نے اپنے وقت کے غیر متقدم عالم عمر بن وحید ابراہیمؒ کے فتوے سے ڈالی تھی۔ علمائے اہلسنت نے حنفی ہوں یا حنبلی۔ مالکی ہوں یا شافعی کسی نے اس اجتماعی نوعی کو شرعی تقدس نہیں دیا نہ اس باب میں صحابہؓ کا کوئی خاص عمل منقول ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یوم پیدائش پیر کا دن ہے جو ہر سنتے آتا ہے۔ معلوم نہیں بریلوی حضرات اس یوم پیدائش کو ۱۲ ربیع الاول پر کیسے لے گئے اور افسوس ہے کہ ائمہ حدیث حضرات نے آپ کے یوم پیدائش کا روزہ رکھنے کو ۱۲ ربیع الاول کی سبھت میں کیسے سیٹ کر دیا۔ اگر ان کے علماء آپ کے یوم پیدائش پر شکوٰۃ کا روزہ رکھتے ہیں تو انہیں اس بات کی وضاحت کر دینی چاہیے تھی کہ ہم سوموار کے دن حنوز کی پیدائش کے شکوٰۃ میں روزہ رکھتے ہیں نہ کہ ربیع الاول کے کسی خاص دن جب حنوزؒ اس دنیا میں تشریف لائے تھے۔

علمائے دیوبند کے ہاں صرف ذکر ولادت مندوب ہے اور وہ بھی کسی خاص دن سے مخصوص نہیں۔ محفل میلاد اور چیز ہے اور ذکر ولادت بلا تخصیص وقت و دن اور چیز۔ لوگ اس امر مندوب پر جتنی قیاسی بڑھاتے جائیں گے اس عمل میں کراہت آتی جائے گی۔ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ (۱۲۲۳ھ) لکھتے ہیں:-

نفس ذکر ولادت مندوب ہے اور اس میں کراہت قیود کے سبب سے آئی ہے بلکہ

ملک اربل نے غیر متقدم علماء کی اکساہٹ پر جو محفل میلاد ترتیب دی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم

کے یہم پیدائش کو اجتماعی طور پر منانے کی طرح ذالی، علامہ نصیر الدین شافعی، علامہ ابن امیر اسحاق مالکی، حافظ ابن تیمیہ منبلی (۷۲۸ھ) اور حضرت مجدد الف ثانی خنی (۱۰۳۵ھ) نے اپنے اپنے وقت میں اس کی پرزور تردید کی اور بدعت کے سیلاب کے آگے ہر طرف سے روک کے پل باندھے، علامہ ابن امیر اسحاق مالکی لکھتے ہیں:-

ومن جملة ما احدثه من البدع مع اعتقادهم ان ذلك من اكبر العبادات
واظهار الشعائر ما يفعلونه في الشهر الرابع الاول من المولد وقد احتوى
ذلك على بدع ومحرمات..... لان ذلك زيادة في الدين وليس من عمل
السلف الماضين^۱

ترجمہ: ان بدعات میں سے جو لوگوں نے اس اعتقاد سے قائم کر رکھی ہیں کہ یہ بڑی عبادت ہیں اور شعائر اسلام کا اظہار ہیں وہ عمل مجہ ہے جو یہ ربیع الاول میں آپ کی پیدائش پر کرتے ہیں اور اب یہ کام بہت سی بدعات اور منوعات پر مشتمل ہو گیا ہے..... یہ سب دین میں زیادتی ہے اور اس پر سلف صالحین کا عمل ثابت نہیں۔

کسی عمل کا ناجائز ہونا درکنار اگر ادنیٰ گمان بھی پیدا ہو کہ یہ کام بدعت ہے یا سنت، تو علماء احناف نے اس کے چھوڑنے کا ہی حکم دیا ہے۔
علامہ ابن نجیم (۹۶۹ھ) لکھتے ہیں:-

ويلزم ان ما تردد بين بدعة وواجب اصطلاحه فانها يترك كالسنة^۲
ترجمہ: اور جو چیز بدعت ہونے اور سنت ہونے میں زیر بحث ہو اُسے چھوڑ
دیا جائے۔

اور علامہ شامی (۱۲۵۳ھ) لکھتے ہیں:-

ابتدا میں یہ مجلس اسی غرض سے تجویز ہوئے تھے اور سیرت کے بیان کے لیے یہ مقرر
کئے گئے تھے اور اسی صورت سے میں نے بھی ان مجلسوں کے موافق رسنے کا ہر کی محنت
گنما س شرط کے ساتھ کہ اس کی کوئی تاریخ ہمیشہ کے لیے معین نہ کی جائے بلکہ
ہر سال موسم کے لحاظ سے ایک مناسب تاریخ کا اعلان کر دیا جائے یا کرے یا سال کی
پہلی تاریخ دیکھ کر مقرر کر دی جائے تاکہ عید میلاد کا شہ نہ ہو بلکہ

میلاد کو اجتماعی طور پر منانے کا رد اچ ہندوستان میں کب آیا؟

انگریزوں کے ہندوستان میں آنے سے پہلے یہاں اجتماعی طور پر ۱۲ ربیع الاول کو میلاد منانے
کا کوئی رواج نہ تھا۔ دہلی کی مسند حدیث کا فیض پورے ہندوستان میں پھیلا ہوا تھا اور حضرت شاہ محمد ساجدی
محدث دہلویؒ اس مسند حدیث کے صدر نشین تھے۔

انگریز اپنے ملک میں کرسس حضرت عیسیٰ کی یاد میں قومی سطح پر مناتے ہیں۔ انہوں نے مسلمانوں
میں اس موضوع کی آبیاری کی اور کچھ ایسے علماء لاکھرے کئے جو دہلی کی مسند حدیث کے خلاف عدم
اعتقاد کی فضا پیدا کریں اور عیسائی جس طرح انگلستان میں ولایت مسیح قومی سطح پر مناتے ہیں یہاں ہندوستان
میں مسلمان اسی طرح کی دینی مجلسیں قائم کریں اور مسلمان یا ذی ولادت میں آتے کھو جائیں کہ انگریزوں کو
ان کے پیغام رسالت کا کوئی خطرہ باقی نہ رہے۔

مولانا فضل رسول بدایونی، مولانا عبدالسمیع رامپوری وغیرہ انہی دلوں محدثین دہلی کے خلاف
اٹھے۔ حضرت مولانا احمد علی سہارنپوریؒ نے اسلاف سے متشک کرتے ہوئے اس نئی درآمدہ دینی
پالیسی کے خلاف آواز اٹھائی اور میلاد النبیؐ پر ایک فتویٰ لکھا۔ مولانا عبدالسمیع رامپوریؒ کی انفرادی سطح
پر حضرت مولانا خلیل احمد محدث سہارنپوریؒ نے براہین قاطعہ لکھی۔ — تقسیم ہند تک برصغیر پاک و ہند
میں عملے اہل سنت و اجماعہ دعوئے دیوبند کا ہی فتوے ملتا رہا اور ان کے خلاف اٹھنے

ولے مولانا احمد رضا خاں کے قدامی کینج غمٹی میں ہی پڑے رہے۔ پاکستان میں اب ان کی نئی نئی طباعت اور اشاعت شروع ہوئی ہے اور بریلویت اب اپنی اصلی شکل میں سامنے آئی ہے۔ بریلوی علماء نے برصغیر پاک و ہند میں عیسائی مذہب کے خاکے پر اسلام کو ڈھالنے کی جو نئی پالیسی اختیار کی وہ نہ صرف حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ اور محدثین دہلی کے خلاف تھی۔ بلکہ صحابہ کرامؓ ائمہ مجتہدین اور جملہ سلف صالحین کے مشک باسنہ اور اقتباب من البدعہ کے اصولوں کے خلاف تھی۔ یہ سب حضرات سنتوں پر عمل کرنے والے اور بدعتوں سے نفرت کرنے والے تھے۔ صحابہ بدعات سے اس قدر نفرت کرنے والے تھے کہ سیدنا حضرت عبداللہ بن عمرؓ (۴۷ھ) کے پاس ایک شخص کسی کا سلام لایا تو آپ نے اس کا سلام قبول نہ کیا اور فرمایا۔

بلغنی اقلہ قد احدث فان كان قد احدث فلا فخر اہل منی السلام۔

ترجمہ: مجھے خبر پہنچی ہے کہ اس نے کوئی بدعات ایجاد کی ہیں اگر ایسا ہے تو میری طرف سے اسے سلام نہ کہنا۔

یہ حضرات اگر آج کی ان مجالس اور جلسوں کو دیکھتے جو اہل بدعت نے حضورؐ کی پیدائش کے نام پر قائم کر رکھے ہیں تو معلوم نہیں وہ ان اہل بدعت کا کیا نام رکھتے۔ اور اتنی بات تو یقینی ہے کہ وہ کبھی ان مجالس میلاد میں شرکت کرنے والوں کو اہل سنت و الجماعت میں جگہ نہ دیتے اور اہل بدعت کے نام سے یہ ایک مستقل فرقہ اس ملک میں جانا جاتا اور کوئی انہیں اہل سنت کا نام نہ دیتا۔

حضرت مولانا خلیل احمد صاحب محدث سہارنپوریؒ کہتے ہیں :-

فمن ذکر میلاد فخر عالم علیہ السلام کو کوئی منع نہیں کرتا۔ بلکہ ذکر ولادت آپؐ کا مثل دیگر سیر و حالات کے مندرجہ ہے۔ چنانچہ یہ سرفروغ مولوی احمد علی صاحب محدث سہارنپوریؒ میں صراحتاً مذکور ہے..... البتہ احمدیہ مشرورہ جو اس کے ساتھ ضم ہو گئے ہیں ان کی وجہ سے حکم مجبورہ پر بدعت و منکر ہونے کا یا شرک و حرمت کا لگایا جاتا ہے۔

یعنی جس درجے کی برائی اعتقاد میں ہوگی اس درجہ کے حکم اس میں بدعت پر لگے لیکن حضرت
 صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ولادت اور تذکرہ پیدائش جو کسی قسم کی بدعت و خرافات سے آلودہ نہ ہو
 وہ ہرگز بدعت نہیں مندوب ہے۔ آپ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کا فتوے پہلے دیکھ لے
 ہیں۔ آپ نے کس صراحت سے اسے مندوب لکھا ہے۔ فتوہ اولاً لکنوا من المذنبین۔
 سو علماء دیوبند کے خلاف یہ ٹھوٹا پراسگیتہ ہے کہ وہ حضرات کے ذکر میلاد کو جائز نہیں سمجھتے
 اب اس واضح صراحت کے باوجود جو شخص اس بات کو علماء دیوبند کی طرف منسوب کرے وہ منقری
 اور کذاب ہے اور اللہ کے ہاں اس کا حساب۔

افسوس ان بزرگوں پر الزامات لگانا بریلوں کی عادت ہو چکی ہے جو اپنے خیمے جنت میں
 لگا چکے ہیں اور بہت سے اپنے دفن ہونے کی جگہ دیارِ رسول مدینہ منورہ میں پا چکے ہیں۔
 عاشق وہ ہیں جن کو وہاں کی مٹی نصیب ہو گئی اور بہرہ فریستے وہ جن کا داخلہ بھی اس پاک زمین
 پر بند ہے۔ جنہر صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا کہ دجال مدینہ منورہ اور مکہ مکرمہ میں کبھی داخل نہ ہو سکے
 گا اور اللہ تعالیٰ اس پاک زمین کے تقدس اور شرف کو ہر صورت میں باقی رکھے گا۔

خلفائے راشدینؑ

عبقات کے بیشتر سوالات و جوابات
 خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے گرد گھومتے ہیں۔ اگر آپ
 ان جوابات میں کچھ دلچسپی محسوس کرتے ہیں تو علامہ خالد محمود صاحب کے اس متن کو بھی ضرور
 پڑھیں جس کا یہ حاشیہ میں خلفائے راشدینؑ ان خلفائے اربعہ کی مسلسل تاریخ نہیں
 ان پر لکھے گئے علیحدہ علیحدہ مستقل مضامین ہیں۔ مسلسل کتاب سے مضامین نکالنا اور خطبہ
 کے لیے اسے ترتیب دینا مشکل ہوتا ہے۔ یہ ان حضرات پر لکھے گئے پہلے سے علیحدہ
 علیحدہ مضامین ہیں۔ یہ اتنی خطبات ہیں جو خطبہ اول اور مناظروں کیلئے عصر حاضر کا
 قیمتی کسکول ہیں۔ یہ علمی کتاب ہر عالم کے پاس ہر وقت موجود ہونی چاہیے۔
 خلفائے راشدینؑ ۶۸۸ صفحات کا ایک علمی ذخیرہ ہے جو ہفت روزہ دعوت
 لاہور میں ۱۹۶۲ء میں شائع ہونے والے چار محقق نمبروں کی مجموعی
 پیشکش ہے محقق العصر حضرت علامہ خالد محمود صاحب کے فاضلانہ قلم کی یہ
 تاریخی یاد اس لائق ہے کہ ہر پڑھنے والے کو گھر میں موجود رہے جس مکتبے میں یہ کتاب مع
 عبقات موجود ہوگی وہاں فرض و الحاد کے اثرات کبھی نہ پھیل سکیں گے۔

جلد اصلی ڈاک کی دار قیمت — ۱۹۲ روپے

انگلینڈ میں ہمدیہ اشتراک — ۱۲ روپے

حافظ نور محمد انور منیر ہفت روزہ ”دعوت“ شاہ عالم مارکیٹ لاہور

